بہی اُنہی کے گذرگاہ ہے - لیکن آج کل بلاد مغرب کی تقسیم چہار ملکوں میں ہوتی ہے
بالوسعہ حسب ذیل ہیں -

(۱) طرابلس - اسکا صدر مقام شہر طرابلس ہے

(۲) ٹیونس - اسکا صدر مقام شہر تونس ہے

(۳) الجزائر - اسکا صدر مقام شہر الجزائر ہے

(۴) مراکش - اور اس ملک کا پائے تخت شہر فاس یا شہر مراکش ہے

ممالک مغرب کے قدیم باشندے

قدیم رومانی حکومت کے عہد میں واقع ہونے والے افریقہ کے ممالک مغرب میں جسقدر قبائل سکونت رکھتے تھے - اہل مغرب اُنکے لئے عام طور سے بربر کا لفظ استعمال کیا کرتے تھے - اس لفظ کا ماخذ لفظ باربری بتایا جاتا ہے جس کے ساتھ قدیم زمانہ کے لوگ ان قبائل کو موسوم کیا کرتے تھے اور دراصل یہ نام ایک ہی قوم کے ساتھ مختص نہیں تھا - اور یونانی زبان کا لفظ "فارفاروس" بھی لیٹن زبان کے لفظ "بیلبوس" ہی کی طرح اُسی تلفظ اور آواز سے ماخوذ ہے جو کہ [illegible] شخص کے منہ سے صادر ہوتی ہے - پھر بعد میں یہ لفظ اہل یونان کے نزدیک بطور علم (خاص چیز یا شخص کا نام) ہوگیا جس سے ہر ایک ایسا شخص مراد ہوتا تھا جو کہ اُنکی زبان میں کلام نہ کرتا تھا اور اسی واسطے اُنہوں نے اٹلی کے ملک کو بربریا کے نام سے موسوم کردیا تھا - اور بعد میں رومانی لوگوں نے اس کلمہ کا اطلاق تمام اُن جماعتوں اور انسانی فرقوں پر کردیا جو کہ یونانی اور طلیانی (ایطالیین) نہ تھے - اسوقت رومانی لوگوں نے دنیا کی مختلف قوموں کو اپنا محکوم اور ماتحت بنالیا ہے تو اسوقت اُنہوں نے یہ اصطلاح مقرر کرلی کہ اپنی تمام رعایا بخواہ وہ کسی فرقہ کی کیوں نہو رومانی کا نام اطلاق کرتے تھے اور اُن لوگوں پر جو اُن کے زیر حکم نہیں آئے تھے بربری کا لفظ عام طریقہ سے [illegible]

فتح کرلیا تو اس نے یہاں اپنے نام پر بست…
ملک افریقیہ کے نام سے موسوم ہوا اور افرقیش مذکور اس ملک کے غیر عربی لوگوں کی
بول چال کا لب و لہجہ سنکر انکی زبانوں کے اختلاف اور تنوع سے کمال متعجب ہوا اور
اس نے کہا "ما اکثر بربرتکم" یعنی تمہاری بربر کتنی بڑھی ہوئی ہے!!! لہٰذا ان
لوگوں کا نام ہی بربر مشہور ہوگیا۔" اور اس کے ماسوا دوسری وجوہ تسمیہ بھی بیان ہوئی
ہیں جنکا ذکر چنداں موزوں نہیں معلوم ہوتا اس لئے ہم نے انکو ترک کردیا۔
اور ان بربری لوگوں کے مواطن کی نسبت ابن خلدون نے یہ بیان کیا ہے کہ
ان کی سکونت قدیم ممالک مغرب میں تھی وہ کہتا ہے "ملک کا ہر ایک گوشہ پست و بلند
شہر و دیہات، صحرا اور جنگل باشندوں سے بھرا ہوا ہے، وہ مٹی کے گارے سے پتھروں
کی چنائی کرکے مکانات بناتے ہیں، خام مکانوں، پھوس کے جھونپڑوں، اور کملوں کی
پالوں سے بھی وہی کام لیتے ہیں جو دیگر ممالک کے باشندے لیا کرتے ہیں۔ انہیں
سے جنگجو ہیں اور فرقے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے رہتے ہیں اور بیشتر چراگاہوں
کی تلاش میں خانہ بدوش رہنے والی جماعتیں ہیں۔ یہ لوگ ہم سرسبز مقاموں سے
… بستے اور صحرا اور چٹیل میدانوں میں کبھی نہیں جاتے۔ انکے کسب معاش کر
… اور وہ گھوڑے بھی پالتے ہیں جن سے

[illegible] کے گذرگاہ تھے لیکن آج کل بلاد مغرب کی تقسیم چار ملکوں میں ہوتی ہے

[illegible] حسب ذیل ہیں [illegible]

(۱) طرابلس - اسکا صدر مقام شہر طرابلس ہے [illegible]

(۲) ٹیونس - اسکا صدر مقام شہر تونس ہے +

(۳) الجزائر - اسکا صدر مقام شہر الجزائر ہے [illegible]

(۴) مراکش - اور اس ملک کا پائے تخت شہر فاس یا شہر مراکش ہے +

[illegible]

ممالک مغرب کے قدیم باشندے

[illegible] زبان کا لب ولہجہ اپنی نوع میں عجیب ہے اور کسی دوسری زبان کے لب ولہجہ سے میل نہیں کھاتا "

اور ابن خلدون کے سوا کسی اور شخص کا بیان ہے کہ کچھ بربری کا نام اہل مغرب کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ وہ مازیغ کے نام سے بھی معروف تھے جسکے معنے انکی بولچال میں "میاں" یا "سردار" کے ہیں +

شہاب الدین "فاسی" بیان کرتا ہے کہ عمر بن الخطاب رضہ کے عہد خلافت میں ملک مصر فتح ہوا تو وہاں کے والی امیر عمرو بن العاص رضہ کے پاس چھ بربری شخص آئے اور اُن لوگوں کی ہیئت یہ تھی کہ سر اور ڈاڑھیاں منڈی ہوئی تھیں - عمرو بن العاص رضہ نے اُن سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں اور کس لئے آئے ہیں - اُن لوگوں نے بیان کیا کہ "ہمیں اسلام لانے کی تمنا یہاں لائی ہے کیونکہ ہمارے آباؤ اجداد اس بات کی وصیت کر گئے ہیں" عمرو بن العاص رضہ نے اُن لوگوں کو عمر رضہ کی خدمت میں مدینہ بھیجدیا اور اُنکے حالات بھی لکھ بھیجے - یہ بربری لوگ عربی زبان سے نابلد تھے - دربار خلافت میں ترجمان نے اُن سے دریافت کیا کہ تم کون ہو تو اُنھوں نے کہا کہ "ہم لوگ بنو مازیغ ہیں" اور اس ثبوت کے علاوہ بہت سے مورخین یورپ وغیرہ نے بھی یہ ذکر کیا ہے کہ ممالک مغرب میں ایک قوم "مازیس" نامی رہا کرتی تھی +

ابن خلدون نے بیان کیا ہے کہ انسانوں کے دس گروہ کی قومیں ابتدا ان کو
گھرانے حسب ذیل ہیں۔ فن نسب کے علما نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ
دو بڑی شاخیں ان لوگوں کو اپنے اندر جمع کرتی ہیں اور وہ دونوں جدا جدا
برانس اور بترتیس ہیں۔ بترتیس کا لقب ابتر بھی ہے بیٹے ابتر کی نسل
سے جتنی قومیں برپا ہوئی ہیں ان سب کو بتر کہا جاتا ہے اور برنس کی نسل میں
جس قدر قومیں بنی ہیں انہیں برانس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ برنس اور ابتر
دونوں ایک ہی باپ کے بیٹے تھے جسکا نام بر تھا۔ برانس کی جماعتوں کا شیرازہ
سات گوتوں سے بہم ہوتا ہے جنکے نام اوربہ، مصمودہ، اوریغہ، عجیسہ، کتامہ
صنہاجہ، اور اوریکہ ہیں۔ اور بعض نسابوں نے اسکے سلسلہ میں تین گوتیں لمطہ
ہسکورہ، اور گزولہ، کا مزید اضافہ بھی کیا ہے۔ اور ان سات یا دس گوتوں کی نسل سے
بکثرت گھرانے بنگئے ہیں جنکا شمار نہیں دیا جا سکتا۔ اور ابن رشیق نے قوم برنس کو
صرف پانچ ہی قبیلوں میں تقسیم کیا ہے جنکے نام غمارہ، ہوارہ، زناتہ، صنہاجہ اور
مصمودہ ہیں۔ اور رومانی لوگ بھی ان قبائل کی تقسیم یونہی کیا کرتے تھے۔ اور یہ قبائل
بجائے خود چھ سو گھرانوں سے زائد کنبوں میں منقسم ہیں ؛

اس قوم کے نسب کا مرجع معلوم کرنے اور انکی اصل دریافت کرسکنے میں
مورخین کا سخت اختلاف ہے۔ کوئی انکو عرب کی نسل سے بتاتا ہے اور کسی کا قول
ہے کہ نہیں یہ عرب کی نسل سے نہیں بلکہ کنعان اور عمالیق کی قوموں کے ملے جلے
گھرانے ہیں اور یہ جالوت کی اس سرکش قوم کے بقیۃ السیف ہیں جنہیں طالوت نے
میدان کارزار گرم کرکے انہیں شکست دی تھی۔ جالوت میدان رزم میں کام آگیا
تو یہ لوگ فرار ہوکر سرزمین مغرب میں بھاگ آئے اور وہاں کے اصلی باشندوں کو
ہم نوا کر وہیں رہ پڑے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جالوت کے قتل ہو جانے کے بعد
یہ لوگ اپنے گھروں سے جو فلسطین میں تھے نکالدیئے گئے۔ اور افریقش نامی ایک
شخص انکو سواحل شام سے افریقہ کے بر اعظم میں منتقل کر لایا جہاں انکو

دی تو ذوا نہایت عمدہ بیٹ کے نام سے موسوم کیا۔ اور ایسے ہی بکثرت دیگر اقوال بھی آتے
ہیں جن کا بیان باعث طوالت ہوگا [illegible]
نے [illegible] بعض مورخین یونان، عرب، اور یہود کا یہ بیان ہے
کہ بربر لوگ فلسطین کے باشندے تھے اور انکی اصل وہیں سے ملتی ہے یا وہ ایک
خانہ بدوش گروہ تھا جس نے ایشیا کے بر اعظم سے براہ ممالک افریقہ سرزمین مغرب
کی طرف ہجرت کر لی تھی۔ مگر ابن خلدون نے ان تمام اقوال کو ناپسند کیا اور ان کے
نتیجے پر انکار کر کے کہا ہے کہ اہل مغرب کنعان بن سام بن نوح ؑ کی اولاد
میں سے ہیں [illegible] انکے جد اعلیٰ کا نام مازیغ تھا۔ اسلام سے قبل بربر لوگوں کا
مذہب آتش پرستی تھا جس طرح کہ مشرق اور مغرب میں تمام عجمی لوگوں کی عام حالت
تھی مگر وہ بعض اوقات ان زبردست قوموں کا دین بھی قبول کر لیتے تھے جو کہ ان پر
تسلط کرتی اور انہیں اپنا محکوم بنا لیتی تھیں۔ کئی مرتبہ شاہان یمن نے حملے کئے
اور یہ لوگ ان کے دین میں داخل ہو گئے جبکہ افریقش نے بربریوں پر فوج کشی
کی تھی۔ اس زمانہ میں ان لوگوں نے سرسبز اور زرخیز حاصل زمینوں پر بہت بڑے بڑے
شہر تعمیر کئے تھے اور وہ شہر دنیا میں بہت مشہور ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں نے اپنے
فاتحانہ حملوں میں ان سب شہروں کو تباہ و غارت کر ڈالا۔ بربر لوگوں کے ملک میں
مستحکم شہر اور مستحکم قلعوں کے علاوہ سرسبز زمین کے خطے اور وسیع مملکت بھی
تھی۔ ان کے بادشاہوں اور سرداروں نے کبھی غیر قوموں کے سامنے سر تسلیم خم نہیں
کیا اور رومی اور فرنگی قومیں انکو کبھی زیر نہیں بنا سکیں۔ اور ممکن ہے کہ کچھ بربر بنی اسرائیل
کی عظمت و شوکت کے زمانہ میں دین یہودیت کے پابند ہوگئے ہیں اس لئے کہ وہ
ملک شام سے بہت قریب رہتے تھے اور انکا سلطان بھی یہودی تھا۔ مگر جب سلطان
اولین اعظم مغرب کی سرزمین میں پیدا ہوا تو اس نے اطراف ملک سے اسلام کے
سوا اور مذاہب کا رہا سہا اثر بالکل زائل اور محو کر ڈالا۔ خلفاء بنی امیہ کے گورنروں
نے بربر لوگوں کے قبائل کے ہاتھوں سے بڑی بڑی دقتیں اٹھائیں۔ ان لوگوں نے

بارہا خلفاء پر خروج کیا، فوجوں کو قتل اور شہروں کو تباہ کر ڈالا۔ چنانچہ وہ حالات مفصل تاریخی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور اُن کے مابین مختلف مذہبوں اور بدعتوں کا بھی خوب رواج ہوتا رہا اور وہ اُن ادیان کے پابند ہوکر بڑی بڑی انقلابی کارروائیاں کرتے رہے۔ چنانچہ اس طرح کے چند حالات آگے چلکر بیان بھی ہونگے۔ پھر جس وقت وہاں ۲۹۶ھ میں ابی عبداللہ شیعی کے ظہور سے حکومت عبیدیہ کی بنیاد پڑی اُسی وقت سے مغرب کی سرزمین سے اہل عرب کا اثر جاتا رہا اور پھر انکی حکومت وہاں قائم نہو سکی بلکہ افریقیہ اور اُس کے قرب وجوار کے ممالک میں بربروالے اور اُنکے قبائل نوبت بہ نوبت حکمران ہوتے رہے۔ اور کبھی وہ اندلس کے اموی خلفاء کے طرفدار بنجاتے اور گاہے بغداد کے خلفاء بنی عباس کا دم بھرنے لگتے۔ غرضکہ اسی طرح رفتہ رفتہ آخرکار وہ خود ہی ان ممالک پر حکمران بنگئے +

بربر کے اخلاق

یاقوت بیان کرتا ہے کہ بربر تمام مخلوق خدا میں سب سے بڑھکر تُند مزاج، بخیلے، فتنہ پرداز، اور گمراہی کی طرف بے حد آسانی سے مائل ہونے والے لوگ ہیں جہالت کا افسوں انپر خوب چلتا ہے اور اُنکا کوئی جُگ[1] ہنگاموں اور خونریزیوں سے خالی نہیں جاتا اور نہ کبھی خالی گیا ہے اُنکے عجیب حالات اور نادر اصطلاحوں کا بیان بڑی تفصیل چاہتا ہے جو اس مختصر کتاب کے مناسب حال نہیں۔ بہتیرے اُن میں نبوت کے مدعی ہوئے، اور بہتوں نے مہدی موعود ہونیکا شور مچایا۔ اور بربر لوگوں نے سب کی دعوتیں قبول کر کے اُنکے مذہب کو اختیار کیا۔ پہلے وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ایک شخص نے انہیں سے خارجیوں کا مذہب اُنمیں شائع کرنا شروع کیا تو اُس کے ساتھ خارجی ہوکر ہزاروں بیگناہ جانوں کو قتل کر ڈالا، ناجائز باتوں کو جائز بنالیا، اور لوٹ مار وغیرہ سخت قبیح حرکتوں کے مرتکب ہوتے رہے +

---

[1] بارہ سال سے لیکر تیس سال تک کا زمانہ باختلاف اقوال (مترجم عفی عنہ) +

دوسری فصل

اقصائے مغرب یا مراکش کی حکومت

مراکش کا جغرافیہ طبیعی

یہ ملک عرض البلد شمالی کے (۲۸) اور (۳۶) درجہ کے مابین۔ اور طول البلد غربی کے (۱۳) اور (۱۴) درجہ کے مابین واقع ہے۔ اور اس کے حدود اربعہ حسب ذیل ہیں۔ شمال میں بحیرۂ روم اور آبنائے جبل الطارق۔ مغرب میں اطلانٹک اوشن۔ جنوب میں صحرائے اعظم، اور شمال مشرق سمت میں وادی ملویۃ اور کوہستان تازہ۔ اسکا رقبہ (۸۵۱۰۰۰) کیلومیٹر مربع ہے اور آبادی آٹھ ملین سے زائد۔ یہاں کے باشندے بربر، عرب، اور غلاموں کی جماعتوں سے ملے جلے ہوئے لوگ ہیں۔ بربر لوگ قبیلہ مصامدہ اور صنہاجہ، مغفرہ، اور اوربہ، وغیرہ قبائل کے افراد ہیں۔ اور انہی کے مابین کچھ گروہ خانہ بدوش عربوں کی بھی سکونت رکھتے ہیں جو کہ پہلے جزیرہ نمائے عرب سے سرزمین افریقہ میں اور پھر افریقہ سے مراکش کے ملک میں آکر سکونت پذیر ہوئے ہیں۔ عرب کے بادیہ نشین اور خانہ بدوش مراکش میں بعہد خلیفہ یعقوب المنصور الموحدی چھٹی صدی ہجری کے آخری دور میں آئے تھے اور آج انکے متعدد قبائل بن گئے ہیں جو سب کے سب اصل و نسب میں ریاح وجشم کے گھرانوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ قبیلہ ریاح کے لوگ ہلال بن احمر بن صعصعہ کی اولاد میں ہیں اور جشم کا قبیلہ جشم بن معاویہ ابن بکر کی نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور انکی اصل عرب کا نسب نامہ مضر سے جا ملتا ہے۔ علاوہ ان مذکورہ بالا قبائل میں چند دوسرے قبائل کا اور بھی اضافہ ہوتا ہے۔

مراکش کی سرزمین میں مغرب سے شمال تک کوہستان اطلس کا سلسلہ پھیلتا چلا گیا ہے اور اسی سلسلہ کے ضمن میں دَرَن نامی ایک پہاڑ سب سے زیادہ بلند ہے۔ اس ملک کو کئی دریا سیراب بناتے ہیں۔ انہیں بڑے بڑے دریاؤں کے نام مُلویّہ، سبو، تنصیف، اور درعہ وغیرہ ہیں۔ موسم خزاں میں وادیوں اور نرم زمین کے ہموار میدانوں میں اس ملک کی آب و ہوا گرم رہتی ہے۔ یہاں کے پہاڑوں میں لوہے اور تانبے کی کانیں پائی جاتی ہیں۔ اور یہاں کی زیادہ تر پیداوار غلے اور چاول ہے۔ مراکش کے رہنے والے گھوڑوں کی پرورش میں خاص طور پر حصہ لیتے ہیں اور دیگر اہل مغرب بالعموم اس جانور کی پرورش پر مائل پائے جاتے ہیں۔ اس ملک میں بھیڑوں کی کثرت ہے اور انکی اُون بہت اعلےٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ بلوط، زیتون، صنوبر، پستہ، اور کھجور، وغیرہ کے پر ثمر درختوں اور چاول اور گنے کی وہاں نہایت افراط ہے۔ یہاں کے اکثر شہروں میں اعلیٰ درجہ کے اونی کپڑوں کے بنانے والے اور چمڑے کو رنگنے اور پکانے والے بڑے بڑے کارخانے موجود ہیں۔ ملکی باشندوں کا عام مذہب اسلام ہے۔ اور مسلمانوں کے مابین اکثر یہودی بھی سکونت رکھتے ہیں جو کہ اہل اسپین کے ملک بدر کئے ہوئے یہاں آ رہے ہیں۔ مملکت مراکش کی تقسیم کئی صوبوں پر ہوتی ہے اور ہر ایک صوبہ کا ایک خاص حاکم ہے جس کے پاس (۲۰۰۰۰) سپاہیوں کی فوج رہتی ہے۔ فوجی سپاہیوں میں بیشتر تعداد سیاہ رنگت والے آدمیوں کی پائی جاتی ہے اور تقریباً تمام فوج سواروں ہی کی ہے۔ پیدل سپاہ یہاں قطعی نہیں پائی جاتی۔ مراکش کا بادشاہ خود سر اور آزاد ہے اور خود مختار مطلق العنان شخصی حکومت کا یہاں رواج ہے۔ بادشاہ کو پولیٹکل معاملات کے سیاہ و سفید کا کلی اختیار حاصل ہے۔ اس ملک کا قدیم نام "موریٹانیا" تھا۔ اور یہ یکے بعد دیگرے اہل کرتاجنہ، رومانیین، وندال، اور اغریق (اہل یونان) اور پھر اہل عرب کے قبضہ میں آتا رہا۔

قدیم علوی، اموی، مرابطین، موحدین، اور اشراف خاندانوں کے عہد ہائے حکومت میں اس مملکت کے بحری کارنامے بہت مشہور تھے۔ انکے جہازات ہمیشہ اطلانٹک اوشن میں گشت لگاتے پھرتے تھے اور جزائر خالدات (کناریا) تک آمد و رفت رکھتے تھے۔

مراکش کے جنگی بیڑوں نے میورقہ، منورقہ، قورسقہ کے جزیروں اور شہر جنوہ کو فتح کرلیا تھا۔ اور وہ اکثر یورپ کے سواحل پر بھی حملے کرتے رہتے تھے۔ یہاں کے بحری جنگی بیڑوں نے کئی مرتبہ اسکندریہ کے بندرگاہ پر تسلط جمالیا اور وہ سواحل بلاد اندلس وغیرہ کے مشہور بحری جنگوں میں نمایاں کامیابی کے ساتھ لڑتے رہے تھے۔ اور جس وقت انکی بحری قوت کے ادبار کا زمانہ آیا تو یہاں کے بندرگاہ اُن بحری قزاقوں کے جہازات کے لئے جائے پناہ بنگئے جنہوں نے عرصہ دراز تک بحری لوٹ مار سے سروکار رکھا تھا اور بحیرہ روم میں خصوصًا یورپ کی تجارت کو سخت ضرر پہنچایا تھا +

تیسری فصل

مراکش کے بحری مقامات (بندرگاہیں)

اسوقت مملکت مراکش کی مشہور ترین بندرگاہیں حسب ذیل ہیں:-

طنجہ

یہ بندرگاہ خلیج طنجہ کے کنارہ پر جبل الطارق کے جنوبی سمت میں اُس سے دوسو کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ شہر طنجہ میں ایک عظیم الشان قلعہ اور ایک شاندار ایوان وقت بنا ہے۔ قلعہ میں چند توپخانہ کی باڑیاں معمولی سلامی وغیرہ کی رسمیں ادا کرنے کی غرض موجود رہتی ہیں۔ یہ شہر دوَل غیر کے کانسلوں کی جائے قیام ہے اور اس کی تجارت وسیع ہے۔ یہ بندرگاہ قرطاجنہ والوں نے اپنے ایام حکومت میں تعمیر کیا تھا +

سلا دُو

اطلانطک اوشن کے ساحل پر ایک مستحسن بندرگاہ اور بحری شہر ہے۔ یہ شہر "یورغب" کے شمالی کنارہ پر اُس کے سنگم کے قریب ہی تعمیر ہے۔ اور شہر

اباط کے بالکل مقابل میں واقع ہے۔ اس کے باشندوں کی تعداد دس ہزار آدمیوں کے قریب ہے جنہیں سے اکثر اُن مسلمانوں کی نسل سے ہیں جو کہ اندلس میں آباد تھے۔ شہر کے گرد فصیل شہر پناہ بنی ہے۔ یہاں کی تجارت برآمد میں اہم مال اُون ہے اس بندر کا گھاٹ بہت چھوٹا ہے۔ اس میں بڑے جہازات نہیں آسکتے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخری حصہ میں یہ بندرگاہ بحری لٹیروں کی جائے پناہ تھا سنہ ۱۸۵۱ء میں فرانس والوں نے اسکو تباہ کردیا اور شہر کا اکثر حصہ مسمار کرڈالا۔ بندرگاہ سلا سے شہر مراکش تک دس منزلوں کا فاصلہ ہے۔ خاندان موحدین کے عہد حکومت میں یہاں ایک عظیم الشان کارخانہ جہاز سازی تھا جسکو معلم ابوعبداللہ محمد بن علی نے بنوایا تھا اور یہ شخص اشبیلیہ کا باشندہ تھا۔ یہ عالم مہندس (انجینئرنگ) اور جر ثقیل کا بہت بڑا ماہر اعمال لاتِ حرب کے استعمال کرنے میں یکتا اور وسیع النظر شخص تھا۔

آصیلا - یا - آزیلا - اور - آرسیلا

اسکا قدیم نام یولیا تیلیس ہے۔ یہ طنجہ سے جنوب مغربی سمت میں (۴۳) کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ باشندوں کی تعداد دس ہزار ہے اور اسوقت یہ شہر نہایت مستحسن ہے۔ رومانی لوگوں کے عہد میں اس بندرگاہ کی اہمیت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ سنہ ۱۸۶۰ء میں اسپین والوں نے اس بحری مقام کو گولہ باری کرکے تباہ کردیا تھا۔ اسکی شہرت قدیم الایام میں "البصرۃ الغرب" کے نام سے بھی یعنی جس طرح مشرقی ممالک میں شہر بصرہ بڑا مشہور بندرگاہ تھا ویسے ہی مغرب میں ازیلہ نہایت اہم بحری مقام تھا۔ ابن خلدون نے بیان کیا ہے کہ یہ مقام بربر کے مجاہد بادشاہوں کا نشان گاہ تھا یعنی وہ لوگ اپنی شان و شوکت کا یہیں اظہار کیا کرتے تھے۔

سبتہ - یا - سیوتا

اسوقت یہ بندرگاہ اسپین کے قبضہ میں ہے۔ یہ شمالی ساحل پر شہر جبل الطارق کے بالمقابل ایک مستحکم اور قلعہ بند مقام ہے اور شہر طنجہ سے (۶۱) میل دور ہے۔ قریب دس ہزار آدمیوں کے یہاں آباد ہیں۔ شہر سبتہ ایک جزیرہ نما پر واقع ہے جو ایک نہایت

پتلی سی خاکنائے کے ذریعہ سے مراکش کی سرزمین کے ساتھ متصل ہے اور اُس خاکنائے کی خوب قلعہ بندی کرلیگئی ہے۔ شہر سبتہ کی تعمیر مستحکم اور اعلیٰ درجہ کی ہے یہاں ایک فوجی حاکم اور سواحل افریقہ پر واقع ہونے والے اسپین کے قیدخانوں کا افسر رہا کرتا ہے۔ سبتہ کا لنگر گاہ محفوظ اور قابل اطمینان نہیں۔ اور یہاں کی تجارت بہت ہی کم ہے سنہ ۱۸۵۰ء میں فلپ دوم تاجدار اسپین نے اس بندرگاہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ اگرچہ مراکش والوں نے بارہا اسکو واپس لینے کی غرض سے اسکا محاصرہ بھی کیا لیکن وہ ناکام رہے۔ اور اس کو دوبارہ فتح نہ کرسکے۔ اُنیسویں صدی کے آغاز میں تھوڑی مدت کے لئے انگریزی فوجوں نے سبتہ پر قبضہ کرلیا تھا مگر بعد میں انہوں نے یہ مقام اسپین کو واپس کردیا۔ صدر اسلام میں یہاں کا لنگرگاہ بحری بندرگاہوں میں بہترین مقام شمار ہوتا تھا۔ اس بات کو یاقوت نے بیان کیا ہے اور اس شہر کی طرف ایک جماعت بڑے نامی علما کی منسوب ہوئی ہے جس زمانہ میں مسلمانوں نے پہلے پہل ان ملکوں کو فتح کیا ہے۔ اُسوقت شہر سبتہ غمارہ کے بادشاہ «ولیان» «جولیان» کا مقام سکونت تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے اُسے بحال رکھا اور اُس سے اتحاد و اعانت کا معاہدہ لیلیا تھا۔ مگر جسوقت جولین فوت ہوگیا۔ اُسوقت اہل عرب نے اُسکی قوم سے صلح کے طریقہ پر یہ شہر لیلیا اور پھر اسکو آباد اور پُررونق بنایا۔

تطوان (ٹیٹوان)

فاس کی ولایت میں ایک نامی بندرگاہ بحر متوسط کے غربی کنارہ پر سبتہ سے جنوب مغربی سمت میں (۳۱) میل دُور واقع ہے۔ یہاں کے باشندوں کی تعداد بیس ہزار آدمیوں کے قریب ہوگی۔ تطوان جبل الطارق سے سات فرسخ کے فاصلہ پر ہے شہر تطوان کے گرد ایک مستحکم شہرپناہ کھنچی ہوئی ہے جسمیں جابجا بلند اور مستحکم برج بنے ہیں۔ یہاں ایک مستحکم اور آراستہ قلعہ بھی ہے۔ شہر کی عمارتیں خوشنما اور مسجدیں حسین اور شاندار ہیں۔ چالیس کے قریب مسجدیں اس شہر میں ہونگی اور سب نہایت آراستہ اور خوبصورت ہیں۔ اس کا بندرگاہ بالکل کھلا ہوا ہے۔ مشرقی سمت سے کوئی آڑ اسکو بچانے والی موجود نہیں اور اس میں صرف چھوٹی کشتیاں اور مختصر جہاز ہی آسکتے ہیں۔ شہر

میں کھال (چمڑا) پکانے اور رنگنے کے کارخانے ہیں اور یہاں تلواریں اور بندوقیں وغیرہ آتشبار اسلحہ بھی بنتے ہیں۔ اندرون ملک سے اسکی تجارت بہت وسیع ہے اور شہر جبل الطارق کو سامان خوراک وغیرہ یہیں سے جاتا ہے سنہ۱۸۶۰ء میں اہل اسپین نے اس شہر پہ زبردستی قبضہ کرلیا تھا مگر اس کے ایک سال بعد انہوں نے خود بخود یہ شہر چھوڑ بھی دیا +

اَغادِیر

جنوبی جہت میں مراکش کا دُور ترین بحری مقام ہے اور بلاد سُوس میں طلانطک اوشن کے کنارہ پہ واقع ہے۔ آبادی تقریباً چھ ہزار آدمیوں کی ہوگی۔ اسکا بندرگاہ مراکش کے تمام بندرگاہوں سے زیادہ اچھا ہے۔ اس مقام پر ایک مدت دراز تک پرتگال والوں نے قبضہ کر رکھا تھا لیکن سنہ۱۵۳۶ء میں اہل مغرب نے یہ شہر اہل پرتگال سے واپس لیلیا اور اُنکو یہاں سے مار کر نکالدیا۔ پرتگالیوں نے اس شہر کا نام "سانتا گرُوس" رکھا تھا۔ اور وہ بڑا مستحکم اور عظیم الشان شہر تھا۔ لیکن سنہ۱۷۷۳ء میں اس شہر کے حاکم اور باشندوں نے سلطان محمد سے بغاوت کی اور سلطان مذکور نے اسے فتح کرکے بالکل تباہ کر ڈالا۔ اور یہاں کے باشندوں کو مَغادُور میں منتقل کر دیا +

مَلیلا

یہ بحیرۂ روم کے ساحل پر ایک مختصر سا بحری مقام اور شہر فاس سے (۲۲۵) کیلومیٹر اور شہر سبتہ سے تقریباً (۵۰) کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں کی آبادی دو ہزار آدمیوں سے زیادہ نہوگی جنمیں اہل اسپین کی وہ محافظ سپاہ بھی شامل ہے جو کہ یہاں رہتی ہے۔ یہ مقام سنہ۱۴۹۶ء سے اسپین کے زیر حکومت ہے اور اس کو اُنہوں نے اپنے یہاں کے جلا وطن مجرموں کا قیدخانہ بنا رکھا ہے۔ قدیم زمانہ میں اس مقام کا نام "رُوسا ڈیر کولونیا" تھا +

مَغَادُور

یہ ایک مستحکم شہر ہے۔ یہاں کا بحری گھاٹ بہت اعلےٰ درجہ کا ہے۔ اطلانطک

اوشن کے بندرگاہوں میں اسکا مرتبہ ممتاز ہے۔ یہ شہر مراکش سے (۲۱۹) کیلومیٹر کے قریب دُور ہوگا۔ باشندوں کی تعداد (۱۹۰۰۰) آدمیوں تک پہنچتی ہے جنمیں بہت سے یہودی بھی ہیں۔ یہاں ایک ایوان حکومت بھی ہے۔ کئی کارخانے چمڑا رنگنے، اُونی کپڑے تیار کرنے کے اور اسلحہ سازی کے بھی ہیں۔ یہاں کی تجارت برآمد۔ روغن زیتون، بادام، اُون، چمڑا، موم اور شتر مرغ کے پر، وغیرہ چیزوں کی ہے۔ اس شہر کی بنیاد ۱۱۷۴ھ میں سلطان محمد بن عبداللہ (۱۷۶۰ء) میں ڈالی تھی۔ اور ۱۸۴۴ء میں اہل فرانس نے اس شہر کا بعض حصہ برباد کر ڈالا تھا۔

مذکورہ بالا بندرگاہوں کے علاوہ مملکت مراکش میں چند اور بھی بحری گھاٹ اور بندرگاہیں اور شہر ہیں لیکن وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے یا بہت کم قابل ذکر ہیں۔ جیسے آسفی، ازمور، اور، معمورہ وغیرہ۔

چوتھی فصل

اسلام سے قبل مراکش کی تاریخ کا خلاصہ

سنہ عیسوی سے تقریباً (۱۵۰۰) سال قبل اہل فنیقیا نے مملکت مراکش کو معلوم کیا تھا۔ اُس زمانہ میں یہاں کے حکمران خاص یہیں کے رہنے والے خود سر بادشاہ تھے اور عہد قدیم سے وہی اس ملک پر حکومت کرتے چلے آتے تھے اُن بادشاہوں میں سے "بوغوتا"، نامی فرمانروا کا ذکر تاریخ میں مشہور ہے۔

سنہ ۳۳ ق۔ م میں اگسٹس قیصر نے مراکش کے بادشاہ "جوبا" کو بلاد جیتول کا علاقہ عطا کیا تھا۔ جیتول ایک بربری قوموں کا جتھا تھا جو کہ قدیم الایام سے اُن ملکوں میں سکونت رکھتا چلا آتا تھا۔ اور جس وقت اہل قرطاجنہ نے اس ملک پر تسلط کیا

سے اُسوقت یہاں کے رہنے والوں کے پاس متعدد جنگی جہازات موجود تھے اور شہروں میں محافظ اور حامی سپاہ پائی جاتی تھی۔ پھر جبکہ رومانی حکومت کا دائرہ فتوحات وسیع ہو کر قرطاجنہ کی قوی سلطنت کو پامال بنا چکا تو مملکت مراکش بھی منجملہ دیگر قرطاجنہ کی مقبوضات کے رومانیوں نے لیلیا۔ یہ واقعہ ۴۱ء؁ اور امپراطور قلودیوس کے عہد کا ہے اور اس ملک پر رومانی فوجوں نے جنرل سوئیتونیوس پولینیوس کے زیر کمان حملہ کیا تھا رومانی فاتحوں نے اسپر قبضہ کر کے اسکا نام موریتانیا رکھدیا اور وہ لوگ مراکش کے اُس مقبوضہ حصہ کو جو اُسوقت اُنکے قبضہ میں آچکا تھا تین حصوں پر تقسیم کرتے تھے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) موریتانیا قیصریہ۔ اور اس حصہ ملک کا صدر مقام شہر قیصریہ (شیرشیل علاقہ الجزائر میں) تھا۔ (۲) موریتانیا استیفیانیہ۔ اور اسکا صدر مقام شہر "سٹیفیس" (سٹیف علاقہ قسطنطینیہ میں) تھا۔ اور (۳) موریتانیا مغربی۔ یا۔ موریتانیا تانجیتانیہ۔ اور اس حصہ کا صدر مقام شہر "تنجیس" (طنجہ) تھا۔ اور جسوقت چوتھی صدی عیسوی میں رومن امپائر کے دو حصے ہو گئے تو رومانی لوگوں نے ملک مراکش کی دونوں پہلی قسمیں افریقہ کی ایپارکیہ (صوبہ) سے ضم کرلیں اور تیسرے حصہ کو اسپین کی ایبیریہ سے ملحق بنادیا۔ پھر اسکے بعد ملک مراکش میں متعدد مرتبہ شورشیں رومانیوں کی حکومت سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے برپا ہوئیں۔ بعد ازاں اس ملک پر قوم ونڈال نے حملہ کیا (۴۲۹ء؁) اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جب دو مشہور رومانی سلطنت کے ارکان ایتیوس اور بونیفاس کے مابین عداوت پیدا ہوئی اور یہ دونوں رومن امپائر کے دربار میں بڑے معزز رکن اور حکومت کے قوی بازو تھے تو ایتیوس نے ملکہ پلاکیدیا سے اپنے دشمن بونیفاس کی چغلی کھادی۔ پلاکیدیا اپنے کمسن فرزند ولنٹیانوس کی متولیہ تھی اور اُس کی جانب سے نیابتاً حکمرانی کیا کرتی تھی۔ بونیفاس اُسوقت افریقہ کا گورنر تھا۔ ملکہ نے اُسکی دربار میں طلبی کا پیام بھیجا تو ساتھ ہی ایتیوس نے ایک خفیہ قاصد اُسکی طرف روانہ ارسال کردیا اور بونیفاس سے کہلا بھیجا کہ "خبردار! جان کی خیر چاہتا ہو تو دربار میں نہ آنا ملکہ تمھاری جانی دشمن ہے" بونیفاس اس مکر کے دام میں پھنس گیا اور اُس نے ملکہ کی

عداوت کا یقین کر کے سرکشی کا اظہار کر دیا۔ مگر چونکہ اُس کے پاس رومن امپائر کی زبردست طاقت کا مقابلہ کر سکنے کے لئے کافی تعداد فوج و سپاہ کی نہیں تھی لہذا وہ قوم ونڈال کے وحشی لوگوں سے کمک کا خواہاں ہوا۔ ہر چند اُس کے تجربہ کار مشیروں نے اُسے سمجھایا کہ ان وحشی اور خونخوار لوگوں سے مدد لیکر اپنے مالک کا مقابلہ کرنا اچھا نہ ہوگا اور بنی بنائی رومانی سلطنت بگڑ جائیگی لیکن وہ اُنکی نصیحت پر عامل نہوا۔

قوم ونڈال کا بادشاہ "جنسریک"، تو مدت سے اسی تاک میں تہا کہ کسی طرح رومن امپائر کے دائرہ اثر میں اُسکو گھُسنے کا موقع ملے لہذا وہ اس فرصت کو غنیمت سمجھا اور چالیس ہزار خونخوار وحشیوں کی سپاہ لیکر آبنائے جبل الطارق کے راستہ سے جس کو اُن دنوں آبنائے ہرقل کہتے تہے رومن امپائر کے علاقہ میں داخل ہوا۔ ونڈال کے وحشیوں نے رومانی رعایا کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا کیونکہ وہ اپنی حکومت سے ناراض تہی اور اس طرح ونڈال والوں کی سپاہ میں رومانی قوم کے تمام دشمن شامل ہو گئے۔

ملکہ اپلاکیدیا کو اپنی غلطی کا علم ہوا تو اُس نے بونیفاس کو معافی کا پیام بھیجا اور بونیفاس نے جنسریک سے صلح کر لینے کی سعی شروع کی تا کہ کسی طرح یہ بلا ملک افریقہ کے سر سے ٹال دے۔ مگر جنسریک اس طرح کی باتیں کب سُنتا تہا۔ بونیفاس نے نرمی سے کام چلتا نہ دیکھا تو دہمکی دی اور جنسریک نے حقارت کے طور پر اُس کی دہمکی کا خیال تک نہ کیا بلکہ بڑھتا ہی چلا آیا۔ آخر بونیفاس ایک مستحکم شہر میں قلعہ بند ہو کر ونڈال کے وحشیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو بیٹھا اور چودہ مہینوں تک اُن خونخواروں کو آگے بڑھنے سے روکتا رہا۔ اور اس عرصہ میں بہت کچھ کمکی فوج اور سامان حرب و ضرب وغیرہ قسطنطنیہ کی جانب سے ایک جنگی بیڑہ جہازات پر بونیفاس کے پاس آ پہنچا۔ قسطنطنیہ کی تازہ دم فوج کے کمان افسر دو نہایت نامور دلیر اور کاردان جنرل تھے۔ اور وہ فنون جنگ کی واقفیت میں بے مثل مانے جاتے تہے۔ اس طرف بونیفاس بھی بڑا زبردست مدبر اور جنگجو دلیر تہا لیکن یہ تینوں قابل جنرل ونڈال کے وحشیوں کا

قلع قمع نہ کر سکے اور اُنکو اقلیم افریقہ سے باہر نہ نکال سکے۔ آخر بونیفاس تھک کر سنہ ۴۳۱ء میں افریقہ کو ونڈال کے لئے چھوڑ گیا۔ اور اس واقعہ کے کچھ ہی زمانہ بعد یعنی سنہ ۴۳۵ء میں قیصر والنتیانوس کو بھی مجبور ہو کے یہ اقلیم ونڈال کو حوالہ کر دیتے ہی بن آئی ۔

جنسریک نے افریقہ پر تسلّط جما لیا تو اب اُس نے وہاں کے رومانی شہروں پر حملے آغاز کئے اور سب کو رفتہ رفتہ فتح و غارت کر کے تمام بر اعظم افریقہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر تو ونڈال کے متعدد جنگی جہازات بحیرۂ روم میں لوٹ مار اور فاتحانہ حملے کرنے لگے۔ اور اس سمندر کے تمام ضروری اور بڑے جزیرے انہوں نے فتح کر لئے بلکہ امپراطوریہ قسطنطنیہ کے جنگی بیڑوں پر بھی انہوں نے حملہ کرنا شروع کر دیا اور اب مشرقی اور مغربی دونوں رومن امپائر ونڈال کے رعب و داب سے تھرانے لگیں۔ اور طرّہ یہ ہے کہ جنسریک نے ایک تیسری آفت یہ برپا کی کہ قوم گاتھ کے دو گروہوں کو رومن امپائر کے ایک ایک حصّہ سے بھڑا دیا۔ یعنی ویزی گوتھ کو مغربی رومن امپائر اور استروگوتھ کو مشرقی رومن امپائر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ پھر جب ایسی کارروائیوں سے ونڈال اور رومان کی قوموں میں عداوت کا سلسلہ خوب استحکام پا گیا تو ونڈال کے خونخوار لوگوں نے جنسریک ہی کے زیر کمان شہر رومۃ الکبریٰ پر حملہ کر دیا اور بزور شمشیر اس کے اندر داخل ہو کر چودہ دن تک قتل عام جاری رکھا۔ ساٹھ ہزار کے قریب رومۃ الکبریٰ کے باشندے انہوں نے اسیر کر لئے جن میں امپراطور ولنتیانوس کی بیوی اور اُسکی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ جنسریک بیس سال سے زائد زمانہ تک ایسا ہی فاتح اور غالب بنا رہا۔ یہاں تک کہ رومن کی مشرقی اور مغربی دونوں حکومتوں کے بند بند اس کے نام سے کانپ اُٹھنے لگے۔ جنسریک نے اِن سلطنتوں کے جنگی بیڑوں کو بھی تباہ کر دیا جو اس سے لڑنے کے لئے ارسال ہوئے تھے اور جب وہ سنہ ۴۷۷ء میں فوت ہو گیا تو اس کے بعد ونڈال کی حکومت میں بھی روز کے

ہنگامے برپا ہونے لگے کیونکہ ممالک مغرب کے باشندوں نے بغاوتیں برپا کر کے ونڈال کی اطاعت کا جُوا اُتار پھینکنے کی کوشش مسلسل شروع کر دی تھی اور رومن امپائر کی طرف سے اُنکو اندرونی امداد ملتی رہتی تھی۔ آخر اسی طرح رفتہ رفتہ کر کے سنہ ۵۳۴ء میں مشہور جنرل بلیزریہ نے مغربی افریقہ کا ملک دوبارہ سلطنت قسطنطنیہ کے زیر حکومت بنا لیا اور پھر اُس وقت سے برابر یہ بلاد قسطنطنیہ کی رومن حکومت ہی کے ماتحت رہے۔ یہانتک کہ اسلام کا ظہور ہُوا اور اسلامی دلیروں نے دنیا کے مشہور ممالک فتح کر کے رُوئے زمین کے بادشاہوں اور شاہنشاہوں کو اپنا ماتحت و مطیع بنا لیا۔

پانچویں (۵) فصل

مراکش میں اسلام کا داخلہ

مراکش میں قائم ہونیوالی اسلامی حکومتیں:-

عمر رضؓ کے عہد خلافت میں عربی فوجیں اسلامی فتوحات کے سیلاب کو برِّ اعظم ایشیا کے گوشوں تک پھیلا چکیں اور عمرو بن العاص نے مصر و اسکندریہ کی فتح سے فراغت پالی تو وہ سنہ ۲۱ھ میں برِّ اعظم افریقہ کی فتح پر متوجہ ہوئے اور سب سے پہلے اسی سال عمرو بن العاص رضؓ امیر مصر نے شہر برقہ کو فتح کیا جسکا نام انطاپولیس - یا - پنطاپولیس تھا - امیر ممدوح نے اس شہر کے باشندوں سے ادائے جزیہ پر صلح کر لی - اور پھر وہ طرابلس پر بڑھے جسکو اُنہوں نے محاصرہ کے بعد قبضہ میں کر لیا - اور اس کے بعد شہر صُبرۃ کو فتح کیا - مغربی افریقہ کے تین مستحکم مقامات فتح کر لینے کے بعد امیر عمرو بن العاص نے خلیفہ عمر بن الخطاب رضؓ سے سرزمین افریقہ کی

فتوحات کے لئے اجازت طلب کی اور اُسپر پیشقدمی کا اِذن مانگا لیکن خلیفہ ممدوح نے اُنکو منع کر دیا اور وہ خلیفہ کی فرمان پذیری کر کے مصر کو واپس چلے آئے +

غرضکہ امیر عمرو بن العاص پہلے مسلمان امیر تھے جنکی فوجوں نے سرزمین مغرب میں قدم رکھا تھا۔ مگر وہ افریقہ تک نہ جاسکے اور نہ بربر لوگوں نے اسلام کا خیر مقدم کیا +

عثمان بن عفان رض کا دور خلافت آغاز ہوا اور مصر کی گورنری پر عبداللہ بن ابی سرح کا تقرر ہوا تو اُس نے ۲۶ھ میں افریقہ پر فوجکشی کر دی کیونکہ خلیفہ نے اُسے افریقہ پر فوجکشی کی اجازت دی تھی اور یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ تجھکو اِن ممالک پر مظفر و منصور بنائیگا تو مالِ غنیمت کے خمس میں سے پانچواں حصہ بطور انعام یا حق المحنت تجھکو دیا جائیگا۔ عبداللہ بن ابی سرح یہ حکم پاکر آمادۂ جہاد ہوگیا اور (۱۰۰۰۰) جنگجو سپاہ ہمرکاب لیکر افریقہ کی سرزمین میں داخل ہوا۔ اہل افریقہ نے مسلمان حملہ آوروں سے ادائے خراج کی شرط پہ صلح کر لی۔ اور عبداللہ بن ابی سرح نے بھی اسبات کو غنیمت سمجھا کیونکہ وہ باشندگان افریقہ کی کثیر تعداد سے اتنی قلیل فوج کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لہذا وہ آگے بڑھنے سے باز رہا اور مصر کو پلٹ آیا +

بار دیگر عبداللہ مذکور نے خلیفہ عثمان رض سے پھر افریقہ پر پیشقدمی کرنے کی اجازت مانگی اور کمک بھی طلب کی اور عثمان رض نے صحابہ کے مشورہ سے کافی تعداد سپاہ کی جسمیں اکثر جلیل القدر صحابی بھی شریک تھے اُس کے پاس مدینہ سے روانہ کر دی۔ یہ سپاہ بماتحتی عبداللہ بن سعد رض کے ۲۷ھ میں افریقہ کی طرف گئی اور برقہ میں اس سپاہ سے وہاں کا حاکم عقبہ بن نافع بھی اپنی فوج کے ساتھ شامل ہوگیا اور پھر یہ جمعیت طرابلس کی طرف بڑھی۔ اور اُس کے قریب ایک میدان میں رومی سپاہ کو ہزیمت دی۔ ازاں بعد دلیرانِ اسلام افریقہ میں جا پہنچے اور لشکر اسلام کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر تمام ملک کے گوشوں میں پھیلا دئے گئے۔ افریقہ پر شاہنشاہ قسطنطنیہ کی جانب سے ایک حاکم جرجیر نامی متعین تھا اور طرابلس اور طنجہ کے مابین جسقدر ملک ہے وہ اُسپر شاہنشاہ ہرقل کے زیر فرمان رہکر حکمرانی کیا کرتا تھا۔ جرجیر ہرقل کا خراج گزار تھا۔ اُس کو مسلمانوں کے آنے کی خبر ملی تو

اُس نے (۱۲۰۰۰۰) سپاہ تیار کر کے شہر سبیطلہ کے قریب (جو اس ملک کا پائے تخت تھا
مسلمانوں کو ٹوکا اور فیصلہ کُن جنگ شروع کر دی۔ مجاہدین اسلام نے حسب قاعدہ پہلے
جرجیر کو دعوتِ اسلام دی۔ یا۔ ادائے جزیہ کا پیام بھیجا لیکن وہ ہوا کے گھوڑوں پر سوار
تھا۔ مٹھی بھر چند مسلمانوں کی کیا پرواہ کرتا اُسے متکبرانہ طریقہ پر انکار کیا۔ آمادۂ جدال و قتال
ہُوا۔ آخر متعدد معرکوں کے بعد رومیوں پر تباہی آئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا
جرجیر میدان ہی میں مارا گیا اور رومی سپاہ کی کثیر جماعت مقتول اور اسیر ہو گئی۔ پھر مسلمانوں
نے ماتحتی عبداللہ بن ابی سرح کے شہر سبیطلہ کا محاصرہ کیا اور اُسے بھی فتح کر لیا۔ غرضکہ اس
کے بعد اہل افریقہ بہت کچھ لڑ بھڑ کر تنگ آگئے تو اُنہوں نے مسلمانوں سے پچیس[۲۵] لاکھ
دینار تاوان جنگ دیکر صلح کر لی اور اس طرح ممالک افریقہ میں اسلام کی شان و شوکت کا
سکہ بیٹھ گیا اور اب اسلامی بہادروں نے وسیع و ہموار میدانی سرزمینوں پر چھاپے
مارنے شروع کر دئیے۔ یہ حالت دیکھکر اہل فرنگ اور بربر دونوں قوموں کے لوگوں
نے عبداللہ بن ابی سرح سے مصالحت کی درخواست کی اور پیام بھیجا کہ ہم سے تین سو
قنطار سونا لیکر ملک کو خالی کر دو اور اپنے ملک (عرب) کی طرف چلے جاؤ۔ عبداللہ نے
یہ شرط مان لی اور وہ روپیہ لیکر مصر کو واپس چلا گیا۔ مسلمان لوگ ایک سال تین ماہ افریقہ
میں رہکر ایشیا میں واپس چلے گئے تو اسکے بعد شاہنشاہ ہرقل کو ان واقعات کی اطلاع
پہنچی اور اُسے معلوم ہوا کہ اہل افریقہ نے اتنی کثیر رقم دیکر مسلمانوں سے صلح کر لی ہے تو
اُسے سخت غصہ آیا اور اُس نے ایک بطریق کو افریقہ میں بھیجا تاکہ وہ وہاں کے لوگوں
سے اتنی ہی گراں رقم جرمانہ میں وصول کرے۔ افریقہ والوں نے بطریق کے مطالبہ
کو ماننے سے انکار کیا تو اُس نے اُن سے میدان کارزار گرم کر کے انہیں شکست دی
اور جس بادشاہ کو مسلمان لوگ وہاں جرجیر کے بعد مقرر کر گئے تھے اُسے ملک سے نکال دیا۔

پھر امیر معاویہ بن ابی سفیان رضؓ نے ۴۵ھ میں ملک مغرب پر معاویہ بن
حدیج السکونی کو عامل بنا کر بھیجا اور اُس کے ساتھ ایک لشکر گراں کر دیا۔ اُس نے رومیوں
سے جنگ کر کے انہیں مغلوب بنا لیا اور گو قسطنطنیہ سے ہمیشہ اہل روم کے پاس کمک ہی

راستہ سے تازہ کمک آتی رہتی تھی پھر بھی مسلمانوں نے اُن کا قافیہ تنگ کر ڈالا اور ملک کو اُن سے چھین لیا۔ معاویہ بن حدیج نے سوس وغیرہ مقامات کو بھی فتح کر لیا اور اس کے بعد اُس نے ایک فوج بحری راستہ سے دو سو جنگی اور باربرداری کی جہازوں پر جزیرہ صقلیہ کی طرف روانہ کی اور اُس پر حملہ کیا۔ مسلمان حملہ آور جزیرہ میں گھس گئے اور کامیاب ہو کر وہاں سے واپس آئے۔ ازاں بعد اُس نے شہر بنزرت کو فتح کیا اور بربر لوگوں میں اسلام کی خوب اشاعت ہوگئی۔ معاویہ بن حدیج افریقیہ میں اپنی فتوحات کی دائمی عمدہ یادگاریں چھوڑ کر مصر میں واپس آیا تو معاویہ بن ابی سفیان رضؓ نے اُسے حکومت افریقہ سے معزول کر کے صرف مصر کا حاکم مقرر کر دیا اور افریقہ کی گورنری عُقبہ بن نافع الفہری کے سپرد کر دی (۵۰ھ) اور اُسے وہاں کا مستقل حاکم بنا کر دس ہزار سواروں کی جماعت سے اُس طرف ارسال کیا۔ ابن حدیج کی واپسی کے بعد عُقبہ افریقہ کے ملک میں پہنچا اور انتظام حکومت کی عنان پر قابض ہوتے ہی اُس نے نومسلم بربر والوں کو اپنی سپاہ میں شامل کر لیا اس طرح اُس کی فوجی قوت نہایت زبردست ہوگئی اور پھر اُس نے اہل افریقہ کو قتل کرنا شروع کر دیا کیونکہ وہ کمبخت اسلامی سپاہ کو اپنے ملک میں وارد دیکھکر مسلمان بنجاتے تھے اور جب اہل اسلام وہاں سے چلے جاتے تو پھر مرتد ہو جایا کرتے تھے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اس کارروائی کے بعد عُقبہ کو مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوا کہ وہ کوئی مستحکم اور محفوظ شہر تعمیر کرے تاکہ مسلمان سپاہیوں کو اُس میں قلعہ بند کر سکے اور جمعہ اور عیدین کی نمازیں ادا کرنیکا اہتمام کرے۔ عُقبہ نے اپنے ساتھی افسروں سے اس بارہ میں رائے لی تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگ صحرائی باشندے اور اونٹوں کے پالنے والے ہیں ہمکو دریا کے قریب رہنے کی کچھ ضرورت نہیں اور ایسے مقام پر اہل فرنگ کے حملوں کا بھی خوف ہے۔ لہٰذا تم ہمارے لئے وہی مقام پسند کرو جو کہ اللہ پاک نے ہم لوگوں کے واسطے پسند فرمایا ہے (یعنی صحرا) چنانچہ عُقبہ نے شہر قیروان تعمیر کرایا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "لو یہ مقام تمہارے اونٹوں کے لئے نہایت وسیع میدان ہے اور

قسطنطنیہ کے رومیوں اور الجزیرہ کے اہل فرنگ سے بھی تمکو یہاں امن حاصل رہیگا۔ عُقبہ نے وہاں ایک عالیشان مسجد بنوائی اور دیگر لوگوں نے مکانات تعمیر کئے۔ شہر قیروان کا دور تین ہزار چھ سو باعؔ تھا۔ اور وہ ۵۰ھ سے آغاز ہو کر ۵۵ھ میں یعنی پانچ سال کی مدّت میں مکمّل ہوا تھا +

عقبہ شہر قیروان کی تعمیر سے فارغ ہو چکا تو امیر معاویہ رضؓ نے اُسے افریقہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور مصر اور افریقہ دونوں ملکوں کی گورنری کے عہدہ پر مسلمہ بن مخلد انصاری کو مقرر کر کے بھیجدیا۔ مسلمہ نے افریقہ کے ملک پر اپنے مولٰی (آزاد کردہ غلام) ابا المہاجر بن دینار کو عامل مقرر کیا اور وہ ۵۵ھ میں شہر قیروان کی طرف آیا۔ لیکن شہر کے اندر نہیں اُترا اسواسطے کہ اس کے اور عُقبہ کے مابین کوئی ذاتی ناچاقی تھی۔ بلکہ اُس نے شہر سے باہر ہی اپنا کیمپ قائم کیا +

ابی المہاجر اور بربر کے ایک نامی سردار کُسیلۃ الازلی کے مابین ایک لڑائی ہوئی اور ابی المہاجر نے کُسیلہ کو شہر تلمسان کی اطراف میں سخت خونریز معرکہ کے بعد شکست دی۔ اِس فتح کے بعد ابی المہاجر کا ملک پر قبضہ ہو گیا اور کُسیلہ بھی اسیر ہو کر اُس کے سامنے حاضر کیا گیا۔ اور کُسیلہ نے اسلام لانے کی رغبت ظاہر کی اس لئے ابی المہاجر نے اُسے قتل نہیں کیا بلکہ رہا کر کے اپنا دوست اور رفیق بنا لیا۔ ابی المہاجر پہلا مسلمان امیر تھا جسنے وسط کے ملک کو پامال کیا اور اُسپر فوجکشی کی +

امیر معاویہ رضؓ کے فوت ہونے کے بعد اُسکا بیٹا یزید حکمران ہوا تو اُس نے دوبارہ ۶۲ھ میں عُقبہ بن نافع کو ملک مغرب کا گورنر مقرر کر دیا۔ عُقبہ قیروان میں آیا۔ اور یہاں اُس نے زہیر بن ابی قیس البلوی کو اپنا جانشین مقرر کر کے خود ایک جرّار لشکر کے ساتھ افریقہ اور مغرب کے باقی ماندہ ممالک کو فتح کرنے کی غرض سے پیشقدمی شروع کی۔ وہ برابر فتوحات حاصل کرتا ہوا آگے بڑھتا ہی چلا گیا۔ اُس نے بلاد الجرید کو دوبارہ فتح کیا۔ اہل فزآن سے صلح کر لی۔ اور وہاں سے الزاب اور تاہرت کی

لہ دونوں ہاتھ پھیلا دینے کے بعد ایک ہاتھ کے سرے سے دوسرے ہاتھ کے سرے تک جو فاصلہ ہوتا ہے اتنا طول ایک باع کہلاتا ہے + (مترجم عفی عنہ)

طرف گیا۔ اس ملک کے راستہ میں اُس نے بربر اور اُنکے ساتھی اہل فرنگ کی جمعیتوں کو برابر شکستیں دیں۔ ازاں بعد وہ اقصائے مغرب کی طرف بڑھ گیا۔ اور وہاں کے لوگوں کو زیر و زبر بناتا ہوا بحر محیط (اطلانطک اوشن) کے ساحل پر جا نکلا۔ عُقبہ پہلا مسلمان امیر تھا جسکے سُمّ اسپ نے اقصائے مغرب کی سرزمین کو پامال کیا اور قوم غمارۃ کے امیر جُولِیَن نے اُس کی اطاعت کا دم بھرا۔ جُولِیَن نے بہت سے تحائف و ہدایا عُقبہ کے روبرو پیش کرکے اُس سے مہربانی کی خواہش کی اور اُسے بلاد بربر کے مخفی راستوں سے آگاہ بنایا اور مَصامِدَۃ اور سُوس کے ملکوں کا راستہ دکھا دیا۔ عُقبہ نے اِن قوموں کی طرف رُخ کیا تو اُس نے دیکھا کہ وہ لوگ چوپایوں کی طرح بے عقل و بے ہوش ہیں اور آتش پرستی اُنکا مذہب ہے۔ عُقبہ نے شہر وَلِیلی (مدینہ فرعون) پر سب سے پہلا محاصرہ قائم کیا۔ یہ شہر اُس زمانہ میں بلاد مغرب کا سب سے بڑا شہر تھا۔ اسکو فتح کر لینے کے بعد عُقبہ نے بلاد سُوس کی طرف توجّہ کی اور بربر کو شکست دیکر صحرائے لمتُونہ تک اُنکا تعاقب کیا۔ ازاں بعد وہ پھر ساحل بحر محیط کی طرف پلٹا اور بلاد اَسفی کو زیر و زبر کرتا ہوا بحر اعظم اطلانطک کے کنارہ پہنچ گیا۔ اُسوقت عُقبہ کی طبیعت میں فتوحات کا جوش موجزن تھا اور دریا کو اپنے روبرو حائل پاکر وہ بےچین ہو گیا۔ اُس نے اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈالدیا اور جب گھوڑا سینہ کے قریب تک پانی میں جاکر کھڑا ہو گیا تو عُقبہ نے کچھ دیر تامل کرکے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر دئیے اور اپنے ساتھیوں سے بھی دست دعا بلند کرنیکا اشارہ کیا اور اِس حکم کی تعمیل ہو گئی۔ تو اُس نے جناب باری میں یوں دعا کی اور عرض کیا۔

پروردگارا! میں بیجا غرور اور اکڑفوں کا اظہار کرنے کیلئے ہرگز اپنے گھر سے نہیں نکلا تھا۔ اور تجھکو خوب معلوم ہے کہ ہم تیرے بندے اُسی سبب کو طلب کرتے ہوئے نکلے ہیں جسکو تیرے بندہ ذوالقرنین نے طلب کیا تھا اور وہ سبب یہ تھا کہ تیری ہی عبادت کی جائے اور تیرا کوئی شریک نہ بنایا جائے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم لوگ دین اسلام کی مدافعت کرنے کے لئے اُٹھے ہیں اور اُس کے محافظ و جان نثار ہیں۔ لہٰذا تو

ہمارا معین و ناصر رہیو! اور ہم پر ناراض نہ ہوجیو! اے صاحب جلال و اکرام!
ہماری یہ دعا قبول کر۔"

اس کے بعد عقبہ وہاں سے واپس ہوکر اپنے مرکزِ حکومت یعنی شہر قیروان کی طرف چلا آیا۔

کسیلہ الاربی جسکا پہلے ذکر ہوچکا ہے عقبہ کی فوج میں شریک تہا اور ان تمام فتوحات اور فوجکشیوں میں اس کے ہمراہ رہچکا تھا لیکن باوجود اس بات کے ابی المہاجر نے عقبہ کو نصیحت کردی تہی کہ تم ہمیشہ اس نومسلم سردار قوم کی دلجوئی اور خاطرداری مدنظر رکھنا۔ عقبہ اس سچی نصیحت کے خلاف ہی عمل کرتا رہا۔ اور کسیلہ ہرموقع پر ذلت وحقارت کی نظروں سے دیکھا گیا۔ چنانچہ جسوقت وہ ان فتوحات سے فارغ ہوکر واپس آرہا تھا اور اس نے یہ خیال کرکے کہ اب میں تمام ممالک بربر اور فرنگ کو پامال کرکے انپر اپنا رعب جما چکا ہوں اور کسی میں اتنی سکت نہیں جو میرے مقابلہ پر آئے جملہ فوج وسپاہ کو قیروان کی طرف پہلے ہی روانہ کردیا اور خود معدودے چند لوگوں کی جمعیت سے کوچ ومقام کرتا ہوا سفر کرنے لگا۔ عقبہ کو اس حالت میں دیکھکر اس کے دشمنوں اور بداندیشوں نے اس کے قتل کردینے کی کھچڑی آپس میں پکانی شروع کی۔ انہوں نے اس بارہ میں کسیلہ سے پیام سلام شروع کیا اور پہر اپنی بھاری جمعیت کو اکٹھا کرکے عقبہ کے پیچھے پڑگئے۔

عقبہ اور اس کے ساتھیوں نے یہ آفت ناگہانی اپنے سروں پر نازل ہوتی دیکھکر جان سے ہاتھ دہو ڈالے اور آمادۂ مرگ ہوکر ڈہالیں اور نیام توڑ پھینکے۔ اور تلواریں لیکر جانبازی پر مستعد ہوگئے۔ عقبہ کے ساتھ اسوقت تین سو سے کچھ ہی زائد عرب بہادر تھے اور ان میں بڑے بڑے سرداران نامی سب صحابہ رض اور تابعین رح کے گروہ سے تہے۔ انہوں نے بربر لوگوں کا خوب ہی مقابلہ کیا۔ لیکن بڑا فرق تہا۔ وہ ہزاروں تہے۔ اور انکی تعداد تین چار سو۔ آخر یہ سب مقتول ہوگئے اور اسی میدان میں ان کا گنج شہیداں بنا چنانچہ انکے مزارات کی زیارت کو آج کل لوگ اُس [illegible] یا کرتے ہیں۔

اِس واقعہ کے بعد کُسَیلہ نے بربر کی عظیم الشان فوج لیکر شہر قیروان پر پیشقدمی کردی جو آندنوں سرزمین مغرب کا دارالامارۃ تھا اور تمام عرب کے لوگ اور سردارانِ اسلام وہیں قیام رکھتے تھے مسلمانوں کو یہ حسرتناک خبر ملی تو اُنکے ہوش بجا نہ رہے اور اُنہیں سخت صدمہ ہوا۔ زُہیر بن قیس نے مسلمانوں کو جمع کر کے اُن کے روبرو ایک جوش دلانے والی تقریر کی اور اُنہیں وحشی بربر لوگوں سے مقابلہ کرنے پر اُبھارا لیکن حنش بن عبداللہ صنعانی نے زُہیر کی رائے سے اختلاف کیا کیونکہ اُسکے خیال میں مسلمانوں کی موجودہ جمعیت اہل بربر کے مقابلہ میں مدافعت کرنے کے لئے کافی نہ تھی اسواسطے اُس نے جان بچا کر نکلجانا ہی بہتر تصوّر کیا اور لوگوں سے پکار کر کہدیا کہ "بھائیو! میں تو جاتا ہوں اب تم میں سے جسکا دل چاہے رہے اور جسکا جی چاہے نکل چلو" اکثر لوگ حنش کے ساتھ ہو لئے اور معدودے چند قیروان ہی میں رہگئے۔ زُہیر اپنے خاندان والوں کے ساتھ وہیں رہا مگر بعد میں اُسے بھی مجبوراً قیروان سے نکل کر شہر برقہ میں چلاجانا پڑا۔ اور وہ وہاں بیٹھکر خلفاء کی طرف سے مدد آنے کا انتظار اور ملک مغرب کے حالات کا مشاہدہ کرتا رہا ٭

کُسَیلہ کی شان و شوکت روز بروز بڑھتی گئی۔ مغرب کے بربر اور اہل فرنگ سب اُس کے ساتھ ملگئے اور اُس نے ۶۴ھ میں قیروان پر قبضہ کرلیا۔ اُسوقت باقی ماندہ اہل عرب بھی شہر چھوڑکر بھاگ گئے۔ اور زُہیر سے جاملے اور صرف وہی لوگ شہر قیروان میں رہگئے جو بال بچوں والے تھے اور اُن کے پاس سازوسامان کا بہت کچھ بوجھ تھا۔ چنانچہ کُسَیلہ نے اُن لوگوں کو امان دیدیا اور پھر وہ قیروان میں اپنے قدم جماکر بربر اور وہاں کے باقی ماندہ عربوں پر حکمران بنگیا ٭

پانچ سال کی مدت تک کُسَیلہ کا اختر اقبال خوب چمکتا رہا۔ اور افریقہ و مغرب کی حکومت اُس کے قابو میں تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اُموی سلطنت کے ارکان متزلزل ہورہے تھے۔ یزید بن معاویہ کی موت، ضحاک بن قیس کی شورش اور آلِ زُبیرؓ کی لڑائیاں، معاملہ خلافت کو مضطرب بنارہی تھیں اور کوئی خاندان مستقل طور سے اپنی

خلافت کو جما نہیں سکا تھا۔ مگر پانچ سال بعد جب عبد الملک بن مروان مستقل خلیفہ
ہوگیا اور خلافت اسلام کے مشرقی قلمرو سے شورش اور ہنگاموں کے آثار مٹ گئے
تب عبد الملک نے پھر ممالک مغرب کی طرف توجہ کی اور اُس نے زُہیر کے پاس
بربر سے جنگ کرنے کے لئے کمکی فوجیں ارسال کیں۔ زُہیر اب تک شہر برقہ میں خاموش
بیٹھا تھا۔ دربار خلافت سے اُس کو امداد و اعانت ملی اور قیروان کے بربریوں سے واپس
لینے کا حکم صادر ہوا تو وہ مستعد ہو کر اُٹھا اور عقبہ بن نافع کے ایسے بے نظیر مسلمان سردار
کا انتقام لینے پر کمربستہ ہوگیا۔ سنہ ۶۹ھ میں زُہیر نے قیروان پر پیشقدمی کی۔ کُسیلہ نے
تمام قبائل بربر کی کثیر جمعیت فراہم کرکے قیروان کے اطراف میں ایک مقام پر جسکا نام
"ممس" تھا زُہیر کا مقابلہ کیا۔ جانبین کے بہادروں نے خوب دادِ دلیری دی اور کئی
زور شور کے معرکے ہوئے لیکن آخر میں بربر ہزیمت اُٹھا کر بھاگے اور کُسیلہ اور دیگر
بربر لوگوں کے نامی گرامی سردار سب میدانِ رزم میں کام آئے۔ انکے علاوہ بیشمار
عام بربر میدان میں کھیت رہے اور دلیرانِ عرب نے فراری بربریوں کا تعاقب
دریائے مُلویہ تک کیا۔ اس معرکہ میں بربر کے تمام کار آزما سردار اور نامی لوگ ایک ایک
کرکے فنا ہوگئے۔ اور اُنکی شان و شوکت بالکل مٹ گئی۔ اہل فرنگ کے بھی بازو ٹوٹ
گئے اور باقی ماندہ بربر اہل عرب کے نام سے تھرانے لگے۔ اُنپر اسقدر خوف طاری ہوا
کہ آباد اور سیرحاصل زمین کو چھوڑ کر قلعوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں میں جا چھپے اور اُنکا
عام جتھا اقصائے مغرب کے ملک میں جاکر سکونت پذیر ہوگیا۔ اُنہوں نے وہاں پہنچکر شہر
"لیلی" پر قبضہ کرلیا اور وہیں کچھ اس طرح گمنام اور خاموش ہو کر رہنے لگے کہ پھر عرصۂ مدید
تک اُنکا نام بھی کسی نے نہیں سُن پایا۔ یہانتک کہ ادریس بن عبد اللہ اُنکے پاس پہنچا
اور اُنہوں نے اُس کی دعوت کو شائع کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔

زُہیر اس فتح و ظفر کے بعد مشرق کو واپس آرہا تھا کہ اُس نے بمقام برقہ
رومیوں کے ایک جنگی بیڑہ کو مسلمانوں سے مصروف جنگ پایا۔ رومیوں نے کچھ
مسلمانوں کو اسیر بھی کر لیا تھا۔ قیدی مسلمانوں نے زُہیر کو دیکھکر شور و فریاد مچایا۔ زُہیر

کے پاس اُسوقت بہت ہی کم تعداد کے آدمی تھے مگر اُسکا جوش اپنے دینی بھائیوں کی مصیبت دیکھکر بڑھگیا۔ اور وہ بلا اندیشۂ انجام تکبیر کہتا ہوا دشمن رومیوں پر جا پڑا۔ لیکن کیا ہو سکتا تھا۔ رومیوں کی جماعت بیحد قوی تھی۔ زہیر اور اُس کے نامور ساتھی شربت شہادت نوش کرکے وہیں ڈھیر ہوگئے اور باقی لوگ بھاگ کر دمشق پہنچے جہاں اُنہوں نے خلیفہ عبدالملک سے یہ حسرت زا واقعات بیان کئے ۔

زہیر کے مقتول ہوجانے سے ممالک مغرب میں پھر بدنظمی پھیل گئی۔ بربر نے ہر بونگ مچادی۔ متعدد سردار بجائے خود بادشاہ بن بیٹھے۔ منجملہ اُنکے ایک ملکہ "داہیۃ" نامی جسکو کہانت اور غیب دانی کا دعوے بھی تھا بڑی قوی شوکت اور باثر تھی۔ عبدالملک بن مروان نے اپنے عامل حسان بن النعمان غسانی کو جو ملک مصر پر گورنر مقرر تھا بربر پر فوجکشی کے لئے حکم بھیجا اور کمک بھی ارسال کی اور ۶۹ھ میں (۴۰۰۰۰) جنگ آور سپاہیوں کو ہمرکاب لیکر قیروان میں آپہنچا۔ کچھ دنوں قیروان میں دم لیکر اور سفر کی تکان دور کرکے حسان نے سب سے پہلے شہر قرطاجنہ کو تاکا جو اُسوقت ممالک مغرب کا سب سے عظیم الشان اور مستحکم شہر تھا۔ اس شہر میں اہل فرنگ اور رومیوں کی بے شمار جماعتیں رہتی تھیں۔ حسان نے اُسکو فتح کرلیا اور بزور شمشیر شہر میں گھسکر قتل عام مچادیا۔ اکثر رومی اور فرنگی اُس کے ہاتھوں قتل ہوئے اور بقیۃ السیف بحری راستہ سے جہازوں پر سوار ہوکر جزیرہ صقلیہ اور اندلس کی طرف بھاگ گئے۔ حسان نے شہر قرطاجنہ کو بالکل منہدم کرکے خاک میں ملادیا۔ اور پھر وہاں سے روانہ ہوکر مقام نبزرت کے نزدیک اہل فرنگ اور بربر کی جماعت سے مقابلہ کیا۔ یہاں بھی اُسکو فتح ملی اور بربر اور فرنگی دونوں شکست کھاکر بھاگے۔ بعد ازاں حسان نے اُس کاہنہ عورت "داہیۃ" کی طرف رُخ کیا اور وہ بھی مسلمانوں کی آمد سُنکر انہیں روکنے کے لئے بڑھی چنانچہ دہ اُوراس کے سامنے جہاں اُس کاہنہ کا مسکن تھا دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور بڑے زور شور کی لڑائی ہونے لگی لیکن اس معرکہ میں مسلمانوں نے ہزیمت اُٹھائی اور بہت بڑی تعداد کے مسلمان جنگ میں مقتول ہوگئے۔ کاہنہ اور بربر اہل عرب کے تعاقب

ہیں دُور تک بڑھتے چلے گئے اور حسّان کو قابس کے علاقہ سے باہر تک نکال آئے۔ حسّان ہزیمت خوردہ طرابلس کے علاقہ میں پہنچگیا تھا کہ وہاں اُسکو خلیفہ عبدالملک کا فرمان ملا۔ خلیفہ نے اُسے حکم بھیجا کہ جس جگہ یہ فرمان ملے وہیں جم جانا اور خبردار پیچھے نہ ہٹنا۔ چنانچہ اُس نے برقہ میں قیام کیا اور وہاں اپنے مشہور محلات بنوائے۔ کاہنہ داہیہ نے اہل عرب کو بلاد مغرب سے چن چن کر نکالنا شروع کیا اور اُس نے عام حکم دیدیا کہ تمام آباد شہر، مستحکم قلعے اور سرسبز مزارع تباہ وغارت کر دیئے جائیں اور ملک کو بالکل ویران وغیر آباد بنا دیا جائے تاکہ پھر اہل عرب کے لئے اس ملک میں قدم رکھنا بے سود بات بنجائے۔ ایک آباد وشاد ملک میں ایسی چیزوں کی کیا کمی ہو سکتی تھی اس لئے افریقہ اور مغرب میں بھی ہر طرف آباد شہر، سیر حاصل اراضیاں، اور تروتازہ باغات کی قسم سے بیشمار تعداد موجود تھی۔ بربر لوگوں پر کاہنہ کا یہ حکم بہت شاق گذرا اور اُنہوں نے اُسکی طرف سے برگشتہ ہو کر پھر اہل عرب سے میل کرنے کی کوشش کی۔ حسّان کے پاس طلب امان کا پیام ارسال کیا اور اُس نے منظور کرلیا۔ پھر حسّان نے ایک شخص کو خفیہ طور پر داہیہ کے حالات جاننے اور اُس کے اسرار کا پتا لگانے کے لئے ارسال کیا اور اُس مخبر نے مکّارہ عورت کا تمام گورکھ دھندا دیکھ لیا تو حسّان کو اُس کے اسرار پر مطلع بنا دیا۔ بعدازاں ۷۴ھ میں حسّان نے پھر مغرب پر فوجکشی کی اور اس مرتبہ اُس نے داہیہ کو سخت ہزیمت دیکر اُسے قتل کردیا اور اُسکا گھر کھود پھینکا۔ جس پہاڑ پر داہیہ کا قیام تھا اگرچہ وہ نہایت دشوار گذار تھا۔ لیکن مخبر نے تمام مخفی راستوں کا علم حاصل کرلیا تھا اس لئے حسّان بڑی آسانی کے ساتھ داہیہ کے قصر تک جا پہنچا اور اُس کو مع اُس کے بدمعاش مددگاروں کے قتل کردیا۔ جن لوگوں نے امان طلب کی اُنکو امان دی اور پھر سب بربر مشرف باسلام ہوگئے اور اُنکا اسلام نہایت اچھا ہوا۔ حسّان ان کامیابیوں کے بعد قیروان میں واپس چلا آیا اب ملک میں اُس کی حکومت خوب جم گئی تھی اور ہر طرف مملکت میں امن وامان کا دَور دَورہ تھا۔ حسّان نے باقاعدہ محکمہ مال قائم کیا اور افریقہ کے باشندوں پر خراج مقرر کردیا۔ اُسی وقت خلیفہ عبدالملک نے حسّان کو افریقہ میں کارخانہ جہاز سازی قائم کرنے کا

بھی حکم بھیجا تھا تاکہ بحری جہاد کا سامان تیار رہے ۰

حسّان بہت دنوں تک ممالک مغرب کا گورنر رہا یہانتک کہ عبداللہ بن مروان حاکم مصر نے جو ممالک مغرب کا بھی حاکم اعلےٰ تھا حسّان کو معزول کردیا۔ چنانچہ حسّان اپنے ماتحت فوجی افسروں میں سے ایک شخص کو مغرب کے ملک پر اپنا نائب مقرر کرکے خود بہت کچھ نفیس ساز و سامان ساتھ لئے ہوئے ممالک مشرق کو چلا گیا اور خلیفہ کے پاس دمشق میں جاکر حاضر دربار رہا۔ اور اُن دنوں ولید بن عبدالملک خلیفہ تھا ۰

حسّان کے جاتے ہی مملکت مغرب کا شیرازہ پھر درہم و برہم ہو چلا۔ اور بربر لوگوں کی بے چین طبیعتوں نے شورش و اضطراب کی طرف میل کیا۔ دربار خلافت میں یہ خبریں پہنچیں تو وہاں سے خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اپنے چچا عبداللہ بن مروان گورنر مصر کو لکھا کہ بہت جلد سپہ سالار موسیٰ بن نصیر کو افریقہ کی طرف روانہ کردے۔ موسیٰ بن نصیر نے قیروان میں آکر صالح حسّان کے خلیفہ کو معزول بنادیا اور چونکہ اُس نے اہل بربر کے تیور بُرے دیکھے اس لئے وہ فوراً اُنکی سرکوبی پر مائل ہو گیا۔ ملک میں ہر طرف فوجیں ارسال کیں اور اپنے فرزند عبداللہ کو جزیرہ میورقہ پر حملہ کرنے کے لئے بحری راستے سے روانہ کیا۔ عبداللہ بہت قلیل عرصہ میں اپنے حملہ کو کامیاب بناکر مال غنیمت لئے ہوئے واپس آگیا۔ تو موسیٰ بن نصیر بربر لوگوں کے تعاقب میں چلا اور برابر فتوحات حاصل کرتا ہوا مغرب کی سمتوں میں بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور سوس ادنےٰ تک جاکر وہاں سے سبتہ کی طرف پلٹا۔ جولین سبتہ کے حاکم نے موسےٰ سے مصالحت کرلی اور جزیہ دینا قبول کیا۔ جولین عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ موسےٰ نے اُسے بحال رکھا اور اُس کے بیٹے اور رشتہ داروں کو بطور یرغمال کے لیلیا۔ تاکہ اُسے سرکشی کا خیال نہ پیدا ہوسکے۔ پھر موسیٰ نے طنجہ پر حملہ کیا اور ۸۸ھ میں مقام درعہ[1] اور صحرائے تافیلالت[2] کو فتح کرلیا۔ اور اُنھی

[1] شہر سلجماسہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر مغربی جانب ایک چھوٹا شہر ہے ۰

[2] تافلت۔ یا تافیلالت۔ یا تفیلات۔ ملک مراکش کا ایک خطہ نہایت سرسبز و سیراب اور کوہستان اطلس کے جنوب مشرقی سمت میں واقع ہے ۰

شہر طنجہ پر طارق بن زیاد لیثی کو امیر مقرر کر دیا اور اُس کے ساتھ (۷۰۰۰) عرب اور (۱۲۰۰۰) بربر سپاہیوں کی فوج متعین کر دی - اور اس کے بعد طارق نے ملک اندلس کو فتح کیا جسکو حالات "تاریخ عرب" میں بیان ہوئے ہیں ۔

بربر لوگوں کا اسلام اُس وقت تک پختہ اور انکے قلوب اُس زمانہ تک ہرگز مطمئن نہیں ہوئے جبتک کہ امیر موسیٰ نے بلاد اندلس کی طرف بعزم جہاد کوچ نہیں کیا اور وہ بہت سے بربر سرداروں کو اپنے ساتھ لیگیا جو وہیں اندلس میں سکونت پذیر ہوگئے اور اس کے بعد ممالک مغرب میں اسلام کا نور پھیل چکا اور بربر لوگ احکام اسلام کے دل سے پابند ہوکر مرتد ہونیکو بالکل بھول گئے - مگر اس کے بعد اُن میں خارجی مذہب کا شیوع ہوا جسکا بیان آگے چلکر آئیگا ۔

پھر جب سردار موسیٰ بن نصیر ملک مغرب سے سرزمین مشرق کیطرف چلا گیا اور خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے اُسکو ذلیل و خوار بنا کر قتل کر دیا تو خلیفہ نے موسیٰ کے فرزند عبداللہ بن موسیٰ کو بھی جسے موسیٰ یہاں سے جاتے وقت مملکت مغرب کا حاکم بنا گیا تھا معزول کر دیا اور اُس کی جگہ ۹۷ھ میں محمد بن یزید کو مغرب کا حاکم بنا کر اسے حکم دیا کہ موسیٰ بن نصیر کی اولاد کو قتل و تباہ کر ڈالے اور انکا تمام مال و متاع لیلے - چنانچہ محمد بن یزید نے اس حکم کی تعمیل کی ۔

محمد بن یزید بڑا عادل، خوش مزاج، اور نیک سیرت حاکم تھا - اُس نے ملک مغرب کے سرحدی مقاموں اور بحری بندرگاہوں پر مخالفین سے بڑی دلیری کے ساتھ جنگ کی اور اسی عہدہ پر مامور ہونے کی حالت میں فوت ہوگیا ۔

محمد بن یزید کے بعد اندلس کا ملک بھی مملکت مغرب اور افریقہ کا ایک ماتحت صوبہ بنا دیا گیا اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر کو ۱۰۰ھ میں اس ملک کا حاکم بنا کر ارسال کیا - اور وہ قیروان میں آیا - اسمٰعیل بڑا اچھا امیر اور نہایت نیک شخص تھا - اُس کے ہاتھوں تمام بربر مسلمان مشرف باسلام ہوگئے اور اُس نے اُن نو مسلموں کو مذہبی تعلیم دلائی ۔

یزید بن عبدالملک نے اپنے عہدِ خلافت میں مملکت مغرب کی گورنری پر مشہور
ظالم حجاج کے مولیٰ یزید بن ابی مسلم کو حاکم مقرر کیا۔ اور اس حاکم نے بہت بُرا وتیرہ
اختیار کیا۔ اِس نے اپنی جانب سے اندلس پر عقبہ بن سحیم کلبی کو حاکم مقرر کر کے
ارسال کیا تھا۔ پھر اہل مغرب نے ابی مسلم مذکور سے بغاوت کر کے ۱۰۲ھ میں اس کو
قتل کر دیا اور محمد بن یزید کو دوبارہ اپنا حاکم بطور خود بنا لیا جو اُس وقت صقلیہ پر حملہ کر رہا تھا اور
خلیفہ کو یہ تمام حالات لکھ بھیجے کہ یزید ثقفی نے یوں بدچلنی اختیار کی تھی اور ہم لوگوں نے اُس کے
ساتھ یہ برتاؤ کیا۔ خلیفہ نے بھی اُنکی بات تسلیم کر لی اور محمد بن یزید کو حاکم افریقہ رہنے دیا۔
پھر کچھ دنوں بعد خلیفہ نے ۱۰۳ھ میں بشر بن صفوان الکلبی کو افریقہ کا حاکم بنا دیا جو مصر پر
حاکم تھا اور اُس نے ملک مغرب کو خوب درست بنایا، تمام ملک کو امن و امان سے بھر دیا
اور موسیٰ بن نصیر کے خاندان کا باقی حصہ بھی تباہ و صاف کر ڈالا۔ پھر وہ اِن کارگذاریوں کے
بعد دربار خلافت میں حاضر ہونے کی نیت سے دمشق چلا گیا۔ لیکن جب وہ وہاں پہنچا ہے
تو خلیفہ یزید بن عبدالملک مر چکا تھا اور خلیفہ ہشام سے بیعت ہو گئی تھی۔ چنانچہ ہشام نے
اُسے پھر اُس کی جگہ پر مغرب میں بھیج دیا اور وہ واپس آکر قیروان میں قرار پذیر ہو گیا۔

۱۰۹ھ میں بشر بن صفوان نے صقلیہ پر بذات خاص فوجکی کمان ہاتھ میں لیکر حملہ
کیا تھا۔ اور جب وہ مر گیا تو خلیفہ ہشام نے ۱۱۰ھ میں عبیدہ بن عبدالرحمٰن السلمی کو ملک
مغرب کا گورنر بنایا۔ یہ حاکم مملکت مغرب اور اندلس دونوں کی نگرانی اور اعلیٰ حکومت پر مامور
ہوا تھا اور ساڑھے چار سال اس منصب پر رہنے کے بعد معزول کر دیا گیا۔ اُس کے بعد
عبیداللہ بن الحبحاب کو اس ملک کی گورنری ملی جو ایک نہایت فاضل رئیس اور جلیل القدر
امیر ہونے کے علاوہ بڑا خوش بیان مقرر بھی تھا اور مغرب کا حاکم مقرر ہونے سے قبل
مصر کا والی رہ چکا تھا۔ وہ ۱۱۴ھ میں قیروان آیا اور اُس نے طنجہ اور اقصائے مغرب کے
ملک پر عمر بن عبداللہ مرادی کو اور ممالک سوس اور اس کے ماورا ممالک پر اپنے فرزند
اسماعیل کو امیر اور عامل مقرر کیا۔ عبیداللہ مذکور نہایت پاکیزہ اخلاق کا شخص تھا۔ اُس کی
حکومت کے عہد میں رعایا خوب آباد و شاد رہی۔ اُس نے ملک میں امن و امان قائم

کرنے کے بعد مشہور مسجد جامع زیتونہ بنوائی جو آج تک ممالک مغرب میں بہت بڑی اسلامی درسگاہ مانی جاتی ہے۔ یہ مسجد شہر تونس میں واقع ہے اور کہا جاتا ہے کہ عبید اللہ نے صرف اُسکو مکمل کردیا تھا ورنہ اُس کی بنیاد تو حسان بن النعمان نے ڈالی تھی۔ عبید اللہ نے تونس ہی میں ایک جہاز سازی کا کارخانہ بھی قائم کیا اور ۱۲۲ھ میں بلاد سوڈان اور جزیرہ صقلیہ پر حملے کئے۔ اس حملہ میں اُس نے شہر سرقوسہ (سراگوزا) کو فتح کیا۔ عبید اللہ نے جس شخص کو طنجہ پر عامل مقرر کیا تھا اُس کی بے اعتدالیوں سے اقصائے مغرب کے بربر سخت تنگ ہو گئے اور اُس نے اُنکو بہت ستایا تو اُنہوں نے علانیہ بغاوت کردی۔ ملکی فوجوں کا جزیرہ صقلیہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا جانا بربر لوگوں کی مزید جرأت کا سبب بنا۔ اور اُس وقت خارجی فرقہ کا اعتقاد بھی بربر والوں کے دلوں میں بہت کچھ اثر کرچکا تھا۔ چنانچہ بڑے بڑے بربر سرداروں نے اس بدعتی گروہ کے عقائد ملک عراق کے اُن عربوں سے سیکھے تھے جو کہ وہاں سے مارے بھگائے ہوئے سرزمین مغرب میں جا ڈٹے تھے اور یہ بات بہت زبردست سبب خلفاء کی بدرعبی پیدا کرنے کا تھا۔ چنانچہ بربر نے پھر اہل عرب کا مقابلہ کرنے پر کمر باندھی اور وہ خود حکومت وسلطنت حاصل کرنے کے درپے ہوئے۔ سرزمین مغرب کے اُن حصوں میں جہاں فتنہ وفساد کی بم پھوٹی ہے میسرۃ المصغری نامی ایک شخص جو خفیر کے لقب سے مشہور تھا خارجی لوگوں کا بڑا سرغنا تھا۔ بربر کی جماعتیں اُس کے زیر نشان فراہم ہوکر طنجہ کی طرف بڑھیں۔ جہاں عمر بن عبید اللہ اقصائے مغرب کا عرب امیر مقیم تھا۔ اور ۱۲۲ھ میں اہل عرب اور بربر کے مابین اس مقام پر ایک خونریز جنگ پیش آئی۔ اس لڑائی میں عمر بن عبید اللہ مارا گیا اور خارجی سرغنا خفیر مظفر ومنصور ہوا۔ اُس نے طنجہ پر اپنی طرف سے عبد الاعلیٰ ابن جریج افریقی کو حاکم بنا دیا۔ مگر بعد میں اس حاکم کو ملک سوس کے حاکم اسماعیل نے قتل کردیا۔ میسرہ مذکور جس وقت طنجہ پر قابض ہوگیا تو بربر لوگوں نے اُس سے بیعت خلافت کرلی اور اُسے امیر المؤمنین کہنے لگے۔ اُس وقت ملک مغرب میں نہایت گڑبڑ اور بدامنی مچی ہوئی تھی بربر کے تمام قبائل خارجی مذہب کے پابند بنتے جاتے تھے اور ابن الحبحاب

اس فتنہ کو فرو کرنے سے عاجز ہوگیا تھا۔ لیکن میسرہ کی شامت خود اُس کے ہاتھوں آئی تھی اُس نے عزت وجاہ حاصل کرلینے کے بعد بدرویگی اختیار کی اور بربر اُس سے بھڑک اُٹھے چنانچہ اُنہوں نے میسرہ کو قتل کردیا اور بجائے اُس کے خالد بن حبیب زناتی کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ خالد مذکور خوب شان وشوکت حاصل کرسکا اور خلیفہ کی فوجیں اُس کے مقابلہ میں ہزیمت اُٹھاکر پسپا ہوئیں جس معرکہ میں اہل عرب کی سپاہ نے خالد کے مقابلہ میں شکست اُٹھائی ہے وہ معرکہ جنگ اشراف کے نام سے موسوم ہوا اور اس کے بعد بربر کی تمام قوت اکٹھی ہوکر ابن الحبحاب پر ٹوٹ پڑی۔ خلیفہ کو یہ خبر ملی تو اُس نے ابن الحبحاب کو معزول کرکے سنہ ۱۲۳ھ میں اُس کی جگہ کلثوم بن عیاض قشیری کو گورنر مغرب بناکر ارسال کیا اور ایک جرار لشکر اُس کے ساتھ کردیا۔ کلثوم کی فوج تمام دیگر شامل شدہ لشکروں کو ملاکر ستر ہزار ہوگئی تھی اور بہت کچھ پس وپیش کے بعد وہ اور حبیب بن عبیدہ دونوں سردار بشفق رائے سے بربر کے مقابلہ پر بڑھے۔ دریائے سبو(۱) کے کنارہ جو کہ شہر طنجہ کے علاقہ میں واقع ہے دونوں جمعیتوں کا مقابلہ ہوا اور نہایت زور شور کے ساتھ جنگ ہوئی۔ کلثوم اور حبیب بن ابی عبیدہ اور بہت سی عربی فوج اس معرکہ میں قتل ہوگئی اور باقی ماندہ لشکر منتشر ہوکر مصر، اندلس، اور قیروان کو چلا گیا۔

خلیفہ ہشام کو کلثوم کی اور اُس کے ساتھیوں کی سرگزشت کا علم ہوا تو اُس کے دل پر ایک چوٹ سی لگی اور اُس نے پیچ وتاب کھاکر حنظلہ بن صفوان الکلبی کو سنہ ۱۲۴ھ میں مملکت مغرب کا گورنر مقرر کرکے ارسال کیا۔ حنظلہ قیروان میں آکر ہنوز پوری طرح قیام بھی نہیں کرنے پایا تھا کہ صفریہ قبائل کے لوگوں اور اُن کے شریک بربر قبائل نے زیر کمان عکاشہ اور عبدالواحد کے حنظلہ پر حملہ کردیا اور شہر قیروان کے سامنے آپڑے۔ حنظلہ بھی شہر سے باہر نکلا اور اُس نے بربر سرداروں کی جمعیت سے جنگ کی اُنہیں شکست دی۔ حنظلہ نے اس لڑائی میں بربر سرداروں کو چن چن کر قتل کیا اور وہ اس قدر دلیری کے ساتھ لڑا کہ بربر لوگوں کے دانت کھٹے ہوگئے۔ حنظلہ نے فتح کی خبر

---

(۱) اس دریا کا نام الجھو بھی ہے اور یہ شہر فاس کو سیراب بناتا ہے۔ یہ مراکش کا مشہور دریا ہے۔

خلیفہ کو لکھ بھیجی اور پھر وہ بربر کا تعاقب کرنے اور اُنہیں ڈھونڈہ ڈھونڈ کر قتل کر دینے میں مصروف ہوٗا۔ حنظلہ نے اپنی تدبیر سے بہت جلد تمام ملک مغرب اور اندلس کو ہر قسم کے فتنہ و فساد سے پاک بنا دیا اور خود اس ملک پر بآرام اُس وقت تک برابر حکومت کرتا رہا۔ کہ ولید الفاسق کے فتنہ اور شیعہ اور خوارج کے مروان الحمار سے بغاوت کرنیکے سبب سے اُموی خلافت کا حال ابتر ہو گیا اور اُسکا شیرازہ فرو ہو چلا۔ چنانچہ اُسی زمانہ میں سرزمین مغرب میں صالح بن طریف برغوطی کا ظہور ہوٗا (۱) جس نے نبوت کا بھی دعوٰی کیا تھا۔ اور جو بڑا باخبر عالم تھا۔

(۱) اس شخص نے جس گمراہی کو رواج دیا اُس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ لوگوں سے اپنی نبوت کا اقرار لیا کرتا تھا۔ ماہ رمضان میں روزے رکھنا موقوف کرکے ماہ رجب کو صوم کے لئے مقرر کیا تھا۔ اپنی اُمت پر دس[۱۰] وقت کی نماز فرض کی تھی پانچ وقت دن میں اور پانچ وقت راتیں۔ ہر شخص پر اکیس[۲۱] تاریخ ماہ محرم کو قربانی کرنا واجب کیا تھا۔ وضوء میں ناف اور دونوں بُن رانوں کا دہونا ضروری قرار دیا تھا۔ غسل جنابت اُسی وقت کرنیکا حکم تھا جبکہ فعل حرام کے مرتکب ہوں ورنہ نہیں۔ نماز صرف اشاروں سے ادا کیجاتی تھی۔ ہاں آخری رکعت میں اکٹھے پانچ سجدے کرنیکا حکم تھا۔ کچھ کھانے یا پینے کے وقت وہ لوگ "باسمك یاكسثري" کہتے تھے جو اُنکے خیال میں "بسم اللہ" کا مرادف کلمہ تھا۔ پھلوں کا عشر نکالتے تھے۔ اور جتنی عورتوں سے دل چاہے نکاح کر سکتے تھے۔ ہاں چچیری بہنوں سے نکاح کرنا جائز نہ تھا۔ ایک دن میں ہزار مرتبہ طلاق دینا اور رجعت کر لینا روا تھا اور کبھی عورت اُن برائی باتوں سے حرام نہیں ہوتی تھی۔ چور کی سزا قتل تھی۔ اور اُس نے یہ عقیدہ قرار دیا تھا کہ تلوار ہی چوری کے جرم کا کفارہ ہے۔ خون بہا میں صرف گائے دینا ضروری تھا۔ ہر ایک جانور کا سر اُس کی اُمت پر حرام تھا۔ مرغی کا کھانا مکروہ تھا۔ مرغ کی بانگ اُنکے اوقات کی رہنما اور گھڑی کی قائم مقام تھی۔ اُس نے اپنے معتقدوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے سرداروں کا تھوک اور اُنکا لعاب چاٹ لیا کریں۔ چنانچہ وہ لوگوں کے ہاتھوں پر تھوکتا تھا جسے وہ لوگ چاٹ جاتے تھے اور بعضوں کے لئے دوا و شفا سمجھکر انہیں اُسکا تھوک چٹایا کرتے تھے۔ اُس نے ایک خاص قرآن بھی اپنی بولی میں مرتب کیا تھا اور اُس کی اُمت نمازوں اور مسجدوں میں وہی قرآن پڑھتی تھی

سنہ ۱۲۷ھ میں عبدالرحمن بن حبیب نے جو عقبہ بن نافع کی نسل سے تھا ملک مغرب پر تسلط کر لیا۔ اور حنظلہ اس کے ہاتھوں سے شکست کھا کر مشرق کو بھاگ گیا۔ عبدالرحمن مذکور پہلا شخص تھا جس نے ملک مغرب پر غلبہ حاصل کر کے اپنی حکومت قائم کی۔ مروان الحمار خلیفہ ہوا تو عبدالرحمن کو اس نے بھی اس ملک کا حکمران بنا دیا کیونکہ عبدالرحمن نے اسے اپنی اطاعت کا عہد نامہ لکھ بھیجا تھا۔ اُن دنوں بربر لوگوں کا زور پھر ترقی کر گیا تھا۔ اور انہوں نے بغاوت برپا کر دی تھی۔ عبدالرحمن نے اُن سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور انکی جمعیت کو پراگندہ بنا کر خوارج کا قلع قمع کیا۔ یہاں تک کہ ۱۳۵ھ میں افریقہ کے ملک سے اس فرقہ کا نام مٹا دیا۔ پھر اس نے بحری جنگ آغاز کی اور صقلیہ اور سردینیا کے جزائر پر دو فوجیں ارسال کیں جنہوں نے اہل فرنگ کو زیر کر کے اُن سے جزیہ وصول کیا۔ اسی حاکم نے خلافت امویہ کی بربادی کے بعد مفرور شہزادہ عبدالرحمن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) برغوطی کا دعویٰ تھا کہ وہ قرآن وحی کے طریقہ سے اُس پر نازل ہوا ہے اس کی سورتوں کے نام انبیاء کے ناموں پر رکھے تھے۔ مثلاً سورۃ آدم، نوح، ابراہیم، وغیرہ اور سورۃ ہرود (مرغ) بھی ایک سورۃ تھی۔ پھر ایک سورۃ عجائبات عالم کے نام سے موسوم تھی جسمیں اس نے تمام احکام مذاہب اور قوانین درج کیے تھے اور وہ اپنے تئیں "صالح المومنین" کے نام سے موسوم کرتا تھا جسکا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ صالح کا ظہور خلیفہ ہشام کے عہد ۱۲۷ھ میں ہوا تھا۔ اُسکا قول تھا کہ وہی مہدی اعظم ہے جسکے پیچھے عیسیٰ نماز ادا کرینگے اور آسمان سے نازل ہو کر اُسکا ساتھ دینگے۔ وہ کہتا تھا کہ اُسکا نام عربی میں صالح، سریانی میں مالک، فارسی میں عالم، (خردمند) عبرانی میں روبیل، اور بربری میں "وارنا" ہے جسکے معنے ہیں کہ آخری زمانہ کا سب سے پچھلا نبی۔ وہ (۴۷) سال حکومت اور نبوت کر کے سرزمین مغرب سے ایشیا کے ممالک میں چلا آیا اور بربر لوگوں سے یہ وعدہ کر گیا تھا کہ تمہارے ساتویں تاجدار کے عہد میں پھر واپس آؤنگا۔ اُس نے انہیں ہدایت کر دی تھی کہ اپنے دین پر جمے رہنا اور اپنے بیٹوں کو اُنکا مقتدی بنا گیا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ برابر نسلاً بعد نسل اپنی گمراہیوں کے پابند رہے یہاں تک کہ "مرابطین" کی حکومت کا دور آغاز ہوا اور اس خاندان کے حکمرانوں نے اس بیدین فرقہ کا نام و نشان مٹا کر دنیا کو اُنکی بدعت سے پاک بنایا۔ (مؤلف)

الداخل مروانی کو قتل کر دینے کی کوشش میں بڑی سرگرمی دکھائی تھی اور وہ اس کے ہاتھوں سے بچکر ملک مغرب میں بھاگ گیا تھا اور جب اس نے اندلس میں اپنی حکومت قائم کر لی تو وہ ملک خود سر ہوکر ابن حبیب کی ماتحتی سے نکل گیا +

مشرق میں عباسی خلافت کا دور آغاز ہونے اور خلیفہ منصور کی بیعت کئے جانے کی خبر پاکر عبدالرحمن بن حبیب نے بھی اس کی اطاعت منظور کر لی۔ اور منصور کے فرمان کو مان کر اسکا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ لیکن اس کی ماتحت فوج نے اس حرکت کو پسند نہیں کیا اور ۱۳۷ھ میں ابن حبیب کو سازش کر کے اس کو بستر خواب پر قتل کر ڈالا +

اس کے بعد اس کا بیٹا حبیب بن عبدالرحمان ملک مغرب پر قابض ہوگیا۔ اور اسی سال اندلس کا ملک اس کی ماتحتی سے نکل گیا اور وہ بھی ۱۴۰ھ میں قتل کر دیا گیا۔ چنانچہ اس کی موت کے ساتھ ہی مملکت مغرب میں حکومت آل عقبہ کا خاتمہ بھی ہوگیا جنکی قدر منزلت اہل مغرب کے قلوب میں بہت کچھ جمی ہوئی تھی کیونکہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ عقبہ بن نافع کی فتوحات اور دلیری کے کارنامے وہاں ہر فرد بشر کے نوک زبان پر تھے۔ اور وہ شہر قیروان (دار الامارت) کا بانی تھا۔ نیز اہل مغرب کا مشرف باسلام ہونا اسی کے نامۂ اعمال کا ایک نمایاں نیک عمل تھا۔ اور یہ شرف انکے قریشی النسل ہونے کے اعزاز پر مزید ہوکر بعض اوقات انہیں اہل مغرب تو کیا یہاں کے دیگر اہل عرب حکام سے بھی عالی مرتبت بنا دیتا تھا +

آل عقبہ کی تباہی کے بعد سرزمین مغرب پر عبدالملک بن ابی الجعد نے تسلط حاصل کیا اور اس نے اہل عرب کو جہاں پایا انکو قتل کرنے پر کمر باندھی بربر لوگوں نے قیروان پر بھی اس مرتبہ قابو حاصل کر لیا۔ اور وہاں جسقدر قریشی اور دیگر نسلوں کے اہل عرب تھے سب کو قتل کر ڈالا۔ اس مرتبہ اہل عرب پر وہ آفت نازل ہوئی جو اس سے پہلے کبھی انپر نہیں پڑی تھی۔ جتنی بربر لوگوں نے انکی جان

اور مال اور عزت و آبرو ہر چیز کو تباہ کیا اور اس قدر قتل عام مچایا کہ وہ قیروان سے بھاگ کر دُور دُور تک صحرا اور جنگلوں میں چھپتے پھرے۔ یہ خبریں دنیا میں مشہور ہوئیں تو عرب کا ایک نامور بہادر عبدالاعلیٰ بن السمح المعافری جوشِ غیرت میں آکر بربر کے اس فعل کو ناپسند کرنیکا اظہار کرتا ہوا اُن کی سرکوبی کے لئے چلا۔ یہ شخص اباضیہ فرقہ کا ہمخیال تھا۔ طرابلس کے بربر لوگوں نے اسکا ساتھ دیا اور اُس نے پہلے شہر طرابلس کو فتح کر کے پھر سنہ ۱۴۱ھ میں شہر قیروان بھی باغی بربروں سے چھین لیا۔ اہل عرب کو عبدالاعلیٰ کے کارناموں کی اطلاع ملی تو وہ بھی ہر طرف سے جوق جوق اُس کی مدد کے لئے آنے لگے اور بربر سے انتقام کشی پر آمادہ ہوئے۔ اور عبدالاعلیٰ نے خلیفہ منصور عباسی سے خط کتابت کر کے کمک مانگی۔ پھر انہی آفتوں کے دوران میں بنی مدرار(1) کی حکومت کا ظہور ہوا۔ اور ایک گروہ خلیفہ منصور کے دربار میں خوارج کے ہاتھوں سے فریادی بنکر پہنچا جس نے عرض کی کہ خارجی لوگوں نے قیروان کو گھیر رکھا ہے۔ اور اہل عرب کا قافیہ تنگ کر دیا ہے۔ منصور نے محمد بن اشعث خزاعی کو مصر کا حاکم بنا کر بھیجا اور اسے حکم دیا کہ افریقہ کو خوارج اور بربر کے ہاتھوں سے نجات دے چنانچہ محمد بن اشعث نے سنہ ۱۴۲ھ میں ابی الاحوص عمر العجلی کو فوجیں دیکر افریقہ

(1) بنی مدرار کی حکومت سنہ ۱۴۰ھ سے سنہ ۳۳۶ھ تک قائم رہی تھی جس زمانہ میں ملک مغرب اِن مذکورہ بالا فتنوں کا دنگل بنا تھا۔ انہی دنوں مکناسہ قوم کے قبائل صفریہ نے متفق ہو کر عیسیٰ بن یزید الاسود کو اپنا حاکم بنا لیا اور سنہ ۱۴۰ھ میں شہر سجلماسہ کی بنیاد ڈالی۔ مکناسہ کے تمام گھرانے اپنے حاکم کے زیر اثر آگئے اور انہوں نے قیروان کے حکام سے علیحدہ ہو کر ایک مستقل سلطنت قائم کر لی۔ سنہ ۱۵۵ھ میں عیسیٰ مذکور کو اُس کی قوم نے ناراض ہو کر قتل کر دیا اور بجائے اُس کے اپنے ایک دوسرے سردار ابوالقاسم سمکو مکناسی کو اپنا حاکم بنایا جو سنہ ۱۶۷ھ میں فوت ہو گیا۔ ابوالقاسم مذکور خلیفہ منصور اور خلیفہ مہدی کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ ابوالقاسم کے بعد اسکا بیٹا الیاس حاکم ہوا اور پھر منصب بادشاہی گھرانے کے یکے بعد دیگرے سنہ ۲۷۰ھ

کی طرف بھیجا اور وہ شکست کھا کر پسپا ہوگیا تو خود محمد بن اشعث چالیس ہزار سپاہ لیکر مغرب میں آیا اور اُس نے شہر طرابلس کے نزدیک ابی الخطار بربر سرغنا سے مقابلہ کرکے اُس کو شکست فاش دی اور اُس کی جمعیتوں کو پراگندہ کردیا۔ یہ فتح سنہ ۱۴۴ھ میں حاصل ہوئی تھی اور اس کے بعد ابن اشعث نے ملک مغرب کا خوب ہی انتظام کیا۔ یہانتک کہ بربر اُس کے خوف سے کانپنے لگے۔ مگر چونکہ اُس کی فوج میں بغاوت کے آثار عیاں ہو چلے تھے اس لئے وہ سنہ ۱۴۸ھ میں مشرق کی طرف واپس چلا گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸) تک حکومت کرتے رہے۔ سنہ ۲۷۰ھ میں خلفائے بنی عبید کا پہلا خلیفہ عبید اللہ المہدی مع اپنے فرزند ابو القاسم کے مشرق سے رُو پوش ہوکر بتبدیل ہیئت شہر سلجماسہ میں آیا اور خلیفہ معتضد عباسی نے یہاں کے حاکم الیسع کو لکھ بھیجا تھا کہ وہ مہدی کو اور اُس کے فرزند کو قتل کرا دے چنانچہ الیسع نے ان دونوں کو گرفتار کرکے قید کرلیا۔ مگر کچھ دنوں بعد بنی عبید کی حکومت کا بانی ابو عبد اللہ شیعی سلجماسہ پر حملہ آور ہوا اور اُس نے شہر میں گھسکر عبید اللہ المہدی اور اُس کے بیٹے کو قید سے رہا کرلیا اور الیسع اس ہنگامہ میں مقتول ہوگیا (سنہ ۲۹۶ھ)۔ شاکر باللہ بھی اس خاندان حکومت کا ایک نامور امیر گذرا ہے جس نے خارجی مذہب کو چھوڑکر طریقہ اہل سنت اختیار کیا تھا۔ اور اپنا سکہ خود جاری کیا تھا۔ اُس نے ایک عرصہ تک بڑی عدل گستری کے ساتھ حکومت کی لیکن سنہ ۳۴۷ھ میں سپہ سالار جوہر عبیدی حکومت کا نامور فاتح سلجماسہ پر حملہ آور ہوا۔ اور اُس نے اس شہر پر تسلط کرلیا۔ شاکر باللہ وہاں سے بھاگ نکلا لیکن وہ بھیس بدلے ہوئے پکڑا گیا اور قتل کردیا گیا۔ پھر جس وقت ملک مغرب کے لوگ شیعوں پر ناراض ہوئے۔ اور سجلماسہ کا علاقہ خلیفہ مستنصر حاکم اندلس کے زیر اقتدار آگیا ہوگیا تو سلجماسہ میں شاکر باللہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے ظاہر ہوکر عنان حکومت پر قابو کرلیا۔ اور اُس نے اپنا لقب منتصر رکھا اور سنہ ۳۵۲ھ میں یہ حاکم قتل کردیا۔ اس کے بعد سنہ ۳۶۶ھ تک پھر اسی خاندان کے لوگ امیر ہوتے رہے۔ اور

ابن اشعث ہی کے زمانہ گورنری میں سنہ ۱۴۴ھ سے ابن رستم کی حکومت بھی شہر تاہرت (۱) میں شروع ہوئی اور یہ شہر مع اپنے ماتحت علاقہ کے حکام ممالک مغرب سے جدا ہو کر خود سر بن بیٹھا۔ اس خاندان کے امیروں کو خلفاء کی طرح سلام کیا جاتا تھا۔ اور خلفائے بنی عبید (مصر) نے تیسری صدی ہجری کے آخری زمانہ میں اس خاندان کا خاتمہ کر دیا ؞

ابن اشعث ممالک مشرق کی طرف واپس چلا گیا اور خلیفہ منصور عباسی نے یہ خبر پائی تو اس نے سنہ ۱۴۸ھ میں اغلب بن سالم تمیمی کو ممالک افریقیہ اور مغرب کا گورنر بنا دیا افریقہ کے مشہور امیروں بنی اغلب (یا اغالبہ) کا جد اعلیٰ یہی شخص تھا۔ اغلب بن سالم نہایت دلیر اور صائب الرائے سردار تھا اور عرصہ تک خراسان میں ابی مسلم کے ساتھ رہ چکا تھا۔ جس وقت خلیفہ کا مرسلہ فرمانِ گورنری اس کے پاس پہنچا ہے اس وقت وہ بلاد مغرب کے شہر طنجہ میں تھا جہاں ابن اشعث نے اسے امیر مقرر کر دیا تھا۔ فرمان خلافت حاصل کر کے وہ شہر قیروان میں چلا آیا اور اس نے خوارج سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ ایسی جنگ وجدل کی حالت میں سنہ ۱۵۰ھ میں وہ مقتول ہو گیا ؞

خلیفہ منصور کو اغلب بن سالم کے قتل ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے عمرو بن حفص کو جو امیر مہلب بن ابی صفرۃ کا بھائی تھا افریقہ کی گورنری پر مامور کیا۔ اس نے ابتداء میں تو خوب اپنا رعب جما لیا تھا لیکن پھر بربر لوگوں نے اس سے بغاوت کر دی اور تمام افریقہ کے ملک میں عام شورش و ہنگامہ برپا ہو گیا۔ عمرو بن حفص قیروان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹) ابو محمد المعتز۔ انکا بیٹا آخری امیر اسی سال فوت ہوا جس پر خاندان کا خاتمہ ہو گیا ؞

(حاشیہ صفحہ ہذا) (۱) بلاد الجزائر کے صوبہ وہران میں ایک مستحکم بحری مقام ہے۔ ابن حوقل نے کہا ہے کہ تاہرت دو ہیں ایک قدیم ۔ دوسرا جدید۔ اور ابن خلدون لکھتا ہے کہ سنہ ۱۴۴ھ میں عبدالرحمٰن بن رستم نے جس شہر تاہرت کی بنیاد ڈالی تھی وہ کوہ گزول کے دامن میں ہے۔ یہ شہر اباضیہ، صفریہ اور واصلیہ فرقوں کے مرکز اور ان کے سرداروں کا جائے سکونت تھا اور ۱۳۰ سال تک بنی رستم کا پایۂ تخت بھی رہا ؞ (مؤلف) ؞

میں محصور ہوگیا۔ مگر اسی اثناء میں اُس کو اطلاع ملی کہ خلیفہ منصور نے اُس کے چچازاد بھائی یزید بن حاتم کو اس کی مدد اور اسے حصار سے نجات دلانے کیواسطے بھیجا ہے۔ تو اُس کو سخت غیرت آئی اور اس نے کہا " وہ زندگی کس لطف کی ہے؟ جسمیں یہ سننا پڑے کہ یزید نے عمرو بن حفص کو دشمنوں کے نرغہ سے بچایا تھا!!! وہ زندگی موت سے بھی بدتر ہوگی" اور پھر بلا تامل میدان میں نکلکر دشمنوں پر حملہ آور ہوا یہانتک کہ لڑتا ہوا مارا گیا (سنہ ۱۵۴ھ) عمرو بن حفص بڑا بہادر اور جوانمرد شخص تھا۔ اور اُس کو "ہزار مرد" کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا۔

عمرو بن حفص قتل ہوگیا تو اُس کے بعد یزید بن حاتم بن المہلب ساٹھ ہزار جرار سپاہ لیکر قیروان کے قریب آپہنچا تھا اُس کو یہ خبر ملی تو اُس نے بھی جانبازی کا ارادہ کرلیا اور کہا کہ ایسے بہادر بھائی کا انتقام نہ لیا تو زندگی بیکار ہے۔ میں بھی لڑکر جان دونگا یا اُس کے قاتلوں سے دنیا کو خالی کردونگا۔ چنانچہ طرابلس کی نواح میں اُس نے بربر سے مقابلہ کرکے آخرکو سنہ ۱۵۵ھ میں شکست فاش دی اور تمام بربر سرداروں اور نامور سرگروہوں کو قتل کرتا اور بھگاتا ہوا قیروان میں داخل ہوگیا۔ قیروان کو بربر نے بالکل ویران اور منہدم کرڈالا تھا۔ یزید نے اُس کو ازسرِنو درست کرایا۔ بازاروں کی مرمت کیگئی۔ مسجدیں ازسرنو بنوائی گئیں اور محکہ جات حکومت کے دفاتر پھر سے مرتب ہوئے۔ یزید کے زمانۂ امارت میں بربر لوگوں نے خوارج کے مذہب سے علیحدگی کرنی شروع کی۔ اور اس ظالم فرقہ کا زور افریقہ اور مغرب میں گھٹنے لگا۔ یزید بن حاتم اپنی زندگی کے آخری وقت تک نہایت خوبی کے ساتھ ممالک افریقہ کو منتظم اور پرامن رکھنے میں کامیاب رہا آخر سنہ ۱۷۰ھ میں اُس نے دنیا سے رحلت کی۔

یزید کی وفات ہارون الرشید کے عہد خلافت میں ہوئی تھی اور یہ امیر نہایت عالی حوصلہ، فیاض، اور شریف مزاج تھا۔ ہارون نے اُس کی خبر وفات سنکر یزید کے بھائی روح بن حاتم کو مغرب کا گورنر بنادیا اور سنہ ۱۷۱ھ میں روح نے قیروان میں داخلہ

کیا۔ یزید اپنی زندگی میں ملک مغرب کو اس قدر درست اور منتظم بنا گیا تھا کہ روح کو یہاں حکومت کرنے میں نہایت آسانی ملگئی اور وہ باطمینان فرائض امارت ادا کرتا رہا۔ روح بن حاتم ہی کے عہد امارت میں امام ادریس بن عبداللہ بلاد مصر اور افریقہ میں ہوتا ہوا گذرا تھا اور وہ مکہ مکرمہ کی مشہور جنگ "فخ" سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس ملک میں بھاگ آیا تھا۔ روح نے امارت ہی کی حالت میں ۱۷۴ھ میں دنیا سے رحلت کی۔ روح کے بعد مغرب کی حکومت پر حبیب بن نصیر مہلبی کا تقرر ہوا اور اس کے بعد فضل بن روح بن حاتم اس ملک کا امیر بنایا گیا جو کہ ۱۷۸ھ میں قتل کردیا گیا اور اس کے مرنے کے ساتھ ہی ممالکت مغرب میں دولت آل مہلب کا خاتمہ ہوگیا۔

اس کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے ہرثمہ بن اعین کو ممالکت مغرب کی گورنری عطا کی لیکن اس نے اس ملک کی بغاوتوں اور ہنگاموں کا خیال کرکے خلیفہ سے معافی چاہی۔ اور خلیفہ نے مقاتل عکی کو وہاں کا گورنر بنا دیا۔ لیکن اس سے اس ملک کا کاروبار سنبھل نہ سکا اور بغاوت کا پھر دور ہو چلا۔ اس لئے خلیفہ کو کسی دوسرے لائق حاکم کے تقرر کی فکر لاحق تھی کہ اسی [illegible] والیٔ افریقہ نے ابراہیم بن اغلب سے درخواست کی کہ تم خلیفہ کو یہاں کی گورنری پر مامور کئے جانے کی درخواست بھیجو۔ اور اس نے خلیفہ رشید کی خدمت میں عرضداشت روانہ کرکے یہ لکھا کہ مصر سے جو رقم ایک لاکھ دینار کی حکام افریقہ کو اعانت کے طور پر آتی ہے اسکو موقوف کرکے یہاں سے چالیس ہزار دینار سالانہ خراج بھی لیا جائے جسکے دینے کو وہ تیار رہے۔ خلیفہ نے اس درخواست پر ارکان دربار سے مشورہ لیکر منظوری عطا کی اور ۱۸۴ھ میں ابن الاغلب کے نام فرمان گورنری ارسال کرکے اسے افریقہ کا حاکم بنا دیا۔ اور اس خاندان کی سلطنت کا مفصل ذکر ممالکت تونس کے بیان میں آئیگا۔

جس زمانہ کے حالات اوپر بیان ہوئے ہیں انہی دنوں ممالکت مغرب کی تقسیم تین حصوں میں ہوگئی تھی اور بجائے اس کے کہ پہلے یہ سب ایک ہی ملک تھا اب اس کے

تین جداگانہ ممالک بن چکے تھے۔ افریقہ کے ملک میں بنوالاغلب کی حکومت تھی اور انکا دارالسلطنت شہر قیروان تھا۔ بنو خزر مغراویوں مغرب وسطیٰ اور شہر تلمسان میں فرمانروا تھے۔ اور اقصائے مغرب میں بنوادریس نے علم حکومت بلند کر رکھا تھا ؛

چھٹی فصل

اقصائے مغرب میں بنی ادریس کی حکومت

(سنہ ۱۶۹ھ سے سنہ ۳۱۳ھ تک)

سنہ ۱۶۹ھ میں بعہد خلافت موسیٰ ہادی عباسی مدینہ میں امام حسین بن علی بن الحسن المثلث بن الحسن المثنیٰ، ابن الحسن السبط رضہ ابن علی رضہ ابن ابی طالب رضہ نے امامت کا دعویٰ کیا۔ اُنکے ساتھ اُنکے کنبہ والوں اور بھائی بندوں کی ایک جماعت تھی جنمیں سے ادریس یحییٰ، اور سلیمان، عبداللہ بن الحسن المثنیٰ کے بیٹے اور امام محمد نفس زکیہ کے بھائی بھی تھے۔ مدینہ میں امام حسین مذکور کا بہت کچھ زور بڑھگیا تھا اور انہوں نے موسیٰ ہادی کے عامل عمر بن عبدالعزیز کو جنگ میں شکست بھی دی تھی (یہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ عمر بن الخطاب کا پوتا تھا) اور مدینہ کے تمام لوگوں نے امام ممدوح سے بیعت کر لی تھی۔ بیعت کا اقرار یہ تھا کہ "ہم لوگ کتاب اللہ، سنت رسول صلعم پر آل محمد (صلعم) میں سے مرتضیٰ کے لئے بیعت کرتے ہیں،، اور اسم مرتضیٰ ان کے نزدیک امام مخفی کے لئے بطور کنایہ مستعمل ہوتا تھا۔ امام حسین بن علی رضہ مذکور کچھ دنوں مدینہ ہی میں مقیم رہکر اپنے دشمن بنی عباس رضہ کے ساتھ مقابلہ کی تیاریوں میں مصروف رہے۔ اور پھر وہ اسی سال ماہ ذی القعدہ میں شہر مکہ کی طرف گئے۔ اور امام حسین ممدوح مکہ میں پہنچے تو وہاں کے غلاموں کی ایک جماعت

بھی اُنکے ساتھ شریک ہوگئی۔ اتفاق سے اُسی سال خاندان عباسیہ کے ممتاز لوگوں کی ایک جماعت بھی فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ میں آئی تھی اور اُن کے ہمراہ بہت سے اُن کے شیعہ (پیرو کار) بھی تھے۔ بنی عباس میں سے سلیمان بن ابی جعفر المنصور، محمد بن سلیمان بن علی، اور عباس بن محمد بن علی وغیرہ نامور لوگ اُسوقت مکہ میں موجود ہی تھے۔ اور اون کے ساتھ اُن کے سردار ملک اور موالی کی ایک کثیر جماعت بھی شامل ہوگئی تو انہوں نے امام حسین بن علیؑ سے لڑائی چھیڑ دی۔ یہ جنگ یوم الترویہ ہوئی تھی اور اس معرکہ میں امام حسینؑ نے شکست اور وہ میدان میں مقتول ہوئے۔ امام مذکور اور اُن کے مقتول ساتھیوں کا سر جو کاٹکر امرائے بنی عباسؓ کے روبرو لائے گئے تھے۔ اُنکی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی اور اُن کے شکست خوردہ ساتھی حاجیوں کے ہجوم میں مل جل کر جدہر راستہ ملا اُسطرف بھاگ نکلے۔ جس مقام پر یہ لڑائی ہوئی تھی اور آل رسول کے ان بزرگ لوگوں کا سر کاٹا گیا تھا وہ جگہ شہر مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اُسکا نام "فج" یا "فخ" ہے۔ امام حسینؑ کا سر معہ اُنکے ہمراہیوں کے سروں کے بغداد بھیجے گئے۔ اور خلیفہ موسے ہادی کے روبرو پیش ہوئے۔ مگر ہادی کو اپنے سرداروں کی یہ کارروائی پسند نہیں آئی کہ وہ لوگ آل رسول کے سر اُس کے روبرو تحفہ کی طرح لائے۔ چنانچہ اُس نے اُنہیں کوئی انعام وغیرہ نہیں دیا۔ بلکہ اُنپر ناراض ہوا۔

امام محمد نفس زکیہ کے بھائیوں میں سے جو کہ اس جنگ میں شریک تھے امام یحییٰ بھاگ کر ملک دیلم میں پہنچے اور وہاں اُنہوں نے لوگوں سے اپنی امامت کی بیعت لیکر بہت بڑی شوکت و قوت حاصل کرلی۔ یہانتک کہ ہارون الرشید اُن سے خوفزدہ ہوگیا۔ اور اُس نے امام یحییٰ کو امن کا اقرار دیکر اُنہیں بغداد میں طلب کیا۔ جہاں پہلے تو اُنکی بہت کچھ آؤ بھگت کی لیکن بعد میں قید کردیا۔ اور وہ اُسی قید ہی میں مرے۔

اور دوسرے بھائی امام ادریس اس معرکہ سے بھاگ کر مصر میں پہنچے جہاں سے اُنکو "واضح" نامی ایک شخص ڈاک نے جو کہ خلیفہ منصور کے بیٹے امیر صالح کا مولے تھا اور اہل بیت نبوی کا دوستدار تھا صحیح وسلامت سرزمین مغرب میں پہنچادیا۔ اور امام ادریس

اقصائے مغرب کے شہر "ولیلی" میں جاکر مقیم ہو گئے۔

سنہ ۱۷۲ھ میں امام ادریس یہاں پہنچے تھے جبکہ اس شہر پر اسحاق بن محمد بن عبدالحمید قوم بربر کا امیر حکمران تھا۔ اُس نے امام ادریس کو بڑے تپاک کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیا اور اُنکی عزت و مرتبت میں پوری کوشش کر کے بربر کو اُس نے بیعت کرنے پر آمادہ بنایا۔ چنانچہ ابن عبدالحمید نے بہت جلد امام ادریس کو خوب ہی چمکا دیا اور خود اُن کے جان نثاروں میں شامل ہوکر عباسی لوگوں کی خلافت اور امامت سے رُوگردان بن بیٹھا۔ ہارون الرشید کو اِن امور کا علم ہوا تو اُس نے "واضح" کی گردن مروا دی اور اُس کی لاش صلیب پر آویزاں کرائی۔ مگر امام ادریس اُس کے قابو سے نکل چکے تھے اور اپنی حکومت کا بنیادی پتھر نصب کر چکے تھے اس لئے وہ اُن کی تخریب کے درپے ہُوا۔

اِدھر امام ادریس نے اہل بربر سے بیعت لینے کے وقت ایک پُرزور تقریر کی اور حمد و نعت کے بعد اُن سے کہا کہ "خبردار! تم ہماری طرف سے ہٹکر دوسری جانب کبھی نہ مائل ہونا۔ اسواسطے کہ حق اور راستی اگر کہیں مل سکتی ہے تو ہمارے ہی پاس سے ورنہ ساری دنیا میں اسوقت حق پسندی کا قحط پڑ رہا ہے" پھر تولی تونانہ وغیرہ بربری قبائل جوق در جوق امام ادریس کے پاس آتے اور بیعت میں داخل ہوتے جاتے تھے۔ اسطرح بہت جلد معقول جمعیت فراہم ہو گئی اور امام ادریس نے بربری سرداروں کی زیر نگرانی بہت بڑا لشکر تیار کر لیا تو وہ جہاد اور فتوحات کے لئے اُٹھے۔ اور بلاد تامسنا، پھر بلاد تادلا پیکے بعد دیگرے پیش قدمی کر کے وہاں کے تمام قلعے اور مستحکم مقامات فتح کر لئے۔ اس ملک کے رہنے والے جو دین یہودیت کے پابند تھے امام ادریس کی کوششوں سے دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے اور سنہ ۱۷۳ھ میں اُنھوں نے اس تمام ملک کو اسلامی خطہ بنا لیا۔ پھر دوسرے سال یعنی سنہ ۱۷۴ھ میں امام ادریس کا حملہ اپنی مملکت کے اُن باقی ماندہ غیر مفتوح قلعوں اور محفوظ مقاموں پر ہوا جو گذشتہ سال فتح ہونے سے رہ گئے تھے۔ اور یہاں کے

پہاڑی علاقہ کو بھی زیر کرنا مدنظر تھا چنانچہ یہ کام بھی اس مرتبہ انجام پا گیا اور وہ بقیہ لوگ بھی برضا و رغبت خود یا نرمی اور آشتی کی نصیحت سے رفتہ رفتہ مسلمان ہو گئے +

تیسرے سال امام مذکور نے شہر تلمسان پر حملہ کیا اور وہاں کے حاکم محمدؐ بن خزر نے اُن سے بیعت کر لی۔ امام ادریس نے اُس کو امن دیکر اُس کے عہدے پر بحال رکھا اور شہر تلمسان میں ایک اعلیٰ درجہ کی مسجد ۱۷۴ھ میں بنواکر پھر مظفرؐ و منصور شہر ”ولیلی“ کو واپس چلا آیا +

خلیفہ ہارون الرشید امام ادریس کی کامیابی سُن سُنکر سخت متردد ہو رہا تھا اور اس فکر میں تھا کہ کسی طرح یہ کانٹا اُس کے راستہ سے دُور کیا جائے تو اچھا ہو کیونکہ اب اُسے امام ادریس کے افریقہ پر حملہ آور ہونیکا ارادہ کرنا یقینی معلوم ہوتا تھا اور اس کی خبریں بھی اُسے مل رہی تھیں۔ آخر اُس نے جنگ سے کام چلتا نہ دیکھا تو یہ تدبیر کی کہ کسی شخص کو خفیہ طور سے ادریس کا کام تمام کر دینے پر مامور کرے۔ رشید نے اس خدمت کی انجام دہی کے لئے اپنے والد کے موالی میں سے سلیمان نامی ایک شخص کو منتخب کیا جو شماخ کے لقب سے مشہور تھا اور اُسے انعام و اکرام کا امیدوار بناکر اقصائے مغرب کی طرف روانہ کر دیا۔ رشید نے شماخ کو ایک تحریر حاکم افریقہ کے نام کی بھی دی تھی جس میں حاکم مذکور کو شماخ کی ہر طرح پر اعانت و امداد کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور شماخ اقصائے مغرب میں پہنچکر امام ادریس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے ظاہر کیا کہ وہ عباسی خاندان کے خلفاء سے بیزار اور مستحق خلافت آلِ رسول کی خدمتگزاری کا طلبگار رہنا چاہتا ہے۔ چونکہ شماخ بڑا خوش لیاقت خوش بیان، شیریں زبان، اور علم مجلس میں طاق تھا۔ اُس نے اپنی خوش اسلوبیوں سے بہت جلد امام ادریس کے دل میں گھر کر لیا۔ اور اُنکا ہر وقت کا معتمد مصاحب بنگیا۔ شماخ۔ امام ادریس کا ہم نوالہ و ہم پیالہ رہتا اور روز بروز اُس کی نگاہوں میں زیادہ وقیع ہوتا جاتا تھا۔ مگر ہنوز اُس کو اپنی خدمت ادا کرنیکا کوئی موقع نہیں مل سکا تھا کیونکہ امام کا مولیٰ راشد ایک دانشمند اور دور اندیش شخص تھا اور وہ جانتا تھا کہ اہل بیت

نبوی صلعم کے دشمن تمام دنیا میں بھرے ہوئے ہیں لہٰذا وہ ایک دم کو بھی امام کے پاس سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ شماخ اسی تاک میں تھا کہ راشد کسی طرح چوکے اور میں اپنا کام کر جاؤں۔ آخر ایک دن اُسکا موقع لگ گیا۔ راشد کسی اہم ضرورت سے امام کو تنہا چھوڑ کر کچھ دیر کے لئے باہر گیا تھا۔ شماخ امام کے پاس خلوت میں جا پہونچا اور اس سے باتیں بنانے لگا۔ امام ادریس کو دردِ دندان کی شکایت تھی۔ شماخ نے مسواک میں زہر لگا کر امام کے حوالہ کیا کہ اس سے دانت ملئے اور جب زہر اپنا اثر دکھانے لگا تو خود وہاں سے بھاگ کر مشرق کی طرف چلا گیا۔ اور ایک قول ہے کہ شماخ نے زہر دینے کا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا تھا۔ بہرحال وہ اپنا کام کر گیا اور امام ادریس ۱۷۷ھ میں اُسی زہر کے اثر سے فوت ہو گیا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ راشد نے شماخ کا تعاقب کر کے اُسے زخمی بھی کیا تھا اور اُسکا داہنا ہاتھ زخم تلوار سے اُڑا دیا تھا۔ نیز اُسکا سر توڑ دیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ شماخ اُس کے ہاتھوں سے بچکر بھاگ نکلا تھا۔ چنانچہ وہ شہر بغداد میں اُسی طرح دست بریدہ دیکھا گیا ۔

ادریس بن ادریس

(۱۷۷ھ ۔ ۲۱۳ھ)

امام ادریس لاولد فوت ہوا تھا۔ البتہ اُس کی ایک بربری لونڈی باردار تھی اس لئے قبائل بربر کے تمام سرداروں نے اتفاق رائے سے امام ادریس کے مولیٰ راشد کو اپنا حکمران مقرر کر دیا۔ کیونکہ وہ نہایت دیندار، عالم، خدا ترس تھا اور اُس کی کاردانی اور لیاقت کو تمام اہل بربر جانتے تھے۔ راشد کا یہ تقرر امام کی حاملہ لونڈی کے وضع حمل کرنے تک عارضی طور سے ہوا تھا۔ راشد نے کار بارِ حکومت کو خوب سنبھالا اور جب مدت حمل تمام ہونے پر لونڈی نے وضع حمل کیا تو اُس کے بطن سے فرزند نرینہ پیدا ہوا۔ یہ لڑکا اپنے باپ امام ادریس سے ہوبہو ہم شکل تھا۔ راشد شادان و فرحان بچہ کو گود میں لئے ہوئے بربر سرداروں کے روبرو لایا۔ اور انہیں اپنے امام زادہ کی زیارت

کوالی - قوم بربر کے امراء لڑکے کو دیکھکر بول اُٹھے "ارے یہ تو ہو بہو امام ادریس ہے"
چنانچہ اس لڑکے کا بھی ادریس نام رکھا گیا اور راشد کی زیر نگرانی اُس کی پرورش ہونے لگی۔ راشد نے اس بچہ کی پرورش اور پرداخت میں بے مثل دلسوزی دکھائی اور اُسے علوم قرآن، حدیث، فقہ، عربی زباندانی، اور روایت اشعار عرب، امثال عرب اور عربی مقولوں کی بہت معقول تعلیم دی۔ سیر سلاطین اور ایام عرب یعنی تاریخ عرب اور دیگر تاریخ عالم کے حصے بھی اُسے پڑھائے اور گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی، نیزہ بازی اور تیراندازی وغیرہ فنون حرب وضرب کی خوب تعلیم دی چنانچہ گیارہ سال ہی کی عمر میں ادریس بن ادریس حکمرانی اور فرمانروائی کے لائق بنگیا۔ اور پھر راشد نے لوگوں سے اُس کے لئے بیعت لی اور امرائے بربر نے نہایت خلوص اور اعتقاد کے ساتھ ۱۸۸ھ میں شہر ولیلی کی جامع مسجد میں ادریس بن ادریس کے ہاتھوں پر بیعت کی۔

۱۸۶ھ میں راشد کو چند بربری لوگوں نے قتل کردیا تھا۔ یہ لوگ ابراہیم بن الاغلب حاکم افریقہ کی طرف سے اس کام پر مامور ہوئے تھے اور بہت کچھ انعام کے امیدوار بنائے گئے تھے۔ راشد کے بعد ادریس کی پرورش اور پرداخت ابو خالد یزید بن الیاس العبدی نے کی تھی یہانتک کہ ۱۸۸ھ میں لوگوں نے خود ادریس سے بیعت کرلی۔ ادریس کا ہونہار ہونا بچپن ہی سے عیاں تھا، اُس کی دانشمندی، دوراندیشی، اور فصاحت کو دیکھکر بڑے بڑے لوگوں کی عقل دنگ رہجاتی تھی اور جب اُس کی حکومت کا سکہ بخوبی جم گیا تو افریقہ سے عرب والوں کی جماعتیں بھی اُس کے پاس بکثرت آنے لگیں چنانچہ ادریس نے اہل عرب کو اپنا مقرب بناکر اُنہیں اپنے خاص درباری عہدے دئیے اور حفاظتِ جان کی خدمتیں عطا کیں۔

اس اثناء میں ابراہیم بن الاغلب بھی برابر یہ کوشش کرتا رہا کہ کسی طرح بربر لوگوں کو آپس میں لڑاکر اُنکا بنا ہوا کھیل بگاڑدے لیکن وہ اپنی اس آرزو میں ناکام رہا۔
ادریس بن ادریس نے دیکھا کہ اُس کے پاس اتنی عظیم الشان جمعیت فراہم ہوگئی ہے جس کی گنجائش اب شہر ولیلی میں نہیں ہوسکتی تو اُس نے اپنے واسطے ایک الگ شہر بنوانے

سکا قصد کیا اور ایک دن اپنے خاص لوگوں کو ساتھ لیکر سوار ہوُا تاکہ نئے شہر کا مناسب موقع تلاش کرے۔ چنانچہ اُس نے وہ قطعہ زمین پسند کیا جس پر موجودہ شہر فاس کی بنیاد پڑی تھی ؞

سنہ ۱۹۲ھ میں ادریس نے شہر فاس کی بنیاد ڈالی اور اُس کی داغ بیل یوں لگائی کہ دو شہر ایک ساتھ بنائے گئے۔ ہر ایک کے گرد الگ الگ شہر پناہ کی فصیل کھنچی تھی اور خندق بنی تھی۔ اور ہر ایک شہر کے خاص خاص دروازے رکھے تھے۔ اِس شہر کو بنوا کر ادریس نے اپنا پائے تخت یہیں منتقل کر دیا اور پھر وہ اسی مقام سے وقتاً فوقتاً نافرمان اور سرکش بربری قبائل اور خوارج پر حملے کرتا رہا۔ ادریس بن ادریس نے سنہ ۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ اور وہ شہر فاس ہی میں دفن کیا گیا۔ ادریس نے تمام اقصائے مغرب کو اپنا مطیع بنا لیا تھا اور یہاں سے خوارج کی دعوت کا نام و نشان مٹا کر عباسی خلافت کی ماتحتی سے بھی اُسکو الگ کر لیا تھا۔ اور اس ملک میں اُس نے اپنا خاص سکّہ مضروب کرایا تھا ؞

محمد بن ادریس

(۲۱۳ھ ———— ۲۲۱ھ)

ادریس کی وفات کے بعد اُسکا ولی عہد بیٹا محمد حکمران ہوا۔ اور اُس نے اپنی دادی کے حسب مشورہ مملکت مغرب کو اپنے بھائیوں پر تقسیم کر دیا۔ چنانچہ اُس نے طنجہ، سبتہ، قصر مصمودہ، قلعہ حجر النسر اور تطوان، کے مقامات معہ اُن قبائل کے اور بستیوں کے جو ان شہروں سے متعلق تھیں اپنے بھائی قاسم بن ادریس کو دیئے ؞

قبائل صنہاجہ، اور غمارہ، وغیرہ کو اپنے بھائی عمر بن ادریس کے حوالہ کر دیا ؞

داؤد بن ادریس کو بلاد ہوارہ، اور تازہ، اور قبائل مکناسہ وغیرہ کی امارت دیدی ؞

یحییٰ بن ادریس کو اصیلہ، العرائش، اور بلاد ورغہ، وغیرہ سپرد کر دئے ؞

عیسیٰ بن ادریس کو سلا، تامسنا، اور ان مقاموں کے ذیل میں شامل ہونے والے قبائل پر حاکم بنایا ؞

حمزہ بن ادریس کو شہر ولیلی اور اس کے ماتحت علاقوں کی حکومت تفویض

کردی +

اور احمد کو شہر کناسہ وغیرہ میں حاکم متعین کیا +

اور عبداللہ کو اغمات اور کوہستان مصامدہ اور السوس الاقصیٰ پر امیر کر دیا +

اور تلمسان کو اپنے چچازاد بھائی سلیمان بن عبداللہ کے پاس رہنے دیا اور پھر یہ مقامات اسی ترتیب سے امرائے مذکور الصدر کے قبضہ میں عرصہ دراز تک رہتے چلے گئے یہانتک کہ خلفائے بنو عبید (مصر) کے دور میں یہ لوگ بالکل تباہ ہوگئے +

محمد بن ادریس اپنے دارالملک شہر فاس میں کمال شان و شکوہ کے ساتھ حکمرانی کرتا تھا اور اس کے مذکورہ بالا بھائی ملک کے صوبجات پر حاکم مقرر تھے۔ تمام ملک میں عدل و داد کا بازار گرم تھا۔ راستے پر امن تھے۔ اور انتظام ملک اعلیٰ درجہ کا تھا مگر بعد میں بھائیوں کے مابین ناچاقیاں پیدا ہوئیں اور انہیں خانہ جنگی بھی ہو پڑی لیکن آخر محمد بن ادریس ہی کو پھر اطمینان اور صفائی کے ساتھ حکمران رہنے کا موقع ملا اور وہ ۲۲۱ھ میں اپنے فرزند علی بن محمد بن ادریس کو ولیعہد بنا کر دنیا سے رحلت کر گیا۔ اس نے شہر فاس ہی میں وفات پائی اور اس کے بعد اسکا فرزند علی بن محمد جو کہ حیدرۃ کے لقب سے ملقب تھا تخت حکومت پر جلوس فرما ہوا +

علی بن محمد بن ادریس

(۲۲۱ ——————— ۲۳۴ھ)

یہ لڑکا اپنے باپ محمد کی وفات کے وقت نہایت کم سن تھا چنانچہ اس کے متولی لوگ جو کہ عرب اور بربر امرا تھے اس کی پرورش اور پرداخت کرتے رہے اور وہی لوگ انتظام سلطنت کے بھی کفیل تھے یہانتک کہ جوان ہو کر اس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور اپنے باپ دادا کے قدم بقدم عدل گستری کے راستہ پر چلتا رہا۔

اسکا زمانہ اقصائے مغرب کی مملکت کے لئے نہایت پُرامن عہد تھا۔ ملک شاد و آباد رہا۔ اور امن و امان کی وجہ سے رعایا و برایا خوب خوشحال ہو رہی تھی۔ علی بن محمد ۲۳۴ھ میں فوت ہوگیا اور وہ اپنے بھائی یحییٰ بن محمد کو ولیعہد بنا گیا تھا جو اس کے بعد فرمانروائے مغرب ہوا +

یحییٰ بن محمد بن ادریس

(۲۳۴ء ــــــــ ۲۵۰ھ)

یحییٰ نے اورنگ حکومت پر جلوس کر کے بہت بڑی شوکت و شان پیدا کی۔ دارالملک فاس کی آبادی اور رونق اس کے عہد میں بہت بڑھ گئی۔ شہر میں بہت سے عمدہ حمام اور سوداگروں کے ٹھیرنے کیلئے سرائیں تعمیر ہوئیں۔ اور شہر سے باہر شاداب اور پُرفضا باغوں کا سلسلہ دُور تک بڑھ گیا۔ ممالک دور دراز سے لوگ اس پائے تخت کی طرف آنے لگے اور یہاں بود و باش اختیار کر کے اسکی رونق بڑھانے لگے۔ اور مشہور مسجد القرویین بھی اسی تاجدار کے عہد معدلت مہد میں تعمیر ہوئی اور اسکے بعد اسکا فرزند یحییٰ بن یحییٰ حکمران ہوا +

یحییٰ بن یحییٰ

(۲۵۰ء ــــــــ ۲۹۲ھ)

یحییٰ اوّل کی وفات کے بعد اسکا بیٹا یحییٰ ثانی تخت حکومت پر بیٹھا۔ مگر یہ تاجدار نہایت بدچلن تھا۔ اس نے اپنے حرم سرا میں نہایت ظلم و تعدی کی اودھم مچا رکھی تھی اسواسطے اہل حرم نے بغاوت کر کے اس کو قصر حکومت سے نکال دیا اور ارکین دربار بھی اس سے خلاف ہو گئے۔ یحییٰ مذکور کی بیوی نے اسکو صلاح دی کہ تو علاقہ فاس کے اس عدوۃ میں جو اندلس کے نام سے مشہور ہے کہیں چھپ رہ پھر یہ فساد فرو ہونے پر دیکھا جائیگا۔ چنانچہ یحییٰ روپوش ہوگیا لیکن وہ اسی حالت میں اپنی بدچلنی اور زنا کاری

کے سخت صدمہ کیوجہ سے فوت ہوگیا۔

یحییٰ کی بیوی نے یہ خبر اپنے باپ علی بن عمر بن ادریس کو لکھ بھیجی جو کہ سواحل اور ریف کے علاقہ پر حاکم تھا اور اسے فاس میں بلایا۔ نیز عرب اور بربر ارکان مملکت نے اسکو طلب کے پیام بھیجے تو اس نے اپنی جمعیت کے ساتھ آکر شہر فاس پر تسلط کرلیا اور اس طرح محمد بن ادریس کی اولاد سے حکومت نکل گئی۔ چنانچہ اسکے بعد سے کبھی عمر بن ادریس حاکم ریف کی اولاد اور کسی زمانہ میں قاسم بن ادریس کی نسل شہر فاس پر حکومت کرتی رہی۔

علی بن عمر بن ادریس شہر فاس میں داخل ہوگیا تو سب لوگوں نے اس سے بیعت کرلی اور تمام سرزمین مغرب میں اسی کے نام کا سکہ و خطبہ جاری ہوگیا۔

کچھ زمانہ کے بعد صفریہ فرقہ کے خوارج میں سے ایک سرغنا عبدالرزاق الفہری نامی اس سے باغی ہوکر علی کے مقابلہ میں آیا اور انجام اس جنگ کا یہ ہوا کہ علی نے شکست کھائی۔ عبدالرزاق شہر فاس میں داخل ہوگیا اور علی اپنی جان بچاکر بھاگا۔ عبدالرزاق نے عدوۃ الاندلس پر بھی تسلط کرلیا اور وہاں اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔ مگر عدوۃ القرایین کے لوگ اس کے قابو میں نہ آئے۔ اور ان لوگوں نے یحییٰ بن قاسم مذکور الصدر کو بلوا بھیجا جو کہ عوام کے لقب سے مشہور تھا۔ یحییٰ بن قاسم ان کے یہاں آیا اور اہل عدوہ نے اس سے بیعت کرکے اسکو اپنا حاکم بنالیا۔ پھر یحییٰ مذکور نے عبدالرزاق سے جنگ آزمائی کرکے اسکو شکست دی۔ اور عدوۃ الاندلس کا علاقہ اس سے چھین لیا۔ امیر یحییٰ مذکور نے خوارج سے متعدد لڑائیاں لڑکر فتوحات حاصل کیں مگر ۲۹۲ھ میں ربیع بن سلیمان نامی ایک شخص نے اسے فریب سے قتل کرڈالا۔ امیر یحییٰ ہی کے زمانہ میں سرزمین مغرب میں سخت قحط پڑا۔ اور اندلس۔ افریقیہ۔ مصر اور حجاز کے ممالک میں ایسی شدید گرانی ہوئی کہ لوگ بھوک سے تنگ آکر ملک شام کی طرف نکل بھاگے۔ پھر اندلس اور مغرب کے ملکوں میں ایک زور کا زلزلہ آیا جس نے ہزارہا عمارتیں اور مکانات ڈھا دیئے۔ بلاد عدوہ اور اندلس وغیرہ میں بعد ازاں ۲۸۵ھ تک قحط اور وبا کی بلا نازل رہی۔

یحییٰ العوام کے قتل ہوجانے کے بعد اقصائے مغرب میں یحییٰ ثالث بن ادریس کی

حکومت قائم ہوئی اور شہر فاس میں اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا یحییٰ ثالث کی مملکت تمام صوبجات مغرب تک وسیع ہوگئی اور ہر گوشہ ملک کے ممبروں پر اُس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ یحییٰ ثالث خاندان ادریس کا تابندہ گوہر اور نام روشن کرنے والا فرد تھا۔ اُس نے عدل، علم، فضل، اور حکومت میں وہ مرتبہ پایا کہ اُس کے قبل اور بعد اِس گھرانے میں کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ وہ عالم، حافظِ حدیث، بڑا خوش بیان، اور دیندار و پرہیزگار شخص تھا اور اسی طرح جوہر شجاعت میں بھی یکتائے روزگار شخص تھا۔ بنی ادریس میں سے ایک حکمران بھی اُس کے برابر صاحب اقبال اور عظیم الشان حکمران نہیں ہوا۔ اور وہ اُس وقت تک ایسی ہی اقتدار اور اعزاز کے ساتھ حکومت کرتا رہا جبکہ افریقہ سے بنو عبید کی حکومت کا پہلا طوفان اٹھا اور اُس نے اقصائے مغرب کو بھی اپنے اندر غرق کرلیا۔ چنانچہ سنہ ۳۰۵ھ میں دولت عبیدیہ کے سپہ سالار مصالہ بن حبوس نے بحکم عبید اللہ المہدی۔ ابی الخلفاء العبیدیین اقصائے مغرب پر حملہ کیا۔ اور وہ برابر شہر فاس تک پیش قدمی کرتا چلا آیا۔ یحییٰ بھی شہر فاس سے عرب اور بربر کی فوجوں کو ساتھ لیکر مصالہ کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا اور جانبین میں خوب زور شور کا رن پڑا لیکن بالآخر یحییٰ نے ہزیمت اٹھائی اور وہ شہر فاس میں محصور ہو کر بیٹھ رہا۔ مصالہ نے شہر کا محاصرہ کرکے رسد وغیرہ آنے کے راستے بند کردئے تو مجبوراً یحییٰ نے اُسے پیغام صلح بھیجا اور ادائے خراج اور عبید اللہ المہدی سے بیعت کرلینے کی شرط پر صلح ہوگئی۔ مصالہ نے یحییٰ کی جان بخشی کردی اور اُسے خاص اُسکے عمل پر مامور کردیا لیکن مصالہ نے یحییٰ کو صرف شہر فاس میں رہنے کی اجازت دیدی تھی اور اس کے مضافات پر اُسے حکمران رہنے دیا تھا ورنہ باقی تمام مغرب کے شہروں اور علاقوں کو اپنے چچازاد بھائی موسےٰ بن ابی العافیہ مکناسی کے زیر حکم کردیا تھا۔ اور اس طرح اقصائے مغرب کا ملک بنی عبید کے قلمرو میں شامل ہوگیا اور ۳۱۳ھ میں بنی ادریس کی حکومت بھی بنی عبید کی دولت میں داخل اور شامل ہوکر فنا ہوگئی۔

اس کے کچھ دنوں بعد موسیٰ مذکور نے مصالہ کو یحییٰ کی طرف سے بدگمان بناکر یحییٰ کو گرفتار کرالیا اور اُسکا تمام مال و متاع ضبط کرکے اُسے اصیلا کی طرف جلاوطن کردیا

یحییٰ کی حالت اب بہت ابتر ہوگئی تھی اور وہ فاقے کرتا ہوا اسی پریشان حالی میں دنیا سے چل بسا اور اُس نے سنہ ۳۳۲ھ میں وفات پائی۔

بعد ازاں بنی ادریس کے خاندان سے ایک شخص حسن ابن محمد نامی جسکو عام طور پر حجام کہا جاتا تھا ظاہر ہوا اور اُس نے اقصائے مغرب کے عبیدیین کے عامل کو وہاں سے نکال کر شہر فاس پر تسلط کر لیا۔ اور گو بربر کے اکثر قبائل اُس کی بیعت میں داخل ہوگئے تھے۔ تاہم چونکہ دولت بنی ادریس پر زوال آچکا تھا اور بنی عبید کی حکومت کا عروج و اقبال تھا۔ اس لئے حسن بن محمد صرف دو سال تک اپنی اس کامیابی کو نباہ سکا جسکے بعد بنی عبید نے پھر یہ ملک اپنے قابو میں کر لیا اور حسن مذکور جنگ میں قتل ہوا۔ اس مرتبہ تمام اقصائے مغرب سے بنی ادریس کا خاندان نکال دیا گیا اور اُس کے افراد جہاں تک ملے قتل کر دئیے گئے صرف وہ معدودے چند لوگ جو کہ پہاڑی علاقوں میں جان بچا کر جا چھپے تھے (سنہ ۳۱۳ھ) وہی باقی رہ گئے چنانچہ انہیں میں سے سنہ ۳۴۷ھ میں ایک شخص ادریس نامی محمد بن قاسم کی نسل سے دوبارہ اُٹھا اور اُس نے خاندان ادریسی کی امامت کو بار دیگر قائم بھی کیا۔ لیکن اُسی کے زمانہ میں عبدالملک بن منصور بن ابی عامر اندلسی سرزمین عُدوہ پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر کے اُس نے یہاں اندلس کے حکمرانان بنی امیہ کا خطبہ پڑھوایا۔ اور عبدالملک اس ملک سے اندلس کو واپس چلا گیا تو سرزمین عدوہ میں پھر شورشیں پھیل گئیں اور قبیلہ زناتہ کے نامور گھرانے بنو ابی العافیہ نے شہر فاس پر قابو کر کے سنہ ۳۶۲ھ تک اپنی حکومت کا سکہ و خطبہ جاری رکھا۔ اور ازاں بعد امیر المؤمنین یوسف بن تاشفین نے سر اُٹھایا اور اُسنے تمام ملک پر تسلط جما کر ابن ابی العافیہ کی ذریت کا استیصال کر ڈالا۔ اولاد ابی العافیہ مملکت مغرب پر (۱۴۰) سال حکمران رہی تھی (یعنی سنہ ۳۰۵ - سنہ ۳۴۵ھ) اور وہ لوگ اقصائے مغرب میں شیعہ اماموں کی دعوت پھیلاتے اور اُنکے قائم مقام اور نائب بنکر حکومت کرتے تھے۔

البتہ ساحلی علاقوں میں بنی ادریس کی ایک مختصر سی امارت مستقل طور پر اب بھی باقی تھی جو اُسی طرح اقصائے مغرب پر غلبہ کرنے والے شیعہ اور اندلسی فاتحوں کے ماتحت رہتی چلی آئی تھی جیسا کہ پہلے اپنے خاندان کے اعلیٰ حکمرانوں کی ماتحت رہی تھی۔ غرضکہ بنی ادریس بلا دسواحل

پر عرصہ تک حاکم رہے اور جسوقت موسیٰ بن ابی العافیہ کے ہاتھوں شہر فاس سے یہ خاندان بالکل تباہ کر کے نکال دیا گیا تو اُس کے باقی ماندہ افراد بھاگ کر انہی مقاموں میں اپنے بھائی بندوں کے پاس چلے آئے تھے اور اُنہوں نے قلعہ حجر النسر میں پناہ لی تھی۔ یہ لوگ ۳۶۳ھ یعنی اُس زمانہ تک جبکہ سرزمین مغرب سے اُنکی سلطنت کا بالکل نام ہی مٹ گیا اس قلعہ میں رہتے چلے آئے۔ اور اس امارت کا مشہور ترین امیر ابو العیش احمد بن قاسم گزرا ہے چنانچہ اس امارت (ریاست) کو بھی حکومت بنی ادریس میں شمار کر لیا جائے تو ۱۷۲ھ سے یعنی امام ادریس بن عبداللہ سے بیعت کئے جانے کے وقت سے اُسوقت تک جبکہ ۳۷۵ھ میں "حسن بن کانون"[۲۰۳] قتل کیا گیا ہے۔ (اور اُسکو منصور بن ابی عامر اندلسی نے قتل کیا تھا) دو سو تین سال دو ماہ اس خاندان نے اقصائے مغرب میں حکومت کی۔ اس حکومت کا قلمرو شہر السوس الاقصیٰ سے شہر وہران تک سرزمین مغرب پر ممتد ہوتا چلا گیا تھا اور اُنکا دارالملک شہر فاس تھا۔ اور دو بہت بڑی سلطنتیں ان سے ملک و حکومت کے بارہ میں ہمیشہ لڑتی جھگڑتی رہتی تھیں۔ افریقہ کی سمت میں عبیدیین کی حکومت اور اندلس کی اموی سلطنت۔ اور بنی ادریس کے سلاطین دراصل بام خلافت پر چڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور اس بارہ میں وہ خلفائے بنی عباس کا مقابلہ کرنے پر آمادہ تھے لیکن صرف سلطنت اور دولت کی قوت اُنہیں ناکام رکھتی تھی۔

ساتویں فصل (۷)

اقصائے مغرب میں عبیدیین کی حکومت

(۲۹۶ھ —— ۳۶۲ھ)

دولت عبیدیین اُن عظیم الشان حکومتوں میں سے ایک حکومت تھی جنہوں نے اقصائے مغرب پر تسلط حاصل کیا اس حکومت کے نام مہدیہ، فاطمیہ، اور علویہ بھی مشہور

ہیں اور اس کے عروج اور بنیاد پڑنے کے حالات اور اس خاندان کے مملکت افریقیہ پر تسلط حاصل کرنیکا ماجرا سلطنت تونس کے بیان میں ذکر ہوگا لیکن اس موقعہ پر صرف اتنا بیان کردینا ضروری ہے کہ اس خاندان حکومت نے اقصائے مغرب پر کیونکر قبضہ کیا +

شیعہ گروہ نے عبیدیین کے پہلے خلیفہ عبید اللہ المہدی سے بیعت کی اور اُس کے قدم میدان حکومت میں جم گئے تو اُس کی عالی حوصلگی کا تقاضا ہوا کہ اب اقصائے مغرب کو بھی اپنے زیر فرمان لانا چاہیئے۔ چنانچہ اُس نے سنہ ۳۰۵ھ میں اپنے سپہ سالار مصالہ بن حبوس کو لشکر گراں دیکر اس ملک کے فتح کرنے پر مامور کیا اور مصالہ نے اطراف ملک کو دباتے ہوئے شہر فاس (دارالملک مغرب) کے مقابل پہنچکر یحییٰ بن ادریس کو شکست فاش دی اور شہر فاس کا محاصرہ کرکے یحییٰ کو سخت تنگ کر ڈالا۔ آخر یحییٰ نے مصالہ سے ادائے خراج اور عبید اللہ المہدی سے بیعت کر لینے کی شرطوں پر صلح کر لی۔ اور اسکے بعد عبیدیین نے موسیٰ بن ابی العافیہ کو یحییٰ بن ادریس کے علاوہ اقصائے مغرب پر اپنا گورنر بنا دیا تھا۔ جو خود اور اُس کی اولاد عرصہ تک خلفائے بنی عبید کی نیابت کرکے اس مملکت پر فرمانروائی کرتی رہی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پھر جس وقت اہل مغرب نے اندلس کے فرمانروایان آل مروان (اموی) سے بیعت کر لی۔ تو یہ خبر سنکر قاسم بن عبید اللہ المہدی نے اپنے نامور سردار سپہ سالار منصور خصی (خواجہ سرا) کو سنہ ۳۲۲ھ میں شہر فاس کے دوبارہ فتح کرنے پر مامور کیا اور اُس نے یہ شہر فتح کرکے یہاں کے باشندوں سے معاہدہ بیعت لکھوا کر خلیفہ ابی القاسم کے پاس ارسال کر دیا اور وہاں اُسکا خطبہ اور سکہ چلا کر منصور قیروان کی طرف واپس چلا گیا۔ جس وقت ابو العیش احمد بن قاسم ادریسی نے اندلس کے اموی خلیفہ عبد الرحمٰن الناصر سے بیعت کرکے مملکت مغرب کے منبروں پر اُسکا خطبہ پڑھوایا اور ابو العیش مذکور کی حکومت تمام اقصائے مغرب کے قلمرو پر پھیل گئی تو عبیدی خاندان کے خلیفہ معز الدین اللہ نے یہ خبر سنکر اپنے نامور سپہ سالار جوہر بن عبد اللہ الرومی کو با لشکر گراں ابو العیش کی سرکوبی کیلئے مامور کیا اور اُسے حکم دیا کہ تمام ملک مغرب کو پامال کرکے وہاں کے باغیوں کا قطعی استیصال کر دے۔ جوہر کاتب مذکور سنہ ۳۴۷ھ میں مغرب پر حملہ آور

ہوا اور اُس کے حملہ آور ہونے کی خبر ناصر لدین اللہ اندلسی کے اُس نائب کو ملی جو کہ بلاد غمرد پر حکمران تھا اور جسکا نام یعلی بن محمد الیفرنی تھا اور طنجہ میں رہا کرتا تھا۔ تو اُس نے زناتہ کے بربری قبائل کو جمع کر کے سپہ سالار جوہر کے مقابلہ پر آمادگی دکھائی اور اُسے روکنے کیواسطے آگے بڑھا۔ جانبین کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو نہایت زور کا رن پڑا اور انجام میں یعلی بن محمد کو شکست ملی۔ خود یعلی مذکور میدان جنگ میں مقتول ہوا۔ اور جوہر نے اسکا سر کاٹ کر شہر قیروان کی طرف روانہ کر دیا۔ ازاں بعد جوہر نے پیش قدمی کر کے شہر سجلماسہ کو فتح کیا اور پھر سنہ ۳۴۹ھ میں شہر فاس کیطرف بڑھا۔ جوہر نے فاس کو بھی سخت محاصرہ کے بعد بزور شمشیر فتح کیا۔ جوہر نے شہر فاس میں داخل ہونے کے بعد وہاں قتل عام مچا دیا اور شہر کے لوگوں کا بڑا حصہ قتل کر ڈالا پھر وہاں کی شہر پناہ منہدم کرا ڈالی اور مغرب کے ملک میں فاتحانہ گشت کرتا ہوا مروانی خلفاء کے عمّال اور دوستوں کو قتل کرنے اور لوٹ مار میں مصروف ہو گیا۔ بربر لوگ اُس کے ان ہتھکنڈوں کو دیکھکر سخت خائف ہو گئے اور اُس کے سامنے سے بھاگنے لگے۔ غرضکہ اسی طرح سپہ سالار جوہر بحر محیط کے ساحل تک پہنچ گیا اور وہاں مچھلیوں کا شکار کھیلکر زندہ مچھلیوں کو پانی سے بھری ہوئی چمڑے کی پکھالوں میں ڈالکر اپنے آقا خلیفہ معزّ لدین اللہ عبیدی کے پاس روانہ کر دیں۔ گویا یہ اسبات کی علامت تھی کہ اُس نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کر کے تمام سرزمین مغرب پامال کر ڈالی ہے اور وہ سرزمین مغرب کو اموی خلفاء کے اثر سے الگ کر کے دولت عبیدیہ کا فرمان پذیر بنا کر مظفر و منصور شہر مہدیہ کو واپس آگیا +

اور جسوقت اہل مغرب نے پھر یہ خوف کر کے کہ ہمارا ملک مروانی خلفاء کے قلمرو سے نزدیک ہے اور ضرور ہے کہ وہ ہمارے ملک پر پھر دباؤ ڈالیں۔ دوبارہ سپہ سالار جوہر کے چلے جانے کے بعد حکمرانان اندلس کی بیعت میں داخل ہونا شروع کر دیا تو معزّ لدین اللہ نے یہ خبر پا کر سپہ سالار بلکین بن زیری صنہاجی کو اس طرف روانہ کیا۔ بلکین نے قبائل زناتہ سے لڑ بھڑ کر انہیں ٹھیک کر لیا کیونکہ بیعت توڑنے کی ابتدا انہی گروہ نے کی تھی اور پھر تمام اقصائے مغرب پر قبضہ کر کے یہاں سے واپس چلا گیا۔ بلکین کی واپسی کا حال معلوم کر کے حکم مستنصر باللہ اموی نے اپنے مشہور سپہ سالار غالب الاموی کے ہاتھوں اقصائے مغرب کو فتح کرا لیا اور غالب کو اس

ملک کی طرف بھیجنے کے وقت اُس سے کہا "غالب! تم یہ سمجھ جاؤ کہ اگر فتحمند آئے تو واپس آئینگے ورنہ جان دیکر اپنے حق سے ادا ہو جائینگے۔ روپے کی تمہارے پاس کمی نہیں لہذا بخل سے کام نہ لینا بلکہ زر پاشی کرنا تاکہ لوگ خود بخود تمہاری اطاعت و پیروی کریں" غرضکہ غالب لشکر گراں کو لئے ہوئے اقصائے مغرب پر حملہ آور ہوا اور اُس نے اس ملک سے ادریس کے خاندان کو اندلس کیطرف جلا وطن کر دیا۔ غالب نے اس مرتبہ پھر تمام مملکت مغرب کو اموی خلفائے اندلس کے زیر نگین کر دیا اور وہاں جس قدر عبیدی حکام اور عمال تھے سب کو قتل و غارت کرکے ملک کو بنی عبید کی دعوت سے صاف بنا گیا۔ اور وہ ۳۶۴ھ میں اپنا کام پورا کرکے اندلس واپس پہنچگیا۔

۳۶۹ھ میں بلکین صنہاجی نے پھر شہر فاس پر چڑھائی کی۔ بلکین خلفائے بنی عبید کیطرف سے مملکت افریقہ کا گورنر تھا اور اُس نے شہر فاس کو فتح کر لیا۔ اسوقت امیر منصور بن ابی عامر نے جو اپنی فوجوں کے ساتھ جزیرہ خضرا کیطرف چلا گیا تھا۔ ملک میں کمک کیلئے پروانے روانہ کئے اور قوم زناتہ کے بادشاہ اُس کی مدد کو آپہنچے۔ بلکین نے غنیم کی قوت زبردست دیکھی تو وہ مجبوراً پسپا ہو کر اپنے ملک کی طرف ہٹ چلا اور اس حالت میں بھی وہ تامسنا کے علاقہ کو پامال کرتا اور وہاں سے اموی خلفا کی دعوت قطع کرتا گیا۔ مگر جسوقت بلکین مرگیا تو یہ علاقے پھر ملوک بنی امیہ کے قابو میں آگئے اور امیر منصور بن ابی عامر نے وہاں کے باشندوں کی یہ خطا معاف کر دی کہ وہ لوگ دشمن کے ماتحت بنگئے تھے۔ منصور بن ابی عامر کا یہ تسلط دیر تک قائم رہا اور ملک مغرب عرصہ تک اُس کی اولاد کے ہاتھوں ہی میں رہا یہاں تک کہ اس زمین میں ملثمین یا مرابطین کی حکومت قائم ہوئی اور اُس نے آل منصور کے ہاتھ سے یہاں کی سلطنت چھین کر آپ اپنا تسلط جمایا۔

(۸)

آٹھویں فصل

خاندان مُلثمین کی حکومت

(۴۶۲ ـــــــــــــــــ ۵۴۲ھ)

اِس خاندان کو مُرابطین کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا تھا۔ فرمانروایان مُرابطین قوم صنہاجہ سے تعلق رکھتے تھے اور اِس قوم کے لوگوں نے ممالک مغرب میں دو عظیم الشان اور قوی حکومتیں قائم کرلی تھیں۔ ازانجملہ ایک حکومت بنی زیری بن مناد الصنہاجی کی افریقیہ میں قائم تھی۔ اِس خاندان کے لوگوں نے یہ ملک عبیدی شیعہ خلفا کے ہاتھوں سے پایا اور عرصہ تک اسپر نسلاً بعد نسلٍ حکومت کی تھی۔ اور دوسری سلطنت خاندان مُلثمین کی وسط مغرب اور اندلس میں برپا ہوئی اور ایک صدی کے قریب عظمت و شوکت کے ساتھ فرمانروائی کرتی رہی +

مُلثمین کا اصلی وطن مغرب کے جنوبی ریگستانوں میں تھا جو کہ بلاد بربر اور سوڈان کے مابین واقع ہیں اور اُن کے قبائل بکثرت تھے۔ اُنکے مُلثمین کہلانے کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ ڈھاٹے باندھے رہا کرتے تھے اور اپنے چہرے کبھی نہیں کھولتے تھے۔ مورخین کا اِس بارہ میں اختلاف ہے کہ اُنکی نقاب پوشی کا اصلی سبب کیا ہے۔ اِس گروہ کا مذہب شروع شروع میں آتش پرستی تھا۔ مگر وہ فتح اندلس کے بعد مسلمان ہوگئے۔ اِن قبائل میں سرداری اور ریاست قبیلہ لمتونہ کے ہاتھوں میں رہتی تھی اور جسوقت عبدالرحمن بن معاویہ اموی شہزادہ اندلس میں داخل ہوا ہے اُس وقت اِس قوم کی عظیم الشان سلطنت وہاں قائم تھی مگر بعد میں وہ تباہ اور مضمحل ہوگئے اور صنہاجہ کے اُمرا برابر حکمران ہوتے رہے یہانتک کہ اُنکے آخری تاجدار ابراہیم بن یحیٰی کدالی سرزمین مشرق کی طرف سفر کرنے اور فرائض حج ادا کرنے کیلئے روانہ ہوا۔ وہ ۴۴۲ھ میں مراسم حج سے فارغ ہوکر اپنے ملک کو واپس آرہا تھا۔ اثنائے راہ میں اُسکا گذر شہر قیروان میں ہوا اور وہاں اُسکی ایک عالم ابی عمران فاسی نامی سے ملاقات ہوئی۔ ابراہیم مذکور ابو عمران کے درس میں شریک ہوا تھا

اور اس نے اس کے وعظ سے متاثر ہو کر اس عالم کے ساتھ شناسائی حاصل کی تھی۔ شیخ ابو عمران نے ابراہیم سے دریافت کیا کہ وہ کس ملک کا رہنے والا ہے اور کہ اس کے ملک میں لوگ کس مذہب کے پابند ہیں۔ شیخ ابی عمران کو اسکے بیان سے معلوم ہوا کہ ملک مغرب اور اندلس میں جہالت کا دور دورہ ہے۔ لیکن وہاں کے باشندے تحصیل علوم کے شائق اور اس زندگی بخش چشمہ سے اپنی تشنگی کا شوق پورا کرنے کے آرزومند ضرور ہیں۔ شیخ ابو عمران نے ابراہیم کے ساتھ اپنے ایک لائق اور فاضل شاگرد عبداللہ بن یاسین جزولی کو کر دیا جو کہ نہایت ذہین اور خوش فکر عالم اور دینداری کے ساتھ بڑا ملکی مدبر بھی تھا۔ فقیہ عبداللہ نے قبائل صنہاجہ کے ملک میں آ کر وہاں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینی شروع کر دی اور انہیں دینی رسوم کا پابند بنانے لگا۔ فقیہ عبداللہ قوم صنہاجہ کے وحشی جاہلوں کو پکا دیندار اور شریعت کا پابند بنانے میں کوشاں تھا اور انکی قبیح رسموں کو مٹا کر اعلیٰ آداب اور اخلاق انکے مابین شائع کرتا جاتا تھا۔ فقیہ کی دینداری اور مشفقانہ تعلیم لوگوں کو اسکا گرویدہ بنانے لگی اور تھوڑی ہی مدت میں اس کے پاس ایک ہزار جان نثار شاگردوں کی جماعت فراہم ہو گئی۔ فقیہ عبداللہ نے ان لوگوں کو مرابطین کے نام سے موسوم کیا جسکی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ وہ لوگ فقیہ کے ساتھ بہت کچھ پختگی کا رابطہ اور اتحاد رکھتے تھے۔ اس کے بعد فقیہ عبداللہ نے بعض قبائل پر انکو دینی قواعد کے ماننے میں سستی اور انکار کرنے کی سزا دینے کیلئے اپنے شاگردوں کی جماعت ساتھ لیکر حملہ بھی کیا اور بزور شمشیر انہیں احکام دینی کا مطیع بنایا۔ پہلے فقیہ عبداللہ نے ان سرکش قبائل کو زبانی نصیحت سے بہت کچھ سمجھایا لیکن وہ سیدھے نہ ہوئے تو آخر میں اس نے انہیں جنگ کر کے انہیں مغلوب بنا لیا۔ اس واقعہ سے فقیہ عبداللہ اور اس کے جرگہ کی تمام ملک میں شہرت ہو گئی اور تمام صحرائی مملکت میں بلکہ اس کے آس پاس سوڈان کا جس قدر علاقہ تھا اس میں بھی اسکا نام خوب مشہور ہو گیا۔ فقیہ عبداللہ بن یاسین نہایت ہر دلعزیز شخص بن گیا تھا۔ اور امور حکومت بھی سب انہی کے قابو میں تھے کہ اسی اثنا میں ابراہیم بن یحییٰ کا انتقال ہوا اور عبداللہ بن یاسین نے قبائل صنہاجہ کے سرداروں کو جمع کر کے ان کے مشورہ اور اتفاق رائے سے امیر یحییٰ بن عمر لمتونی کو حکمران بنا دیا۔ دراصل حکومت و امامت تو عبداللہ کے قبضہ میں تھی اور یحییٰ بن عمر برائے نام حاکم تھا لیکن عبداللہ

کی خوش تدبیری اور انتظامِ مہام کے سبب سے یحییٰ مذکور کی حکومت اور سلطنت کو خوب فروغ ہو چلا۔ اسکا قلمرو بہت کچھ وسیع ہو گیا اور دنیا میں اُسکے عدل و دینداری کا شہرہ آفتاب نصف النہار کی طرح چمکنے اور نور پاشی کرنے لگا۔

اسی مابین میں شہر سجلماسہ کے علماء نے یحییٰ بن عمر اور عبداللہ بن یاسین کے پاس پیام بھیجا کہ وہاں کے امرا سخت فاسق اور بدعتی ہو گئے ہیں لہذا تم ادہر تشریف لاکر ملک کو انکی خرابی سے پاک بناؤ اور بندگانِ خدا کو راہِ راست دکھاؤ۔ یحییٰ بن عمر اور فقیہ عبداللہ نے بلا تامل یہ دعوت منظور کر لی اور سنہ ۴۴۷ھ میں مرابطین کا ایک لشکرِ گراں جلو میں لیکر سجلماسہ پر چڑھائی کر دی قبیلہ مغراوہ کا امیر جو اس شہر پر حاکم تھا اُس نے ان دینی مجاہدین کا مقابلہ کیا لیکن وہ مغلوب ہوا۔ اور فتح و ظفر یحییٰ اور عبداللہ ہی کے حصہ میں آئی۔ لہذا انہوں نے پیشقدمی کر کے شہر میں داخلہ کیا اور وہاں کچھ دنوں قیام کر کے خوب دینداری اور احکام شریع کو رواج دینے کے بعد اپنے ملک کو واپس چلے آئے۔

اور جس وقت یحییٰ مذکور بلاد سوڈان میں جنگ و جدل کرتا ہوا فوت ہو گیا تو عبداللہ بن یاسین نے اُس کی جگہ پر اُس کے بھائی ابوبکر بن عمر کو سنہ ۴۴۷ھ میں اُسکا جانشین بنا دیا۔ ابوبکر کی لڑائیاں نہایت عظیم الشان ہوئیں اور اُس نے اکثر لڑائیوں میں فتح پائی۔ اُسکا سپہ سالار سردار علی یوسف بن تاشفین ابوبکر مذکور کا چچازاد بھائی بڑا بہادر اور صاحب عزم شخص تھا اور ان فتوحات میں غالب حصہ اُسی کی بہادری کا کارنامہ تھا۔ غرضکہ ابوبکر کی شوکت نہایت درجہ بڑھ گئی اور وہ امیر المسلمین کہلانے لگا۔ ابوبکر بھی سنہ ۴۶۲ھ میں فوت ہو گیا تو اُس کے بعد گروہ مرابطین کے شیوخ نے علی یوسف بن تاشفین کو اپنا امیر اور حاکم بنانے پر اتفاق کر لیا۔ کیونکہ اُن لوگوں کو اس کی دلیری اور دینداری، علم و فضل، اور عدل و سخاوت وغیرہ عمدہ صفات کا پورا علم اور تجربہ تھا۔ چنانچہ سبھوں نے علی یوسف بن تاشفین سے بیعت کر لی اور ابن تاشفین نے سرزمین مغرب پر حملہ کر کے اُس کے تمام شہروں اور قلعوں کو یکے بعد دیگرے فتح کیا۔ اس طرح ابن تاشفین کی حکومت کا دائرہ اور اُس کی مملکت بہت وسیع ہو گئی اور اُس نے بخوبی قوت اور اقتدار پیدا کر لینے کے بعد بغداد کے عباسی خلیفہ مستظہر باللہ سے سند فرمانروائی اور اذن حکمرانی طلب کیا۔ یہ درخواست مشہور امام قاضی

ابوبکر بن العربی اور اُن کے فرزند رشید عبداللہ بن محمد العربی الاشبیلی کی معرفت دربارِ خلافت میں ارسال کیا گیا اور ان دونوں سفیروں کا حُسنِ بیان اور حُسنِ طلب اُس کی منظوری کا کفیل ہوا۔ غرضکہ وہ کامیاب پھرے۔ اور مغرب اور اندلس دونوں ملکوں پر امیر المومنین کے فرمانروا بنائے جانے کا فرمانِ خلافت لے آئے۔ خلیفہ کی طرف سے پروانہ تقرر آجانے کے بعد ابن تاشقین نے اپنے نام کا سکہ مضروب کیا جسکی شکل یہ تھی کہ ایک طرف کلمہ شہادت کے نیچے "امیر المسلمین یوسف بن تاشقین" اور دائرہ پر آیت کریمہ "وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ" تحریر تھا اور دوسری سمت میں "عبداللہ احمد امیر المومنین العباسی" اور دائرہ پر ٹکسال اور تاریخ ضرب لکھی تھی۔

یوسف بن تاشقین نے ملک مغرب میں خوب عروج حاصل کر کے وہاں اپنا عمل دخل اچھی طرح جما لیا اور اُسکا ہر ایک گوشہ بغاوت کے جراثیم سے پاک بنا چکا تو اب اُسے یہ فکر ہوئی کہ اپنے سپاہ اور خدم و حشم کی سکونت کیلئے ایک مستقل شہر آباد کرے چنانچہ اُس نے ۴۵۴ھ میں شہر مراکش کی زمین اُن لوگوں سے قیمتاً خریدی جو اُس کے اصلی مالک تھے اور پھر شہر کی بنیاد ڈلوا کر اُسے مرابطین کا پایۂ تخت قرار دیا۔ شہر مراکش کی تعمیر سے فارغ ہو کر ابن تاشقین نے پھر فوجیں تیار کیں۔ فاس وغیرہ دیگر باقیماندہ مغرب اور اندلس کے شہروں کو فتح کر کے دونوں مملکتوں کو اپنے زیرنگین بنا لیا۔ اور اُسنے اپنا لقب امیر المسلمین اختیار کیا جو اُس کے جانشینوں کا دائمی لقب بنگیا۔

جن دنوں ابن تاشقین ملک مغرب کے سرکش مقامات کو مطیع بنانے اور فتح کرنے میں مصروف تھا اُن دنوں اندلس کی اسلامی سلطنت کا حال بہت ابتر ہو رہا تھا۔ وہاں طوائف الملوکی کا زور تھا اور بیرونی دشمن اُس کے تمام سرحدی اور بحری مقاموں پر قابض بنکر مسلمانوں کو دبائے چلا آتا تھا۔ اہل اندلس یوسف بن تاشقین کے حالات سے باخبر ہوئے تو اشبیلیہ کے امیر معتمد بن عباد نے ابن تاشقین کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور اُسے اندلس کی حالت زار پر مطلع بنا دیا۔ معتمد نے یوسف بن تاشقین سے مدد اور کمک بھی مانگی تھی لیکن ابن تاشقین اُس وقت سبتہ اور طنجہ وغیرہ ساحلی شہروں کی فتح میں اسطرح مشغول تھا کہ اُس نے قاصد کو جواب دینے

میں تاخیر کر دی اور معتمد انتظار کی سختی سے تنگ آکر خود ابن تاشفین کے پاس چلا آیا چنانچہ اسنے زبانی تمام باتیں اُس کے گوش گذار کر دیں اور ابن تاشفین کو جہاد کی ترغیب دلائی۔ ابن تاشفین وہاں کے حالات سُنکر سخت متاثر ہوا اور اُس نے ابن عباد سے کہا کہ تم چلکر دشمن کے مقابلہ کیلئے تیار رہو اور مجھے بھی پہنچا ہوا سمجھو۔ ابن عباد تو اشبیلیہ کو چلا گیا اور یوسف بن تاشفین کو جزیرۃ الخضراء کا مقام اس غرض سے حوالہ کر گیا کہ وہاں سے اُس کے مجاہدین کی جماعت اندلس کی طرف روانہ ہوتی رہے اور مجاہدین کا کمپ وہیں قائم کیا جائے۔ ابن تاشفین سبتہ میں داخل ہو گیا تھا اسنے وہاں کا موقع دیکھکر جنگی جہازات تیار کئے جانیکا حکم دیا اور مجاہدین کی فوجیں بھرتی کرنے لگا۔ جس جس طرح جمعیت فراہم ہوتی جاتی تھی اُسی طرح وہ یکے بعد دیگرے فوجیں اندلس کی سرزمین پر بھیجتا جاتا تھا اور پھر ۴۷۹ھ میں خود بھی ایک عظیم الشان سرداران مرابطین کی جماعت اپنے جلو میں لئے ہوئے وہاں جا پہنچا۔ ابن تاشفین کی جمعیت پر اندلس کی فوجوں کا بھی اضافہ ہو گیا۔ اور دونوں اسلامی فوجوں نے متفقہ قوت سے کیسٹل کے عیسائی فرمانروا شاہ ایڈفونس ششم (الفانسو) پر حملہ کیا جو اندلس کی سرزمین میں بڑھتا اور مسلمانوں کو دباتا چلا آرہا تھا۔ جانبین کی فوجوں میں بہت زور کا معرکہ پڑا اور آخر میں خداوند کریم نے مسلمانوں کو فتح دی اہل فرنگ نے شکست کھائی اور اُن کے اسقدر آدمی لڑائی میں مارے گئے جنکا شمار تک نہو سکا۔ اس معرکہ کا نام "جنگ زلاقہ" ہے اور اندلس میں مسلمانوں کی تمام لڑائیوں میں مشہور ترین اور بڑی لڑائی یہی ہوئی تھی۔ اس معرکہ میں کامیاب ہو جانے کے بعد ابن تاشفین نے شہر غرناطہ کو اُس کے امیر عبداللہ بن بادیس صنہاجی سے چھین لیا اور ظالموں سے فتوے لیکر ملوک طوائف کو بھی زیر بنایا کیونکہ اُن لوگوں نے دینی پابندی اور راہ راست پر چلنے سے انحراف کیا تھا اور اہل اسپین کو مسلمانوں کے مقابلہ پر کمک پہنچائی تھی یعنی ابن تاشفین کا اُن لڑائیوں میں مطلق ساتھ نہیں دیا تھا جو کہ اُس نے اسپین کے کفار سے لڑی تھیں۔ غرضکہ اس طرح ابن تاشفین مغرب اور اندلس کے دونوں ملکوں پر مستقل فرمانروا ہو گیا۔ اس نامور مسلمان حکمران اور فاتح کے حالات زندگی مفصل تاریخوں میں بہت کچھ لکھے ہیں ہم نے باختصار صرف اپنی تالیف کے مناسب حال امور درج کئے ورنہ اس میں اختصار کی گنجائش باقی نہ رہتی۔ اور ابن تاشفین اسی طرح عظمت و شوکت اور

عدل و داد کے ساتھ سنہ ۵۰۰ھ تک برابر حکومت کرتا رہا اور اسی سنہ میں اس نے دنیا سے عالم جاودانی کیطرف رحلت کی +

ابن تاشقین کی مدت حکومت (۳۸) سال ہوئے ۔ وہ بڑا خوش تدبیر اور نہایت دیندار شخص تھا کوئی کام بغیر مشورہ علما اور اہل کمال کے نہیں کرتا تھا ۔ امام غزالی اس کی شہرت سنکر اس کے پاس آرہے تھے کہ بمقام اسکندریہ انہیں ابن تاشقین کی موت کی خبر ملی

ابن تاشقین کے خزانہ میں اس کی وفات کے بعد اسقدر نقرہ اور طلا کے سکے موجود ملے جو کئی ارب روپیہ کے مساوی ہوتے ہیں مگر وہ باوجود اتنی دولت رکھنے کے بڑا پرہیزگار اور زاہد تھا ۔ موٹے جھوٹے لباس اور روکھی سوکھی غذا کے سوا اس نے کبھی آرام پسندی اور تن پروری نہیں کی تھی ۔ خدا رحم کرے وہ بڑا مسلمان بادشاہ گزرا ہے +

علی یوسف بن تاشقین کے بعد اسکا بیٹا اور ولی عہد امیر المسلمین علی بن تاشقین فرمانروائے مرابطین ہوا ۔ اندلس میں اس کی لڑائیاں مشہور ہیں اور وہ اپنے باپ سے بھی زائد وسیع قلمرو کا مالک ہوا تھا ۔ کیونکہ اس نے ایک بڑا امن زمانہ حکومت پایا جبکہ رعایا میں بغاوت اور ہنگامہ آرائی کا وجود نہ تھا ۔ فوجیں بکثرت تھیں ۔ خزانہ مال و دولت سے معمور تھا اور ملک میں اتفاق و اتحاد کا دور دورہ تھا ۔ چنانچہ علی بھی اپنے باپ کے قدم بقدم چلکر (۳۵) سال کے زمانہ تک شان و شوکت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا اور ۵۳۵ھ میں اس نے وفات پائی ۔ اسکے زمانہ میں اہل فرنگ نے بہت سے مسلمانوں کے قلعے اور شہر ان سے چھین لئے تھے ۔ ازانجملہ ایک مقام سرقسطہ بھی تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں میں ایک دوسرے کی بروقت مدد کرنے اور محبت و یگانگت رکھنے کا دستور ہی نہ تھا اور اسی کے زمانہ میں فرمانروایان موحدین کی دعوت قائم کرنے والے مہدی کا ظہور بھی ہوا ۔ اور وہ خوب پھلا پھولا کیونکہ بربر لوگ اس قسم کے خرافات کو بہت جلد قبول کرنے والے اور ایسے مواد فاسد کو بڑھانے میں نہایت کارآمد اجزا ثابت ہوتے چلے آئے ہیں ۔

علی بن تاشقین کے بعد اسکا ولی عہد بیٹا ابوالمعز تاشقین تخت سلطنت پر جلوس فرما ہوا مگر ۵۳۹ھ میں اس لڑائی میں قتل ہوگیا ۔ جوکہ اسکے اور عبد المومن بن علی رئیس الموحدین کے مابین ہوئی تھی اور اس جنگ کا نامہ واقعہ کہف الضحاک مشہور ہے ۔ یہ لڑائی کوہ تیطری کے قریب

ہوئی تھی۔ تاشفین اس معرکہ سے بھاگ کر زیر حمایت محمد بن میمون کے "وہران" کو چلا گیا تھا۔ محمد بن میمون مرابطین کا امیر البحر تھا۔ مگر جیسے ہی تاشفین وہران میں پہنچا ہے موحدین بھی اُسکے تعاقب میں جا پہونچے اور ۵۴۲ھ میں اسکو وہیں قتل کردیا۔ تاشفین کے بعد مراکش میں اُس کا بیٹا ابراہیم تخت نشین ہوا مگر وہ لڑکا سخت جاہل اور احمق تھا اسواسطے ارکین مملکت نے اُسے معزول کردیا اور بجائے اُس کے اسی کے چچازاد بھائی "اسحاق بن علی بن یوسف بن تاشفین کو تخت پر متمکن کیا اور اسی کے عہد میں عبدالمومن کے ہاتھوں مرابطین یا ملثمین کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور عبدالمومن۔ محمد بن تومرت مہدی اور دولت موحدین کے بانی کا خلیفہ تھا۔ مرابطین کی حکومت اسّی سال کے قریب قائم رہی اور وہ اپنے عروج کے زمانہ میں حسب ذیل حدود اربعہ کی وسیع مملکت پر قابض ہوچکے تھے :۔

شرقی اندلس کے دور ترین گوشوں میں شہر افراغہ سے لیکر مغربی اندلس کی سمت میں شہر اشبونہ تک۔ جو کہ بحر محیط پر واقع ہے۔ اور بر عدوہ میں جزائر بنی مزغنہ سے لیکر طنجہ تک پھر بلاد السوس الاقصیٰ کے کنارہ تک جو کہ بلاد سوڈان کے جبال الذہب کے نیچے تک ممتد ہے ٭

---

(۹) نویں فصل

دولت موحدین

(۵۱۴ھ — ۶۶۸ھ)

مملکت مراکش کے علاقہ کوہستان درن میں بربری قبیلہ مصامدہ آباد تھا۔ یہ قبیلہ بربری قوم میں سب سے بڑا قبیلہ اور نہایت زور و قوت رکھنے والا گروہ تھا۔ اسی کے ساتھ وہ اپنے بھائی بند برغواطہ کے قبیلہ سے مذہبیات میں مخالف تھا۔ کیونکہ برغواطہ مشرک تھے اور

مصامدہ نہایت پکے مسلمان - مصامدہ کے قبیلہ میں قبول اسلام سے قبل بہت سے نامور بادشاہ اور امیر گذر چکے تھے جو مغرب کے تاجداران لمتونہ کے ساتھ بڑے بڑے معرکے لڑ چکے تھے اور برابر ان دونوں گروہوں میں جنگ جدل کا بازار گرم رہا کرتا تھا - قبائل بربر کی اُس وقت کئی حکومتیں قائم تھیں - لمتونہ قبیلہ کی حکومت عدوۃ المغرب اور عدوۃ الاندلس دونوں میں موجود تھی اور قبیلہ صنہاجہ کی حکومت افریقہ میں قائم تھی ؛

مہدی - محمد بن تومرت کا ظہور

محمد بن تومرت قبیلہ مصامدہ کے جس گھرانے میں پیدا ہوا اُسکا نام ہرغہ مشہور تھا - محمد بن تومرت کے باپ تومرت کا اصلی نام عبداللہ بیان کیا جاتا ہے اور وہ آلِ رسول ؑ میں شمار ہوتا ہے - مگر یہ بعض مورخین کی غلطی ہے - ابن تومرت کا خاندان عبادت اور زہد میں مشہور تھا - محمد بن تومرت ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا اور ایک عابد و زاہد خاندان کا بچہ جس قدر نیک چلن، علم و عبادت کا شائق اور خوش اخلاق ہو سکتا ہے اُسی قدر بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر خوبیاں اِس ہونہار بچے میں پائی جاتی تھیں، قرأت قرآن اور لکھنے پڑھنے کا شوق بچپن سے اُس کی طبیعت میں نمایاں تھا اور یہی شوق اُس کو کم سنی میں سرزمین مشرق کی طرف لیگیا - وہ پانچویں صدی ہجری کے شروع میں اندلس کو گیا اور شہر قرطبہ میں جو اُسوقت بڑا دارالعلم تھا بہت سے علماء اور فضلاء کی صحبت سے فیضیاب ہوا - پھر وہ اسکندریہ کو چلا گیا اور سرزمین عراق میں جاکر بڑے بڑے نامور علماء سے ملا - ابن تومرت نہایت وسیع المعلومات عالم ہوگیا تھا اور تقریباً دنیائے اسلام کے تمام مشاہیر علماء کی صحبت سے اُس نے کچھ نہ کچھ فیض ضرور حاصل کیا تھا - اُسکا دل گواہی دیا کرتا تھا کہ ضرور وہ اپنی قوم پر حکومت و ریاست کریگا اور اُس نے اپنا یہ خیال امام غزالی سے بھی ظاہر کیا تھا جنھوں نے اُسے یہ ارادہ پورا کرنے کی ہمت بندھائی - اس کے بعد محمد بن تومرت حج کو گیا - اور اُس نے شہر مکہ میں کچھ عرصہ قیام کرکے علوم دین کی معقول معلومات حاصل کی - علم و فضل کے علاوہ اُسکا زہد و تقوی بھی بہت بڑھا ہوا تھا - وہ اکثر اوقات مراقبہ میں مصروف رہتا تھا - اور نہایت زبان آور اور دلیر تھا،

اور وہ عربی اور بربری دونوں زبانوں میں بیحد فصاحت کے ساتھ تقریر کر سکتا تھا۔ مکۂ مکرمہ سے چلکر وہ مصر اور اسکندریہ ہوتا ہوا دریائی سفر کے راستہ سے اپنے ملک کی طرف روانہ ہوا اور پہلے شہر مہدیہ میں پہنچا۔ جن دنوں اُسکا گزر شہر مہدیہ میں ہوا ہے اُسوقت وہاں یحییٰ بن بادیس کی حکومت تھی۔ محمد بن تومرت کے فضائل کا شہرہ بہت جلد پھیلگیا۔ اور لوگ اُس کی طرف مائل ہونے لگے اور اب اُس نے علاقہ بجایہ کی طرف رخ کیا۔ جہاں اُسکو ایک گاؤں میں عبد المومن بن علی نامی ایک نوجوان ملگیا اور یہی نوجوان آگے چلکر اُسکا بہت بڑا رفیق، خلیفہ، اور اُس کی دعوت کا سب سے بڑا حامی ٹھیرا۔ عبد المومن کے علاوہ اس علاقہ سے اور بھی بکثرت ساتھی اور مخلص رفیق ابن تومرت کے ساتھ ہوگئے اور اب اُسنے شہر مراکش میں پہنچکر لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر شروع کیا۔ اُس کی دینداری اور زہد و تقویٰ کو دیکھکر مخلوق کا رجوع اُس کی طرف ہوچلا۔ اور اسی اثناء میں امیر المسلمین علی بن یوسف ابن تاشفین حاکم مراکش کو خبر ملی کہ ابن تومرت اور اُس کے ساتھی انقلاب حکومت کی کوشش کر رہے ہیں چنانچہ اُس نے ابن تومرت کی گرفتاری کا حکم صادر کردیا۔ لیکن ابن تومرت کسی طرح اس بات کی خبر پاکر مراکش سے نکل بھاگا اور شہر اغمات میں جا پہونچا۔ پھر وہاں سے اپنے گروہ کو ساتھ لئے ہوئے کوہ تینمل کے علاقہ میں چلا گیا۔ اس کوہستانی علاقہ کے رہنے والے قبائل مصامدہ کے لوگوں نے ابن تومرت کی بہت کچھ تعظیم و تکریم کی اور اُس کی دعوت کو مانکر اُس سے بیعت کرلی۔ اب ابن تومرت امام مہدی موعود بن بیٹھا اور دینداری کا پھیلانا اُسکا مدنظر کام تھا۔ رفتہ رفتہ اُس کے دعویٰ کی شہرت اطراف و جوانب میں پھیلتی گئی اور دور دور سے لوگ اُس کی زیارت اور بیعت کے لئے آنے لگے۔ ابن تومرت نے اپنے پیرو لوگوں کو موحدین کے نام سے موسوم کیا۔ اور اُنہیں خدا پرستی اور شریعت اسلام کی سچی پابندی پر مائل بنانا شروع کردیا۔ وہ اپنے معتقدین کو تعلیم دیتا تھا کہ ظالم اور مُفسد شرع حکومتوں کی اطاعت کبھی نکرنا چاہئے۔

اسی اثناء میں علی بن تاشفین نے ایک فوج ابن مہدی کی سرکوبی پر مامور کی اور ابن تومرت نے اس فوج کو شکست فاش دیکر بھگا دیا تو ۵۱۹ھ میں علی بن تاشفین نے دوسرا

لشکر گراں مہدوی جماعت کو پامال بنانے کے لئے ارسال کیا اور اس فوج نے مصامدہ قبائل کو اُنکے پہاڑوں میں محصور کر کے اُنہیں چاروں طرف سے دبانا اور تنگ پکڑنا شروع کیا اور قریب تھا کہ قبائل مصامدہ ابن تومرت کی اعانت سے دستکش ہو کر اُسے غنیم کے حوالہ کر دیں۔ لیکن ابن تومرت اور اُس کے خاص رفقاء نے ایسی ترکیبوں اور چالبازیوں کا جال بچھایا کہ مصامدہ قبائل کے لوگ بالکل اُس کے قابو میں آگئے اور جان نثاری پر کمربستہ ہو گئے چنانچہ اس کے بعد ابن تومرت نے میدان میں نکلکر امیر المسلمین علی بن تاشفین کی فوج سے جنگ کی اور اُسے ہزیمت دیکر ۵۲۴ھ میں خود ایک زبردست سپاہ جمع کر کے شہر مراکش کا محاصرہ کرنے کی نیت سے آگے بڑھا مگر وہ اسی اثناء میں بیمار ہو کر ۵۲۴ھ میں فوت بھی ہو گیا +

ابن تومرت اپنے بعد اپنے رفیق اور وزیر عبد المومن ابن علی کو جانشین بنانے کی وصیت کر گیا تھا۔ لہذا اُس کے اتباع نے عبد المومن سے بیعت کر لی +

عبد المومن بن علی

نے لوگوں سے بیعت لینے کے بعد امیر المومنین کا لقب اختیار کیا اور اُس کی شان و شوکت روز افزوں ترقی کرتی گئی یہاں تک کہ اُس نے بہت کچھ فوج و سپاہ جمع کر کے حکمرانان مرابطین سے متعدد مرتبہ معرکہ آرائیاں کیں اور ان لڑائیوں میں جانبین کے ایک لاکھ سے زائد آدمی کام آئے عبد المومن نے فاس اور مراکش کے شہروں پر تسلط کر کے اپنی مملکت کو وسیع بنا لیا۔ اس کے بعد وہ اپنی فوجوں کو لڑاتا رہا اور سبتہ، سلا اور طنجہ کے بندرگاہوں پر بھی قابض بن گیا اور اب اُس کے گروہ موحدین میں بڑے بڑے نامی لوگ داخل ہونے لگے۔ اسکے بعد ۵۴۰ھ میں مرابطین کا امیر البحر علی بن موسیٰ بن میمون بھی عبد المومن کے ساتھ مل گیا اور اپنے قدیم آقا سے منحرف ہو گیا۔ عبد المومن کو اس تجربہ کار بحری افسر کے زمرۂ موحدین میں داخل ہونے سے بہت ہی خوشی ہوئی اور اب اُسے بحری قوت بڑھانے اور تیار کرنیکا خیال پیدا ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ اُس نے تمام بندرگاہوں میں ایک معقول تعداد جہازوں کی بحری جنگ کیلئے مہیا کر لی پھر اسی سال کے وسط میں عبد المومن نے امیر یوسف بن مخلوف کو ایک بھاری فوج کے ساتھ

دریائی راستہ سے اندلس کے ملک پر روانہ کیا اور اُسے مرابطین کے ہاتھوں سے چھین لینے کا ارادہ ٹھان لیا۔ وہ پے در پے یوسف بن مخلوف کو کمک ارسال کرتا جاتا تھا اور وہ اندلس کے شہروں پر قبضہ کر رہا تھا۔ یہانتک کہ ۵۴۵ھ میں اُسنے مرابطین کی حکومت کا بالکل خاتمہ کر دیا*

اندلس پر فتح حاصل کرنے کے بعد عبد المؤمن بن علی نے بذات خاص موحدین کی جرار فوج ساتھ لیکر افریقہ پر چڑھائی کی اور بحری راستہ سے یحییٰ بن عبد العزیز کی ماتحتی میں دو جنگی بیڑے بھی اُس طرف ارسال کردئے۔ اس حملہ میں عبد المؤمن "الجزائر، تونس، اور مہدیہ" کو فتح کر کے واپس چلا آیا۔ اور پھر اُس نے اندلس کے وہ متعدد بحری مقامات بھی فتح کر لئے جنکو اہل اسپین نے مسلمانوں سے چھین لیا تھا اور اُس نے طلیطلہ کے عیسائی تاجدار شاہ "الفانسو" کو بُری طرح ہزیمت دیکر میدان سے بھگا دیا۔ یہ فتح حاصل کر کے عبد المؤمن اہل فرنگ سے جنگ کرنے کی عظیم الشان تیاریوں میں منہمک تھا کہ اسکا پیام موت آگیا اور وہ ۵۵۸ھ میں دنیا سے عالم آخرت کی طرف چلا گیا*

عبد المؤمن بہت سے دینی اور دنیاوی علوم کا زبردست عالم اور فنون سپہگری کا بخوبی ماہر تھا، وہ بیدار مغزی اور دور اندیشی میں لاثانی اور دلیری و جرأت میں بے نظیر تھا ہمیشہ دشمن پر پہلے خود ہی حملہ کرتا اور قسمت کا اتنا دھنی تھا کہ جس لڑائی میں شریک ہوا بجز کامیابی کے پسپا ہونے کا نام ہی نہیں جانا۔ وہ اہل علم اور اہل ادب کا بڑا قدردان تھا اور علوم فلسفہ کے عالموں کو زیادہ وقعت کی نظروں سے دیکھا کرتا تھا*

جبل الطارق کا شہر اُسی کی یادگار ہے۔ یہ شہر اُس نے ۵۵۵ھ میں بنوایا تھا۔ اور اسی سال اُس نے افریقہ اور مغرب کے بلاد کی مساحت کرنے کا بھی حکم دیا تھا۔ چنانچہ مشرق سمت میں برقہ سے لیکر سوس اقصیٰ تک مغربی سمت میں طولاً اور عرضاً میلوں اور فرسخوں میں ان ممالک کی پیمائش مکمل کر لیگئی اور پھر ان کے مجموعی رقبہ سے ایک تہائی کی مقدار پہاڑوں، دریاؤں، ریگستانوں، اور راستوں وغیرہ کی نکالکر باقی دو تہائی مساحت پر خراج کی رقم مقرر کی تھی*

عبد المؤمن کو بیرونی غنیم سے اپنا ملک بچائے رکھنے کا بیحد خیال رہتا تھا اور وہ بحری اور برّی دونوں قوتوں کو اعلیٰ پیمانہ پر فراہم رکھنے میں کوشاں رہتا تھا۔ اقصائے مغرب اور

مغرب اوسط کے دونوں ممالک پر مسلط اور افریقہ اور اندلس کے ملکوں پر بھی قابض ہو جانے کے بعد اُس نے اہل فرنگ کے ممالک پر حملہ آور ہونیکا شوق دل میں محسوس کیا اور بحری اور بری دونوں سمتوں سے اُنپر حملہ آور ہونیکا عازم ہوا۔ اُس نے ۵۵۵ھ میں اپنے قلمرو کے تمام ساحلی مقامات میں جنگی جہازات تیار کئے جانے کا حکم دیا چنانچہ مقام حلق الوادی اور مہدیہ میں (۱۲۰) طنجہ، سبتہ، بادیس، اور بلاد ریف کے بندرگاہوں میں (۱۰۰) افریقہ کے ساحلی شہروں، وہران اور بندرگاہ ہنین میں (۱۰۰) اور اندلس کے بندرگاہوں میں (۸۰) جہازات تیار ہوئے جنگی مجموعی تعداد (۴۰۰) ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اُس نے جہاد کیلئے گھوڑوں کے مہیا کرنے اور اقسام اسلحہ کے تیار کئے جانے کا بھی خاص انتظام کیا تھا اور ہر ایک جگہ اسکے متعلق احکام بھیجدئے گئے تھے چنانچہ روزانہ دس قنطار کے قریب تیروں کے پیکان تمام مقامات میں ملکر بنتے تھے ٭

محمد بن عبد المؤمن

عبد المؤمن کا بڑا بیٹا اور ولی عہد اُس کے بعد باپ کا جانشین ہوا لیکن چونکہ وہ سخت بدچلن اور شرابی تھا اور اسی کے ساتھ پرلے درجے کا احمق اور جاہل بھی لہذا صرف (۴۵) دن حکمران رہسکا اور اسکے بعد معزول کردیا گیا۔ (۵۵۸ھ) ٭

امیر المؤمنین یوسف بن عبد المؤمن

اپنے بھائی محمد کی معزولی کے بعد مسند نشین امارت ہوا۔ اس نے بیعت لینے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اُس کے باپ نے جس قدر فوج و سپاہ جہاد اور جنگ کے لئے تیار کی تھی سب کو اُن کے وطن اور قبائل کی طرف واپس چلے جانیکا حکم دیدیا۔ اور پھر تمام قیدیوں کو رہا کردیا اور صدقات کی تقسیم کا مشغلہ جاری کیا۔ یوسف سے افریقہ اور اندلس کے تمام بلاد کے حکام نے بیعت کرلی اور تہنیت کے وفود ارسال کئے۔ مگر بجایہ اور قرطبہ سے نہ آسے پیام مبارکباد آیا اور نہ بیعت کا اقرارنامہ۔ ان دونوں مقاموں کی حکومت یوسف کے دو بھائی کرتے تھے اور وہ پہلے یوسف کی بیعت میں توقف کرتے رہے مگر بعد میں خود بخود اُس کے پاس حاضر ہوگئے

اور یوسف نے بھی بھائیوں کی بہت اچھی طرح خاطر و مدارات کی اور اُنکی خطا پر کوئی گرفت نہیں فرمائی ۔

یوسف نے حکومت و امارت کی طرف سے مطمئن ہوکر جزیرہ اندلس کی طرف فوجیں روانہ کیں اور بہت سے وہ مقامات جنکا اہل اسپین نے محاصرہ کر رکھا تھا اُنکے دستبرد سے بچا لئے ۔ پھر کئی ایک جدید مقامات بھی صلح سے اور بزور شمشیر فتح کر لئے ۔

یوسف کے دل میں خود جہاد کی خواہش موجزن ہوئی اور وہ اندلس کی طرف اس ارادہ سے چلا کہ وہاں کی بگڑی ہوئی حالت سنبھالنے کے بعد غنیم سے معرکہ آرائیاں کرے ۔ اُس نے ایک لاکھ موحدین کی زبردست سپاہ اپنے ہمرکاب لیکر ۵۶۶ھ میں سرزمین اندلس پر قدم رکھا اور محمد بن مردنیش کی اولاد سے تمام مشرقی اندلس کے شہروں کو چھین کر غنیم کے ممالک پر حملہ آور ہوا ۔ وہ فتح و ظفر کے نشان کو ہوا میں لہراتا ہوا دور تک ممالک فرنگ میں گھستا چلا گیا اور بہت کچھ اموال غنیمت اور جنگی قیدی لیکر واپس آیا ۔ واپسی میں بمقام اشبیلیہ اُس نے ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی اور دریائے اشبیلیہ پر کشتیوں کا پُل بندھوایا ۔ شہر مذکور کی دیوار شہر پناہ کو مستحکم اور درست [illegible] کرایا اور شہر میں پانی کی نہر کاٹ کر لایا ۔ ازاں بعد اُس نے ۵۷۶ھ میں افریقہ کے شہر قفصہ پر حملہ کر کے اُسے فتح کر لیا ۔ اسی اثناء میں اُسے خبر ملی کہ شاہ "الفانسو" شہر قرطبہ پر حملہ آور ہوا ہے تو وہ بخط مستقیم سبتہ کے بندرگاہ سے دریا کو عبور کرتا ہوا اندلس میں آ پہنچا ۔ اور شمال کی سمت میں شنترین کا محاصرہ کرنے کیلئے بڑھا ۔ اُس نے شنترین کا حصار شروع کر دیا تھا اور کئی دن اُسے جنگ کرتے گزر بھی گئے تھے کہ اتفاق سے ایک رات کو اُس کے سپہ سالاروں نے غلطی میں مبتلا ہو کر وہاں سے یکایک دوسری طرف کوچ کر دیا اور یوسف تنہا قلیل جماعت کے ساتھ اپنی سمت میں پڑا رہ گیا ۔ دشمن کو یہ بات معلوم ہوگئی اور وہ محاصرہ سے نکل کر یوسف پر آ پڑے ۔ یوسف اُن سے لڑتا بھڑتا باقاعدہ پسپا ہو گیا مگر اس لڑائی میں اُس نے کئی کاری زخم کھائے تھے جنکے صدمہ سے وہ ۵۸۰ھ میں مراکش کی طرف واپس جاتے ہوئے فوت ہو گیا ۔

یوسف [illegible] اعلیٰ اوصاف اور اخلاق کے سوا بہت کچھ علم و فضل، خوش بیانی، تیز

طبعی، سلیقۂ حکمرانی، دلیری، شہسواری، اور فنون حرب وضرب میں بھی باپ کا ہم پلہ کہا جا سکتا ہے۔ علماء اور اہل کمال کی قدردانی، ہمتِ سخاوت، اور ہنر شناسی کا بھی اسکو بہت بڑا ملکہ تھا۔ اسکی مصاحبت میں جس قدر علما جمع رہتے تھے انمیں بجملہ مشہور فلاسفر وزیر ابوبکر بن محمد بن طفیل، اور ابن رشد حفید، وغیرہ نہایت نامور عالم تھے۔ یوسف نے (۲۲) سال حکومت کی ۔

ابو یوسف یعقوب بن یوسف

باپ کی وفات کے بعد مسند نشین حکومت ہوا۔ اس کی سلطنت شروع ہوتے ہی جزائر میورقہ وغیرہ کے حاکم ابن غانیہ المسوفی نے اپنے جنگی بیڑہ کو لیکر بالکل اچانک شہر بجایہ پر حملہ کر دیا اور ۵۸۱ھ میں اسے فتح کر لیا۔ پھر وہ الجزائر اور ملیانہ پر بھی قابض ہو گیا یعقوب نے یہ خبر پاکر اس کے مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ کیں لیکن ابن غانیہ صحرا میں بھاگ گیا اور جب اس نے دیکھا کہ اب یعقوب کی سپاہ مقامات مذکورہ سے ہٹ گئی یا غافل ہو گئی ہے تو اس نے افریقہ کے ممالک پر دوبارہ حملہ کر دیا۔ اس مرتبہ ابن غانیہ کی مدد پر سلطان صلاح الدین ایوبی کا مولے قرہ قوش بھی آمادہ تھا اور دونوں نے ساتھ ملکر طرابلس اور اس کے ذیل میں واقع ہونے والے بلاد پر قابو کر لیا تھا۔ یعقوب المنصور یہ اطلاع پاتے ہی خود غنیم کے مقابلہ پر چلا اور دشمن کی متفقہ فوجوں کو سخت لڑائی کے بعد ہزیمت دی۔ ابن غانیہ اور قرہ قوش دونوں جان بچا کر معرکۂ جنگ سے بھاگ نکلے۔ اور یعقوب نے شہر قابس پر پیش قدمی کر کے اسے فتح کر لیا جو قرہ قوش کی املاک تھا اور ۵۸۴ھ میں اس نے کئی دوسرے مقامات ابن غانیہ کے فتح کئے ہوئے دوبارہ واپس لیلئے ۔

اس کامیابی کے بعد یعقوب نے ایک سال جنگی تیاریوں میں بسر کیا اور پھر وہ جنگ اور فتوحات کے لئے اندلس کی طرف گیا۔ اسنے قصر المجاز سے جزیرۂ خضراء تک دریائی راستہ جہازات پر عبور کر کے ''شنترین'' کو سب سے پہلے فتح کیا اور بعد ازاں شہر

ھ چھٹے لکال کا ایک مشہور اور قدیم بایۂ تلیج کے دہانے پر نامنے پر واقع ہے جو اہل یورپ اسکو شنتریم کہتے ہیں

اشبونہ کو تباہ و غارت کر دیا۔ اِن مقامات کی فتح سے بہت کچھ اموال غنیمت اور جنگی قیدی لئے ہوئے وہ بربطرہ کی طرف پلٹا۔ قبل اس کے کہ یعقوب شہر اشبونہ پر حملہ کرے وہاں ایک بیڑہ (۱۰۶) جہازوں کا آیا تھا جس پر دس ہزار کے قریب جرمن کے فوجی سپاہی اور نشیبی رین، اور بلاد سوئین کے رہنے والے بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس آ رہے تھے۔ اس بیڑہ نے جرمن کے سپاہیوں کو "غالیسیا" کے ساحل پر "سینٹ جاگو" میں اُتار دیا کیونکہ وہ لوگ یہاں کے مقدس گرجا کی زیارت کرنا چاہتے تھے۔ مگر مقامی باشندوں میں یہ افواہ اُڑ گئی کہ وہ لوگ زائرین نہیں ہیں بلکہ "سینٹ جیکب" کا سر چرا لیجانے اور کنیسہ کا خزانہ لوٹ لینے والے ڈاکو ہیں لہٰذا وہ مسلح ہو کر اُن لوگوں کے مقابلہ پر آ پہنچے۔ یہاں تک کہ جرمنی سپاہیوں کو مجبور ہو کر اپنے جہازوں پر واپس جانا پڑا۔ اور اسی وقت ایک دوسرا بیڑہ انگریزوں اور فلیمنگ والوں کا بھی شہر اشبونہ میں آ گیا تھا چنانچہ پرتگال کے فرمانروا شاہ "سانشو" نے اِن لوگوں سے مسلمانوں کے جنگ میں شریک ہونیکا معاہدہ کر لیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس بیڑہ کو غالیشیا والوں نے روکا تھا وہ بھی انہی انگریزوں اور فلیمنگ والوں سے آملا تھا۔ غرضکہ اس طرح شاہ پرتگال کے پاس ایک زبردست جنگی بیڑہ مہیا ہو گیا اور اس نے اس بیڑہ کی اعانت کے بھروسہ پر بیجا[1] اور یابورہ[2] کے دونوں شہروں کو مسلمانوں سے واپس لینے کیواسطے ایک معقول تعداد کی فوج روانہ کر دی۔ یہ دونوں شہر مسلمانوں نے پرتگیز سے ایک ہی سال قبل چھینے تھے۔ یعقوب کو اس بات کی اطلاع ملی کہ پرتگیز نے اُن دونوں شہروں کو واپس لینے کے علاوہ میرے علاقہ کے چند اور شہروں پر بھی تسلط کر لیا ہے اور وہاں کے تمام مسلمان باشندوں اور محافظ سپاہ کو سخت بے رحمی سے تہ تیغ کر ڈالا تو وہ نہایت غضبناک ہوا اور اس نے حاکم قرطبہ کے زیر کمان زبردست فوج غنیم کی سرکوبی پر مامور کی۔ یہ سپاہ اہل پرتگال سے برابر لڑتی بھڑتی آخر اُن تمام مقاموں سے باہر نکال دینے میں کامیاب ہوئی جو کہ اُنہوں نے فتح کر لئے تھے۔ اور علاوہ ازیں یعقوب کی سپاہ نے پرتگیز لوگوں کا بہت کچھ سامان بھی لوٹ میں پایا اور بہت سے آدمی جنگ میں قید کر لئے (۵۸۷ھ)۔

اس صفحہ کا حاشیہ صفحہ آئندہ پر دیکھو۔

صلیبی لڑائیوں میں اہل فرنگ نے ملک شام کے ساحلی مقامات پر قبضہ کرلیا تھا اور سلطان صلاح الدین صلیبی مجاہدین کا مقابلہ کر رہا تھا - عُبیدی سلطنت کے خاتمہ پر سلطان صلاح الدین نے ملک مصر اپنے قبضہ میں لیلیا اور وہ ملک شام پر بھی مسلّط ہوگیا تو اُس نے صلیبی مجاہدین سے بحری اور برّی لڑائیاں لڑکر اُنہیں شکست فاش دی اور یورپ کے ممالک سے صلیبی مجاہدین کے پاس کمک آنے لگی یہ کمک جنگی جہازوں پر آتی تھی - اور صلاح الدین کا بیڑہ بوجہ مختصر اور ناکافی ہونے کے اہل فرنگ کے بیڑوں سے عہدہ برآ نہو سکا سلطان صلاح الدین نے ، یعقوب المنصور سے بحری کمک مانگ بھیجی اور اُس کے پاس بہت کچھ نفیس تحائف دیکر ۵۸۵ھ میں ابا الحرث بن منقذ کو ارسال کیا جو کہ شاہان شیزر کے خاندان کا شہزادہ تھا - صلاح الدین نے منصور سے صرف اس قدر درخواست کی تھی کہ تم اہل فرنگ کے کمکی بیڑوں کو راستے ہی میں ٹوک دیا کرو اور سواحل شام تک نہ آنے دو - مگر اس مغرور شخص نے محض اس بنا پر کہ صلاح الدین نے اپنے خط میں اسکو امیر المؤمنین کے لقب سے مخاطب نہیں کیا تھا - اُس کی امداد سے پہلوتہی کی اور قاصد کو معقول مدارات کے بعد باعزاز رخصت کردیا لیکن خط کا کوئی جواب نہیں ملا - منصور کا یہ فعل صاف بتا رہا ہے کہ اسوقت مسلمانوں میں کس قدر نفاق و عداوت کی شاعت تھی اور منصور کا یہ فعل سخت لعنت کے قابل ہے کہ اُس نے اپنے ذاتی اور فرضی اعزازی لقب کے ترک کر دینے پر اس قدر پیچ و تاب کھایا کہ اُس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے ملک و مال کا زوال ٹھنڈے دل سے گوارا کرلیا اور صلاح الدین کی نہیں بلکہ اسلام کی مطلق اعانت نہ کی - اُس سے خدا سمجھے ❊

اندلس کے اہل فرنگ کو معلوم ہوا کہ منصور افریقہ کی طرف ابن غانیہ وغیرہ سے مصروف جنگ ہے تو اُنہوں نے اندلس پر حملہ کر دیا اور اسلامی حدود میں گھسکر سخت کشت و

(حاشیہ: اور سلطان ... [illegible])

(حاشیہ صفحہ ۷۳) (۱) ممالک پرتگال کا ایک چھوٹا سا شہر ہے اسکا قدیمی نام "پاکس جولیا" تھا Beja ❊

(۲) ملک پرتگال کا ایک مستحکم شہر ہے - قدیم نام "ایبورا" تھا اسمیں رومانی عمارتوں کے نشانات موجود ہیں ۱۱۶۶ء میں اہل عرب نے اسپین کے ملک پر تسلط کیا تو اسکو بھی فتح کرلیا تھا - مگر ۱۱۶۶ء میں اہل فرنگ نے یہ شہر مسلمانوں سے واپس لیا (مصحح) ❊

خون مچایا۔ منصور کو اس بات کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے عمال کو جو اندلس کے بلاد پر مامور تھے۔ نہایت سرزنش کی اور لکھا کہ دشمن تمہارے گھر میں گھس آئے اور تم خواب خرگوش میں پڑے رہے اپنی خیر چاہتے تو غنیم سے انتقام لو۔ ورنہ سزا پاؤ گے۔ پھر تو اندلس کے مسلمان حکام بھی غنیم کے مقابلہ میں جا پہونچے اور اہل فرنگ کو حدود ملک سے نکالکر اُنکے علاقوں میں دور تک تاخت و تاراج کرتے چلے گئے۔ اس مرتبہ اندلس پر جنوبی سمت سے شاہ پرتگال نے اور دریائے پانہ کی سمت سے شاہ لیون نے حملہ کیا تھا اور کئی شہر اور مقامات مسلمانوں سے چھین لئے تھے اور وہ اندلس کے سابق حاکم محمد بن سعد بن مردنیش کو فوجی اعانت دیکر موحدین سے لڑا رہا تھا۔ پھر منصور کو یہ اطلاع ملی کہ اہل فرنگ نے سرزمین اندلس میں سخت آفت ڈھا رکھی ہے تو وہ سنہ ۵۹۱ھ میں ایک لشکر گراں کو ساتھ لیکر خود ہی اس طرف روانہ ہوا۔ کیسٹل کے بادشاہ یعنی "الفانسو" نے منصور کی آمد آمد سنکر بہت کثیر جمعیت فراہم کی اور اُسکا مقابلہ کرنے کی غرض سے بڑھا۔ بمقام ارک[1] دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی اور کئی دنوں کے سخت معرکہ کے بعد اہل فرنگ نے ہزیمت پائی۔ مسلمانوں نے اسقدر فرنگیوں کو قتل کیا کہ انکا شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ اور تمام سامان غنیم کا اُنکے ہاتھ آیا۔ خیمہ و خرگاہ، سامان رسد، مال و زر اور اسلحہ کی اتنی کثیر مقدار مسلمانوں نے اس لڑائی میں پائی کہ اس سے پہلے کسی جنگ میں اُنکو اتنی کثیر غنیمت نہیں ملی تھی۔ امیر المؤمنین یعقوب اسیران جنگ اور مال غنیمت کے ذخائر لئے ہوئے مظفر و منصور واپس گیا۔ اور یہ لڑائی اندلس کی اُن بڑی لڑائیوں میں شمار ہوتی ہے جو کہ وہاں مسلمانوں اور اہل فرنگ کے مابین ہوئی تھیں۔ اور اس معرکہ سے فراغت پانے کے بعد سنہ ۵۹۲ھ میں مسلمانوں نے طلیطلہ کے قریب پھر اہل فرنگ سے میدان کارزار جیت لیا۔ اور اُنکا تمام مال و اسباب لوٹ میں حاصل کیا۔ اس کے بعد منصور نے مزید پیش قدمی جاری رکھکر طلیطلہ کے اطراف میں متعدد قلعہ جات "رباح" اور "وادی الحجارۃ"[2] اور مدرید وغیرہ بھی فتح کر لئے مگر ہنوز وہ ان لڑائیوں کا سلسلہ ختم نہیں کرنے

(۱) ممالک کیسٹل کا ایک شہر ہے۔ اہل یورپ اسکو [illegible] کہتے ہیں اور اسی لڑائی کی وجہ سے اس کی شہرت ہوئی۔ (مؤلف) ۱۲

(۲) اہل یورپ اسکو [illegible] کہتے ہیں۔ صوبہ نیو کیسٹل کا ایک شہر اور صوبہ کا صدر مقام ہے۔ (مؤلف) ۱۲

پایا تھا کہ افریقہ سے ابن غانیہ کے دوبارہ حملہ آور ہونے کی اطلاع آئی اور وہ اس طرف کا کام ناممکل چھوڑ کر افریقہ چلا گیا۔ منصور نے اس مرتبہ ابن غانیہ کا اچھی طرح قلع قمع کر ڈالا اور اُسے افریقہ کی سرزمین سے باہر نکال دیا۔ منصور صرف انہی لڑائی جھگڑوں تک اپنی ہمت کو قاصر نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ باوجود اس قدر جنگی مشغولیت کے اُس نے افریقہ، مغرب اور اندلس میں بہت سے اچھے مدرسے، مسجدیں، نہریں، پل، کوئیں، اور عالیشان عمارتیں بھی بنوائی تھیں اور مغرب و اندلس کے کئی شہروں کو استحکام کے ساتھ قلعہ بند کر دیا تھا۔

منصور شاہان موحدین کی لڑی میں وسط کا گوہر تابدار تھا۔ اُسکا زمانہ امن و خوشحالی کا دور رہا اور اُس نے بڑی قابلیت کے ساتھ حکمرانی کی۔ آخر میں اُس نے اپنے بیٹے ابی عبداللہ محمد ملقب بہ ناصر لدین اللہ کو تخت حکومت پر متمکن بنا دیا اور خود ۵۹۵ھ میں گوشہ نشین ہو گیا۔ اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں کہ منصور پر گوشہ نشینی کے بعد کیا گزری۔ لیکن درست قول یہ ہے کہ وہ ترک حکومت کے بعد فقیرانہ بھیس بنا کر دنیا کی سیاحت میں مصروف ہو گیا تھا اور اسی گمنامی کی حالت میں وہ فوت ہو گیا۔ اور دوسرے اقوال میں سے کوئی کہتا ہے کہ وہ سیاحت سے پلٹ کر مراکش میں آ گیا تھا اور وہاں فوت ہو گیا۔ اور کسی کا بیان ہے کہ نہیں وہ دمشق و شام کے قریب ایک قریہ میں دفن ہے جسکا نام ہے مجدل اور یہ قریہ ولایت العزیزی میں واقع ہے۔

محمد ناصر لدین اللہ بن یعقوب

امیر المومنین یعقوب المنصور کے مرنے کے بعد اُسی روز اُس کے فرزند محمد سے دوبارہ نئے سر سے بیعت کی گئی۔ اور محمد نے بیعت عام لینے کے بعد سب سے پہلے فاس کی مرمت و اصلاح اور اُس کے استحکام میں سرگرمی سے کام لیا۔ منصور کی وفات کے بعد ابن غانیہ نے پھر زور پکڑ لیا تھا اور وہ طرابلس، مہدیہ، بلاد الجرید اور تونس وغیرہ مغربی مقامات پر قابض ہو کر ۵۹۹ھ میں تمام ملک پر بخوبی فرمانروا بن گیا تھا۔ ابن غانیہ نے مہدیہ اور افریقہ کو اپنے زیر نگین لا کر وہاں عباسی خلیفہ کا سکہ و خطبہ رائج کیا۔ ناصر لدین اللہ نے یہ وحشت انگیز خبریں پائیں تو وہ پیچ و تاب کھاتا ہوا اپنے مقام سے اٹھا اور موحدین کا زبردست لشکر ساتھ لیکر

ابن غانیہ کے مقابلہ پر جا پہنچا - ابن غانیہ، ناصر کے سامنے سے برابر شہر بشہر بھاگتا پھرا - لیکن آخر میں دونوں فوجیں باہم گتھ گئیں جس میں ابن غانیہ کو شکست فاش ملی اور ناصر کامیاب ہو کر شہر مہدیہ کے محاصرہ میں مصروف ہو گیا - ناصر نے سنہ ۶۰۱ھ میں یہ فوج کشی کی تھی اور خشکی کی طرف سے وہ خود سپاہ لیکر حملہ آور ہوا تھا اور بحری راستہ سے اپنا جنگی بیڑا امیر البحر یحییٰ بن ابی زکریا کے ماتحت ارسال کیا تھا اور دونوں طرف کے دباؤ میں آکر ابن غانیہ کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی ناصر نے شہر مہدیہ کو عرصہ دو سال کے قریب محاصرہ قائم رکھنے کے بعد سنہ ۶۰۲ھ میں فتح کیا اور اب اُس نے مغرب قریبہ اور افریقہ کے ملکوں کو از سر نو زیر تسلط لا کر وہاں اپنے معتمد اور خیر خواہ وزیر ابو محمد عبد الواحد الی حفص (شاہان بنی حفص کے جدِ اعلیٰ) کو حاکم مقرر کر دیا اور خود انتظام مملکت درست کر دینے کے بعد اپنے پایہ تخت شہر فاس کی طرف واپس گیا - ہاں ابھی اثناء میں ناصر لدین اللہ نے بنی غانیہ مسوفیین کی خاص جائے سکونت جزیرہ میورقہ کو بھی فتح کر لیا - اور اس خاندان کو بالکل تباہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر دی - یہ جزیرہ اس کے باپ منصور کے قبضہ میں ابتک نہیں آسکا تھا - اور اسپر حملہ کرنے میں اُسے ناکامی ہوئی تھی لیکن ناصر نے اسکو فتح کر کے "پسر تمام کند" کی مثال صادق کر دکھائی - جزیرہ میورقہ سنہ ۶۲۷ھ تک ناصر کے عاملوں کے قبضہ میں رہا - اور سال مذکور میں اسپر اہل فرنگ نے تسلط کر لیا ؛

اِدھر افریقہ اور مغرب قریبہ میں ناصر کو مصروفِ جنگ پا کر اندلس پر کیسٹل کے بادشاہ "الفانسو" نے حملہ کر دیا اور مسلمانوں کے بہت سے شہروں کو تباہ و غارت کر کے بے شمار قیدی اور اموال غنیمت لئے ہوئے اپنے ملک کو پلٹ گیا - اس کے بعد "الفانسو" نے ناوار اور ارآغون کے بادشاہوں سے ملاقات کر کے اُنکے ساتھ ایک جنگی معاہدہ کیا جسکا مفہوم یہ تھا کہ بحالت جنگ ہر سہ تاجدار ایک دوسرے کی مدد کرینگے اور یہ انتظام کر کے الفانسو نے مقام ارک کی شکست کا دھبہ اپنے دامن سے دھونے کا ارادہ کیا اور مسلمانان اندلس پر دوسرا حملہ کر کے بہت کچھ قتل و غارت کرتا شہر مرسیہ تک بڑھ آیا اور وہاں سے کامیاب ہو کر طلیطلہ کو لوٹ گیا - اس دفعہ بھی الفانسو اتنی وافر مقدار مال غنیمت اور اسیروں کی اندلس سے لیگیا تھا جسکا شمار نہیں ہو سکتا ؛

ناصر کو یہ خبریں ملیں تو غصہ سے اسکا خون چکر کھانے لگا اور اس نے فوراً خزانوں کے دروازے کھولدیے اور جہاد کی منادی تمام قلمرو میں کرادی۔ صحرا اور آبادی ہر مقام سے جوق جوق آدمی شریک جہاد ہونے کے لئے آنے لگے اور سامان حرب وضرب لے لیکر اندلس کی طرف چلنے پر تیار ہوگئے۔ ناصر نے دریا کو عبور کرکے اندلس کی سرزمین پر قدم رکھا اور شہر طریف میں اپنا کیمپ قائم کیا۔ چھ لاکھ مجاہدین اور موحدین کی زبردست جمعیت اس کے ہمرکاب تھی اور اتنی گراں فوج کا بار سنبھالنے سے گاؤ زمین کا بھی زہرہ آب ہورہا تھا مزید برآں اندلس کے سپہ سالاروں اور حاکموں کی فوجیں اسپر اضافہ ہوئیں جس سے یہ تعداد اور بڑھ گئی۔ ناصر نے اپنی سپاہ کے کئی حصے کرڈالے اور ہر ایک حصہ کو ایک ایک فرنگستانی ملک کی طرف روانہ کرنیکا عزم کیا۔ ممالک فرنگستان میں اس قدر اسلامی جمعیت فراہم ہونیکی خبر شائع ہوئی تو وہاں کے لوگ تھرا اٹھے اور انہوں نے ناصر لدین اللہ سے عفو اور رحم کی التجا کرنی شروع کردی۔ مسلمانوں کے جس قدر مقامات اہل فرنگ نے ابتک چھین لئے تھے وہ ان ملکوں کو بلاجنگ و مزاحمت خود بخود خالی کرکے پیچھے ہٹ گئے اور بہت سے چھوٹے چھوٹے عیسائی جاگیرداروں اور رئیسوں نے صلح و متابعت کرکے اپنی جان بچانے کا سامان کرلیا (سنہ ۶۰۸ھ)۔

مگر الفانسو شاہ کیسٹل اور اس کے حلیف اراغون اور ناوآرا کے تاجداروں سے ناصر کے مقابلہ پر آنے کیواسطے فوجیں جمع کرلیں۔ انہوں نے یورپ کے امرا اور پوپ رومیہ سے کمک مانگی اور تمام ممالک یورپ سے مساعدت طلب کی۔ مسیحی دنیا میں جہاد کا نقارہ بج گیا اور حشرات الارض سے بھی زیادہ عیسائی فوجوں کا ٹڈی دل جمع ہوکر ناصر کے مقابلہ پر بڑھا۔ اور دونوں فوجوں کا سامنا قلعہ عقبان(۱) کے میدان میں ہوا اور میدان ہنگامہ آراستہ ہونے لگا۔ دونوں طرف کی فوجوں نے صف آرائیاں کرلیں۔ ناصرلدین اللہ کیواسطے

(۱) اسپین میں شمالی بجانب طلاقوجیان میں ایک قلعہ ہے اور اسی لڑائی کے سبب سے اسکو شہرت ملی۔ اس لڑائی میں (۱۶) جولائی ۱۲۱۲ء کو ناصر نے شکست کھائی تھی اہل فرنگ اسکو [illegible] کہتے ہیں اور قلعہ کا نام ہے "Navas-de-Tolosa"۔

میدانِ رزم کی سیر دیکھنے کے لئے بلند ٹیلے پر سُرخ ریشمی خیمہ استادہ کیا گیا اور وہ غلامان زرّین کمر کے حلقہ میں لباسِ جنگ اور اسلحہ زیب جسم کئے پشت اسپ پر سوار ہو کر قلب فوج میں ٹھیرا۔ داہنے، بائیں - بازو، ہراول - مقدمہ، ساقہ، اور کمینگاہ تمام صفیں درست ہوگئیں۔ وزیر ابن جامع - ناصر کے ساتھ قلب فوج میں تھا - اور لشکر کے حس و حرکت پر نظر ڈال رہا تھا - صف بندی ہولی تو عیسائی فوجیں متحرک ہوئیں اور اُنہوں نے پھیل کر نہایت زور و شور کا حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بھی ویسے ہی جوش سے عیسائیوں کا حملہ روکا - لیکن ہنوز ایک گھنٹہ بھی لڑائی کو نہیں گزرا تھا کہ یکایک مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے اور پہلے اہل اندلس اور اُس کے بعد ہی بربر، افریقہ، اور مغرب کے سپاہیوں نے میدان سے قدم اُٹھا دئیے اور ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ توبہ ہی بھلی - ناصر نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھا تو اُس نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح بھاگتے ہوؤں کو روکے لیکن وہاں رنگ بگڑ چکا تھا اور بالآخر اُسے بھی بھاگتے ہی بن پڑی - عیسائی مجاہدین زور و شور کے ساتھ مسلمانوں کو قتل و اسیر کرتے چلے آتے تھے اور رات کی تاریکی غالب ہونے تک اُنہوں نے برابر تعاقب جاری رکھا - مسلمانوں نے یہ نامبارک ہزیمت (۱۵) ماہ صفر سنہ ۶۰۹ھ کو اُٹھائی اور اُسی دن سے اندلس اور مغرب میں مسلمانوں کی قوت کا زوال ہو گیا - اور پھر اس کے بعد کبھی مسلمانوں کو اہل فرنگ پر اُس وقت تک فتح و نصرت نہیں حاصل ہوئی - جب تک کہ اللہ پاک نے اس خرابی کا تدارک سلطان المنصور یعقوب بن عبدالحق مرینی کی ذات ستودہ صفات کے ذریعہ سے نہیں کر دیا - اور اسکا بیان آگے چلکر خود آجائیگا - اور اس شرمناک شکست کے اصلی باعث اندلس کے نا قدر الاسلام اور اوپرے دل سے مسلمان ہونے والے نومسلم عیسائی تھے - اُنہی نے بھاگ کر لڑائی کا رنگ بگاڑ دیا تھا - اور انہی نومسلم عیسائیوں میں سے ناصر کا وزیر اور اُس کی ناک کا بال ابو سعید بن جامع بھی تھا جسنے ناصر کو مع اُس کے تمام اراکین دربار اور سپہ سالاران سپاہ کے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا اور جنگ کے بارے میں فضول تدابیر بتا کر اندرونی طور سے افواج اسلام کو کمزور بناتا جاتا تھا - چنانچہ اُسی کی نا سعد تدبیروں نے مسلمانوں کو یہ روزِ بد دکھایا اور مورخین مغرب نے اپنی تاریخوں میں اس بات پر خوب ہی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے +

اس لڑائی کے کچھ ہی دنوں بعد اہل فرنگ نے پھر اندلس پر حملہ کیا مگر اس مرتبہ ناصر کے وزیر ابی زکریا ابن ابی حفص نے اُنکو ہزیمت دیکر پسپا کر دیا جس سے مسلمانوں کا دل کسی قدر قوی ہوگیا +

ناصر جنگ عقبان سے شکست کھا کر اپنے دارالملک میں واپس آیا تو اُس نے بھی باپ کی سُنت پر عمل کیا یعنی اپنے فرزند یوسف بن محمد ملقب بہ "منتصر" کو ۶۰۹ھ میں تخت نشین بنا دیا۔ اور تمام موحدین نے اُس سے بیعت کر لی۔ ناصر بیٹے کو کاروبارِ حکومت کی باگ پر قابض بنا کر خود اپنے قصر اور شبستان میں جا رہا اور وہیں عیش و عشرت میں مصروف ہوگیا۔ اب اُسکی عیش پسندی اس درجہ تک بڑھگئی تھی کہ وزیرانِ سلطنت اور ارکانِ دولت اُس سے ناراض ہوگئے اور آخر اُنہوں نے ۶۱۰ھ میں اُسے زہر دیکر مروا ڈالا +

اور ابن الخطیب مورخ نے بیان کیا ہے کہ ناصر نے کاروبارِ سلطنت سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی تمام توجہ قلعہ عقبان کی شرمناک ہزیمت کا انتقام لینے اور داغ بدنامی کو مٹانے کی غرض سے افواج کے جمع کرنے اور اتنا سامان کرنے کا ارادہ کیا تھا جو اُس سے پہلے کسی مسلمان بادشاہ نے نہ کیا ہو اور جب وہ تیاری مکمل کر کے بندرگاہ سلا کے شہر رباط الفتح میں پہنچا تو یکایک ۶۱۰ھ میں اُسکا پیام موت آگیا اور وہ ارادہ اُسکا دل ہی میں رہگیا۔ اور اُس کے مرنے کے بعد تمام فوجیں منتشر ہوگئیں +

یعقوب یوسف

ابن ناصر لدین اللہ سے اُس کے باپ کی وفات کے بعد ۶۱۰ھ میں تجدید بیعت کیگئی اور فرقہ موحدین کے اُمراء نے امورِ حکومت میں دخیل ہوکر یعقوب کو بالکل اپنا دست آلہ اور دبیل بنالیا۔ امرائے موحدین کے یعقوب کو ستانے کی وجہ یہ تھی۔ کہ یعقوب نے اپنے چچا لوگوں اور عزیزوں ہی کو ملک کے حصّوں پر عامل مقرر کیا تھا۔ اور حکومت کی طمع تمام امرائے موحدین کو یکساں تھی لہذا وہ حکام جو کہ حکمران گھرانے کے افراد تھے خود اپنے واسطے تخت و تاج حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور یعقوب اُنکی زیادتیوں سے

تنگ آگیا تھا ابن ردمیر کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ بعض حصۂ ملک پر جو امیر حاکم تھا وہ وہاں مستقل اور خود سر امیر بن گیا اور یعقوب کا زمانہ دولت موحدین کی قوت و شوکت کے عروج کا زمانہ تھا۔ شاہ الفانسو نہم فرمانروائے کیسٹل نے دولت موحدین کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے میں دیر نہیں کی اور اس نے اندلس و اسپین کے وہ تمام مقامات مسلمانوں سے واپس لے لئے جو کہ بہت کچھ خونریزیاں اٹھا کر کے ناصر اور منصور نے فتح کئے تھے۔ اور اس نے اندلس کی [illegible] کو ہزیمت پر ہزیمت دی اور یعقوب بن یوسف [illegible] کی بہار پر لوٹتے اور [illegible] آرائش میں مصروف تھا۔ اسے کچھ بھی خبر نہ تھی کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ نیز اسی یعقوب کے زمانہ میں شہر فاس کے علاقہ میں سنہ ۶۱۳ھ بنو مرین نے یعقوب کی متعدد فوجوں کو ہزیمت دی اور رفتہ رفتہ اپنا تسلط پھیلا لیا تھا سنہ ۶۰۹ھ میں اندلس میں مسلمانوں کو پھر اہل فرنگ کے ہاتھوں بمقام "قصرالعقاب" ایک اور سخت ہزیمت [illegible] کے بعد [illegible] فرمانروا کے [illegible] عامل بھی خود مختار [illegible] اور عبدالمومن کی اولاد کی ماتحتی سے نکل گئے۔ یعقوب [illegible] سنہ ۶۲۰ھ میں [illegible] ہو گیا کیونکہ اسکے [illegible] اور ترقی [illegible]

یعقوب بن یوسف کی وفات کے بعد امرائے موحدین نے باتفاق رائے

عبدالواحد بن یوسف بن عبدالمومن

سے بیعت کر لی۔ یہ شخص سن رسیدہ آدمی تھا اور [illegible] کی عمر پانے کی وجہ سے [illegible] ہوا اور تجربہ کار بھی تھا۔ لہٰذا ۹ ماہ کے قریب اچھی طرح کاروبار حکومت انجام دیتا رہا لیکن نہیں معلوم کیوں امرائے موحدین نے اسکو بعض اندلس کے عاملوں سے سازش کر کے معزول کر دیا اور پھر اسکو سنہ ۶۲۱ھ میں قتل بھی کر ڈالا۔ اور عبدالواحد فرمانروا [illegible] معزول اور قتل کا [illegible]

ابو محمد عبداللہ العادل

ابن منصور

عبدالواحد کے بعد حکمرانی کی عنان پر قابض بنا اور اس سے پہلی بیعت ملک اندلس کے شہر مرسیہ میں کی گئی۔ مگر کچھ ہی عرصہ بعد بہت سے اسباب ایسے پیدا ہو گئے کہ موحدین نے اس کی طرف سے منحرف ہو کر اس کے دوسرے بھائی:-

ابا العلاء ادریس

بن یعقوب کو نہ اندلس کو اپنا حکمران بنالیا اور سنہ ۶۲۴ھ میں اس سے عام بیعت کرلی۔ مگر عادل بہت بزرگ منش اور نیک نفس شخص تھا۔ اور اس کی بیعت توڑ کر ابا العلاء سے بیعت کرنے پر موحدین کو سخت پشیمانی اٹھانی پڑی لہذا انہوں نے ابا العلاء کی بیعت بھی توڑ ڈالی اور اس کے بعد:-

یحیٰی بن ناصر ابن منصور

سے بیعت کی گئی۔ یہ ایک ناتجربہ کار اور بھولا بھالا نوجوان تھا۔ موحدین نے اس خیال سے کہ وہ اس کی باگ پر قابض رہ سکیں گے اس سے بیعت کرلی تھی۔ مگر یحیٰی کا عہد بھی کوئی بیدار کن عہد نہیں ثابت ہوا بلکہ اس کے زمانہ میں اور بھی پھوٹ اور نفاق کا زور رہا۔ تمام سرزمین مغرب ہنگاموں کا دنگل بنگئی۔ اور بنی مرین نے اس کے اطراف ممالک پر قابو کر لیا اور وہاں سے خراج وصول کرنے لگے۔ یحیٰی کے زمانہ میں سب سے مشہور باغی محمد بن ابی الطواجین الکتامی ہوا ہے۔ وہ کیمیا گر تھا پھر نبوت کا مدعی ہوا اور اپنا نیا مذہب ایجاد کیا۔ جس کے بہت سے لوگ پیرو بھی بنگئے لیکن آخر میں اس کے مریدین پر اسکا راز کھل گیا تو انہوں نے خود ہی اپنے پیر اور نبی صاحب کا خاتمہ کر دیا۔

اور جس وقت ممالک مغرب میں موحدین پر کمزوری غالب آئی تو اندلس پر

اُٹھ گئی اور بنی ہود جذامئین کی نسل کا ایک شخص وہاں کے باغیوں کا سرغنا بنگیا جس نے موحدین کی سپاہ متعینہ اندلس کو شکست دیکر وہاں بغداد کے فرمانروا خلیفہ مستنصر عباسی کا خطبہ رائج کیا۔ رفتہ رفتہ ۶۲۹ھ میں تمام ملک اندلس ابن ہود کے قابو میں آگیا اور ابن الاحمر اور اُس کے مابین کچھ عرصہ تک ملک کے بارہ میں چوٹیں چلتی رہیں اور اسی اثنا میں الفانسو نہم فرمانروائے کیسٹل نے اندلس کے بہت سے شہر اور قلعہ جات اپنے قبضہ میں کر لئے۔ اور ابن ہود اور ابن الاحمر کی باہمی جنگ و جدل کا انجام یہ نکلا کہ آخر میں ابن الاحمر اندلس کا بلا شرکت احدے فرمانروا بنگیا۔ اور اُس کی اولاد بھی اُس کے بعد وارث ملک ہوتی رہی +

ابو العلاء المامون کو یہ خبر ملی کہ موحدین کے گروہ نے اُس کی بیعت توڑ کر اُسکے برادر زادہ یحیٰی سے بیعت کر لی ہے تو اُس نے عیسائی فرمانروائے کیسٹل سے کمک مانگنے کے لئے خط و کتابت کی اور شاہ الفانسو نہم نے اِس شرط پر اُس کی اعانت منظور کی کہ وہ مامون کے قلمرو سے دس مستحکم قلعے جو مملکت کیسٹل کے ساتھ سرحدی لین پر متصل واقع ہیں اپنی حسب پسند لیلیگا اور جس وقت مامون شہر مراکش میں داخل ہو جائیگا تو وہ اپنی ہمراہی عیسائی سپاہ کے لئے وہاں ایک گرجا بنوا دیگا جسمیں عیسائیوں کو اپنے دینی فرائض بجا لانے کی آزادی رہیگی۔ اور جو عیسائی مسلمان ہو جائے اُسکو مسلمان نہ ہونے دیا جائیگا بلکہ عیسائیوں کے حوالہ کر دیا جائیگا جسکو وہ اپنے طور پر سزا دیں یا رہا کریں جو چاہیں کر سکینگے۔ اور اِس کے علاوہ بہت سی دوسری سخت شرطیں پیش کیں۔ شامت زدہ مامون جسکو نفسانی طمع اور سلطنت و حکومت کی خواہش نے بے چین بنا رکھا تھا اسلام اور مسلمانوں کے نقصانات کی مطلق پرواہ نہیں کی۔ اور الفانسو کی شرطیں مان لیں۔ چنانچہ الفانسو نے معقول تعداد کی عیسائی فوج اُس کی مدد کے لئے ارسال کر دی اور کمبخت مامون پہلا شخص تھا جس نے فرنگی فوجوں کو سرزمین مغرب میں داخل کیا اور اُنہیں ساتھ لیکر مسلمانوں سے معرکہ آرا ہوا۔ اِسمیں شک نہیں کہ یحیٰی نے مامون کے ہاتھ سے شکست اُٹھائی۔ اور مامون مراکش پر قابض ہو کے شہر میں داخل ہو گیا۔ لیکن ایسی فتح اور کامیابی پر تُف ہے۔ جو ملک و ملت کے دشمنوں اور غیر قوم لوگوں کی امداد سے حاصل ہو۔ مامون نے بزور شمشیر شہر مراکش پہ قابض ہو کر موحدین سے

دوبارہ بیعت لی اور اب اُس نے ایک ایک کرکے وہ تمام طریقے مٹانے شروع کردیئے جو کہ مہدی نے جاری کئے تھے۔ سکّہ اور خطبہ سے مہدی ابن تومرت کا نام نکالڈالا۔ اور فرقہ موحّدین کے تمام شیوخ کو جو اُس کے مخالف ہوکر یحییٰ سے بیعت کرنے کے باعث ہوئے تھے چُن چُن کر قتل کردیا۔ اگرچہ مامون نے ہر طرح پر اپنی حکومت کو پائدار بنانے کا انتظام کیا تھا لیکن زمانہ اُس کی مساعدت نہیں کرتا تھا اور ہر طرف سے باغیوں کا اُسپر نرغہ ہورہا تھا۔ چنانچہ ایک دن بھی مامون کو چین سے بیٹھنا نصیب ہوا اور آخر وہ اسی کوفت میں گھلکر سنہ ۶۲۹ھ میں مرگیا۔

مامون کا زمانہ مصائب سے بھرا ہوا گزرا ہے۔ اسکے علاوہ اُس نے اپنی حماقت سے ہی موحّدین کی سلطنت اور قوت کو دو حصّوں پر بانٹ دیا جس میں سے ایک حصّہ اُس کی طرف تھا اور دوسرا یحییٰ کی طرف۔ مامون بڑا خوش بیان اور اعلےٰ درجہ کا انشا پرداز تھا۔ علم و ادب میں اسکا پایہ بہت رفیع تھا۔ لیکن اُس کی دُون ہمتی اور دنیا طلبی نے اُن تمام باتوں کو ہیچ بنادیا۔ اور وہ اپنی زندگی سے نفع اُٹھانے اور مفید خلائق بننے کی بجائے اُلٹا اپنی قوم و ملک کے حق میں دشمن جان اور عدو ایمان بنگیا۔

عبدالواحد رشید

مامون کا بیٹا باپ کی وفات کے بعد وارث تخت ہوا۔ اُس سے سنہ ۶۳۰ھ میں لوگوں نے بیعت کی۔ اور عبدالواحد کی فرمانروائی اُس کی ماں کی کوششوں کا ثمرہ تھی۔ جو نہایت عاقلہ اور مدبّرہ عورت تھی۔ رشید نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی یحییٰ کی سرکوبی پر کمر باندھی اور اسکو متعدد معرکوں میں ہزیمت دیکر آخر سنہ ۶۳۳ھ میں یحییٰ کو قتل کردیا۔ یحییٰ کے مرنے کے بعد موحّدین کی وہ بیشتر تعداد جو یحییٰ کے ساتھ تھی رشید کی بیعت میں داخل ہوگئی۔ اور اب وہ بلا شرکت غیرے تمام مملکت موحّدین پر مسلط ہوگیا۔ مگر [illegible]

سب سے مشہور واقعہ یہ تھا کہ ۶۳۵ھ میں اہل فرانس نے مقام سبتہ پر بیشمار جنگی جہازوں کے بیڑے کے ساتھ حملہ کیا اور اسکا محاصرہ کر کے آلات حصار یعنی منجنیق وغیرہ لگا دیئے۔ موحدین کے گھر میں خود ایسی آگ لگی تھی کہ بجھائے نہیں بجھتی تھی وہ سبتہ کو کیا بچاتے اسواسطے اہل شہر نے خود ہی فرنگی حملہ آوروں سے صلح کر لی اور انہیں کسی طرح اپنے سر سے ٹالا۔ اور رشید ہی کے عہد میں بلاد مغرب پر بنو مرین کا تسلط وسیع ہوتا گیا اور انہوں نے بارہا رشید کی سپاہ کو ہزیمتیں دیں اور ۶۴۰ھ میں رشید اپنے خانہ باغ کے کسی حوض میں ڈوب کر مر گیا ؀

ابی الحسن علی سعید

رشید کا اخیافی بھائی تھا یعنی سوتیلا۔ اس کے تخت نشین ہونے کے وقت تک کچھ زمانہ بعد سلطنت کی حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی اور بہت سے شہر ابی زکریا حفصی فرمانروا افریقہ کی اطاعت میں داخل ہو گئے۔ سعید نے یہ حالت مشاہدہ کر کے حفصی کی سرکوبی کا ارادہ کر لیا اور فوجیں تیار کر کے اسکی طرف چلا۔ راستے میں [illegible] تلمسان تک پہنچا تو وہاں کے حاکموں نے خود بخود حاضر ہو کر سعید سے معذرت کی اور معافی چاہی کیونکہ وہ لوگ اپنے تئیں بے سردار سمجھ کر حفصی کے فرمان پذیر بن گئے تھے اور سعید نے بھی ان کا عذر قبول کر لیا۔ اور بہت سے قبائل بھی پھر اس کے زیر فرمان آ گئے تھے۔ مگر باوجود اس کے زمانہ مساعد نہ ہوا اور وہ ۶۴۶ھ میں محض دشمن کا تجسس احوال ہی کرتا رہا کہ پیام اجل آ گیا اور دنیا سے مقتول ہو کر چل بسا ؀

سعید مقتول ہو گیا تو اس کے بڑے بڑے سرداروں نے متفق ہو کر سعید کے بڑے بیٹے عبداللہ سے بیعت کر لی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سعید کا قتل سفر کی حالت اور اثنائے راہ میں ہوا تھا جہاں اسکے سوا کوئی اور کارروائی نہ ہو سکی ؀

عمر المرتضیٰ

مگر مراکش کے تمام موحدین نے شہر رباط کے حاکم عمر المرتضیٰ سے بیعت کی جسکی حکومت

کا سکّہ خوب جما اور اُس نے بنی مرین سے لڑکر کئی شہر واپس بھی لئے لیکن جس وقت وہ شہر فاس کو بنی مرین سے واگزار کرانے کی غرض سے وہاں گیا تو بنی مرین نے اُسے یہاں ہزیمت دیکر بھگا دیا اور پھر اسکے بعد مرتضیٰ نے کبھی اُن کی طرف رُخ کرنے کا عزم نہیں کیا۔ مرتضیٰ ہی کے عہد میں ابی دبُوس نامی ایک مشہور باغی سرغنا ظاہر ہوکر مراکش اور کئی دیگر شہروں پر ۶۶۵ھ میں قابض ہوگیا اور مرتضیٰ اُس کے ہاتھ سے بھاگ کر اپنے کسی ماتحت حاکم صوبہ کے پاس پناہ لینے گیا لیکن اُس نمک حرام سردار نے اُسے پناہ نہیں دی بلکہ گرفتار کرکے باغی سرغنا کے حوالہ کردیا۔ اور ابی دبُوس نے اُس کو اُسی سال قتل کردیا +

عمر المرتضیٰ صوفی مشرب، زاہد، اور پاکدامن عالم تھا +

مرتضیٰ کے مقتول ہوجانے کے بعد تمام موحّدین اور اُنکے علماء، اور ارباب حل وعقد وغیرہ نے مملکت مراکش اور اُس کے ماتحت علاقہ جات میں ابا دبوس ہی کو حکمران بنادیا اور اُس سے بیعت کرکے اُسے واثق باللہ کے لقب سے ملقب بنایا +

واثق باللہ

نے نہایت خوبی کے ساتھ رعایا کو آرام پہنچانے اور اُنپر داد دہش کی بہتی اور ٹیکسوں کی معافی کا انتظام کیا اور پھر وہ موحّدین کی سپاہ کو ساتھ لیکر بنی مرین کے امیر عبدالحق سے مقابلہ کرنے گیا۔ میدانِ رزم آراستہ ہوا اور دونوں جانب کی فوجیں خوب دادِ شجاعت دیتی رہیں لیکن آخر میں عبدالحق مرینی اپنے دشمن پر غالب آیا اور اُس نے ابو دبوس کو قتل کردیا۔ چنانچہ اس کامیابی کے سبب سے عبدالحق مرینی فاس اور مراکش کے تمام علاقوں پر بتمامہ ۶۶۸ھ میں قابض ہوگیا۔ اور مراکش میں جس قدر موحّدین موجود تھے وہ بھاگ کر کوہ تینملل (۱)

(۱) تینملل - ملک مغرب کا ایک کوہستانی سلسلہ ہے اس پہاڑی علاقہ میں کئی دریا بہتے ہیں اور اسکی وادیاں نہائیت زرخیز اور شاداب ہیں۔ یہ سلسلہ کوہستان شہر مراکش سے تین فرسخ کے فاصلہ پر جاکر آغاز ہوتا ہے۔ محمد بن تومرت مہدی اسی علاقہ سے نکلا تھا۔ اس کوہستان کا راستہ سخت دشوار گزار ہے اور یہ ناممکن الفتح مقام ہے ۱۲

کو چلے گئے جہاں انہوں نے:-

اسحٰق بن ابراہیم

عمر مرتضیٰ کے بھائی سے بیعت کر کے اُس کو اپنا امیر و رئیس بنا لیا۔ اسحاق مذکور سنہ ۶۷۴ھ تک اسی علاقہ میں ریاست کرتا رہا لیکن اس کے بعد وہ گرفتار کر کے سلطان یعقوب بن عبدالحق کے حضور میں مع اپنے تمام عزیزوں اور رشتہ داروں کے پیش کر دیا گیا جس نے اُن سب لوگوں کو قتل کر ڈالا اور اِس طرح محمد بن تومرت المہدی کی قائم کردہ حکومت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا۔ اور اولاد عبدالمؤمن کی سلطنت روئے زمین سے محو ہو گئی۔ اور عبدالمؤمن کی اولاد اپنے آغازِ حکومت کے زمانہ سے خاتمہ سلطنت تک ایکسو چوہتر (۱۷۴) سال فرمانروا رہی تھی۔

موحدین کی حکومت نہایت شاندار اور قوی سلطنت تھی۔ اس کی مملکت نہایت وسیع ہوئی اور عرصہ تک دشمنوں کو اُس کے قلمرو پر حملہ آور ہونے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اِس سلطنت کے بحری کارنامے بہت کچھ قابل ذکر ہوئے ہیں اور اِس سے قبل مغرب کی اسلامی حکومتوں میں سے کوئی دولت اتنی بحری قوت نہیں بہم کر سکی تھی۔ موحدین کی سلطنت نے جیسی عظمت اور اُن کے قلمرو نے جتنی وسعت پائی۔ یہ بات مُرابطین کے خاندان کو ہرگز نصیب نہیں ہوئی تھی۔ موحدین کا قلمرو جنوبی سمت میں صحرائے اعظم اور مغربی جانب بحرِ ظلمات تک ممتد ہوتا تھا۔ مشرق میں اُس کی حدود وہ ریگستان تھے جو سرزمین مغرب کو ملک مصر سے جُدا بناتے ہیں۔ اور شمال میں بحیرہ رُوم اور آبنائے جبل الطارق تک اُن کی مملکت کے حدود وسیع تھے آبنائے جبل الطارق کے شمال میں بلاد اندلس واقع ہے جسکا پوری طرح فتح کرنا اور قابو میں رکھنا موحدین کی اصلی غرض اور دلی خواہش تھی اور وہ اِس مملکت (اندلس) کے اُس تمام حصہ پر قابض بھی ہو گئے تھے جسکو اندنوں اندلس کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اور جس کے ماتحت اشبیلیہ، قرطبہ، غرناطہ، مالقہ، اور المریہ کے شہر تھے۔ بدیں حیثیت کہ دریائے وادی الکبیر کے تمام سواحل اُنکے زیر حکومت تھے۔ اور شمال مغربی گوشہ میں اُنکی مملکت کی حد فاصل سرالفلک

پہاڑ اور مستحکم قلعہ جات تھے جو کہ موحدین کے قلمرو کو کیسٹل اور ابن سعد کی دو مملکتوں سے جدا بناتے تھے اور ابن سعد اسپین کے عیسائیوں کا معاہد اور ویلنسیہ اور مرسیہ کے علاقوں پر حکمران تھا۔ اور اس کے علاوہ موحدین کے املاک میں دریائے ٹاگس کے داہنے کنارہ پر بھی متعدد شہر داخل تھے اور وہ اس دریا کے بائیں ساحل پر سرتاسر قابض تھے۔ اور علاوہ ازیں اُنکے پاس موجودہ بلاد پرتگیز کی وہ تمام اراضی بھی پائی جاتی تھی جسکا نام اقلیم غرب تھا اور اس طرح پر مذکورہ فوق سمتوں اور علاقوں کی طرف سے ہمیشہ موحدین کی املاک بیرونی دشمنوں کے حملہ اور غارتگری کے لئے پیش نظر رہا کرتی تھی اور اُنکو ان اطراف میں سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

(۱۰) دسویں فصل

حکومت بنی مرین

(۶۱۴ھ ـــــــــــ ۸۹۰ھ)

آغاز اور اصل بنی مرین

اقصائے مغرب کے قبیلہ زناتہ کا ایک مشہور گھرانا تھا۔ اس خاندان کے لوگ ملک مغرب پر تسلط کرنے سے قبل خانہ بدوش کنبوں کی زندگی بسر کیا کرتے تھے اور بے آب و گیاہ میدانوں میں علاقہ فجیج سے سلجماسہ اور ملویہ تک انکی اقامت و نقل ہوتی رہتی تھی۔ بعض اوقات وہ اپنے اس سفر کا سلسلہ الزاب کے بلاد تک ممتد کر دیتے تھے۔ مرین اس قوم کے جد اعلیٰ کا نسب زناتہ ابن یحییٰ تک مسلسل ملتا چلا جاتا تھا جو کہ شعب زناتہ کا مورث اعلیٰ ہو گزرا ہے۔ فن نسب کے علماء نے بنی مرین اور زناتہ کی نسب کے بارے میں

مختلف اقوال بیان کئے ہیں جنکو ہم فضول سمجھکر ترک کر دیتے ہیں اور جس قدر اشارہ پہلے اس بارہ میں کر دیا اسی کو کافی سمجھتے ہیں*

خاندان موحدین کے قوی شوکت تاجدار یعقوب المنصور نے اندلس پر چڑھائی کرنی کی تیاریاں کیں اور اہل فرنگ سے کارزار کرنے کا عازم ہوا تو اس نے قبیلہ زناتہ کی اس شاخ بنی مرین کو بھی شریک جنگ ہونے کی دعوت دی اور یہ لوگ نہایت شوق سے اس کے زیر نشان جہاد کرنے پر آمادہ ہو گئے اور جنگ اراک میں اسی کنبہ کے لوگوں نے ایسا جوہر جرأت دکھایا کہ غنیم کا رخ پھیر دیا اور اہل فرنگ کو ہزیمت فاش دیدی اور بنی مرین کا سردار قوم محیو بن ابی بکر اس معرکہ میں سخت زخمی ہوکر ۵۹۲ھ میں اسی صدمہ سے ہلاک ہو گیا تھا*

اور یہ سوال کہ بنی مرین نے بلاد مغرب میں کیوں داخلہ کیا تھا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ ۶۰۹ھ میں اندلس میں جو مشہور جنگ "عقاب" مسلمانوں اور عیسائی اہل فرنگ کے مابین ہوئی تھی اور جسمیں ناصر لدین اللہ موحدی نے شکست فاش کھائی۔ اس لڑائی میں ممالک مغرب کی تمام محافظ سپاہ کام آگئی اور اس کے بعد وبا کا زور ہوا اس نے رہی سہی ملک کی آبادی بھی گھٹا دی جس سے ملک خالی سا ہو گیا۔ پھر اس کے بعد ناصر فوت ہوا اور موحدین نے اس کے کم سن بیٹے یوسف منتصر سے بیعت کی جو ابھی بچہ ہی تھا۔ نوجوان فرمانروا کو رعایا پروری اور عدل گستری کا کیا سلیقہ تھا وہ تو ذرا سن تمیز کو پہنچتے ہی جوانی کا لطف اٹھانے اور رنگ رلیاں منانے میں مصروف ہو گیا۔ ان وجوہ سے دولت موحدین کے جسم میں کمزوری کا روز افزوں مرض سرایت کر گیا اور پھر اس کی حالت کسی طرح بھی نہیں سنبھلی جسوقت حکومت موحدین کی یہ حالت ہو رہی تھی۔ اس زمانہ میں بنو مرین بالکل خانہ بدوش اور صحرا نشین لوگ تھے وہ مغرب کے ریگستان اور بیابانوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے پھرتے تھے اور کسی حکومت کے زیر فرمان نہیں تھے سلطنت ان سے نہ کسی قسم کا ٹیکس یا خراج لے سکتی تھی اور نہ ان پر کوئی دباؤ ڈال سکتی تھی اس لئے کہ وہ نہ کسی تجارت [illegible] مشغول تھے اور [illegible]

کیا کرتے تھے - بلکہ اُنکا صرف یہی مشغلہ تھا کہ شکار پر زندگی بسر کریں یا آباد شہروں اور اُن کے مضافات پر چھاپے مارتے پھریں - بنی مرین کی یہ حالت تھی کہ موسم گرما میں جن مقاموں پر پانی اور چارہ ملتا وہاں اپنے ڈیرے لاڈالتے اور سردی میں دوسری جگہ چلے جاتے تھے ؎

سنہ ۶۱۰ھ میں بنی مرین حسب معمول سامان خوراک اور لباس لینے کے واسطے آباد مقاموں کی طرف آئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ مملکت مغرب کا کچھ عجیب حال ہے - محافظ سپاہ اور مسلح جماعتیں کہیں دکھائی ہی نہیں پڑتیں - ملک آدمیوں سے خالی پڑا ہے - کہیں کہیں تھوڑے سے آدمی کاروبار میں مصروف نظر آتے ہیں اور ایسا کوئی ذریعہ موجود نہیں جو اُنکے لوٹ مار کا مزاحم بن سکے - بس پھر کیا تھا جو لوگ اس موقع پر موجود تھے اُنہوں نے غیر موجود ہم قوموں کو بھی یہ خبر پہنچادی اور اس قوم کے تمام لوگ آکر ملک مغرب کے نواح میں پھیل گئے - اور بے روک ٹوک لوٹ مار کرنے لگے - مغرب کے رہنے والوں نے یہ نئی آفت نازل ہونے سے گھبرا کر قلعوں اور مستحکم مقاموں میں بھاگ کے پناہ لی اور بنی مرین نے اُنکا تمام مال و اسباب جہاں بھی پایا لوٹ لیا - اُسوقت بنی مرین کا سردار عبدالحق بن محیو تھا اور جب اِن لوگوں کی غارتگری حد سے بڑھ گئی تو مراکشی خلیفہ کے پاس شکایتوں کا تانا بندھ گیا - ہر طرف سے فریاد و الغیاث کی صدا بلند ہوگئی اور بنی مرین کی دست درازیوں کا شکوہ سُنائی دینے لگا - آخر یوسف منتصر نے بھی فوجیں تیار کیں اور بنی مرین کے مقابلہ پر اُٹھا - اُس نے اپنے عمال کو بھی لکھا کہ مستعد ہو کر بنی مرین کی گوشمالی کریں - لیکن جب دونوں جانب کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل میں آئیں اور میدان کارزار گرم ہوا تو سنہ ۶۱۳ھ میں موحدین کو بنی مرین کے ہاتھوں ہزیمت نصیب ہوئی - اور سردار عبدالحق مرینی نے آگے بڑھ کر مملکت مغرب کے چند مستحکم شہر بھی فتح کر لئے - عبدالحق نے جس قدر اسلحہ اور مال غنیمت اِس فتح میں حاصل کیا تھا وہ سب اُس نے اپنی قوم کے جنگجو لوگوں پر مساوی حصّہ میں تقسیم کر دیا - اور خود اپنے واسطے اُسمیں سے کوئی چیز باقی نہیں رکھی - عبدالحق کی یہ کارروائی نہایت کارآمد ثابت ہوئی اور اُس کی قوم نے ایسے فیاض سردار کی متابعت میں جان تک فدا کر دینا اپنا فرض سمجھ لیا - عبدالحق روز بروز لوگوں کو اپنا گرویدہ اور ہواخواہ

بنایا جاتا تھا اور جس طرح بھی ہو سکتا مزید فتوحات حاصل کرتا جاتا تھا - موحدین نے ایک بار ہزیمت اٹھا کر دوبارہ مغرب کے عرب قبائل سے بھی کمک لی اور بنی مرین پر پھر حملہ کیا - بنی مرین نے موحدین کا زور شور دیکھا تو وہ بھی اپنے سردار عبدالحق کے زیر نشان فراہم ہونے لگے اور اُس سے کہا کہ غنیم کی اتنی زبردست جمعیت ہمارے ہلاک و برباد کرنے کو آرہی ہے اب ہم کیا کریں - عبدالحق نے اُنکو صبر و سکون سے کام لینے کی ہدایت کر دی اور کہا "بنی مرین! جسوقت تک تم لوگ باہم ایک دوسرے کے مددگار اور ہم خیال رہوگے اُسوقت تک دشمن تم سے ہزار گنی زائد تعداد میں بھی ہو کر تمہارا کچھ بنا بگاڑ نہیں سکیگا۔ ہاں اگر تم نے خود غرضی اور نفاق کو اپنا شیوہ بنایا تو بیشک تم کمزور سے کمزور دشمن کا بھی مقابلہ کرنے کے لائق نہیں رہوگے"۔ بنی مرین نے یہ سچی نصیحت آمیز بات سُنکر عبدالحق کے ہاتھ پر لڑنے مرنے اور مطیع و منقاد رہنے کا اقرار کیا اور پھر وہ اپنے دانشمند امیر کے زیر نشان دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے اور موحدین کی جمعیت سے کئی خونریز لڑائیاں لڑیں - ان معرکوں میں جو ۶۱۴ھ میں ہوئے تھے - امیر عبدالحق اور اُسکا بڑا بیٹا ادریس دونوں مقتول ہوگئے جنکی لاشیں دیکھکر بنی مرین کا جوش حمیت بہت بڑھ گیا اور اُنہوں نے قسم کھائی کہ جبتک اپنے عزیز سردار کے خون کا بدلہ دشمنوں سے نہ لے لینگے اُسوقت تک یہ لاشیں کبھی دفن نہ کرینگے اور پھر اُنہوں نے سنبھلکر موحدین پر ایسا پُر زور حملہ کیا اور ایسی ثابت قدمی کے ساتھ لڑے کہ آخر اُنہوں نے دشمنوں کے منہ پھیر دیئے اور اُنکو آباد مقاموں سے بھگا کر پہاڑی علاقوں اور جنگلوں میں گھس رہنے پر مجبور بنا دیا اور اُنکا تمام مال و متاع لوٹ لیا ✦

عبدالحق نہایت فاضل، دیندار اور منصف مزاج سردار تھا اور اُس کی قوم اُس کے ساتھ کچھ عجیب و غریب اعتقاد رکھتی تھی چنانچہ اُسکے مقتول ہونے کا بنی مرین کو سخت قلق ہوا اور اُنہوں نے اُس کے بعد اُسی کے فرزند

امیر ابا سعید عثمان

سے بیعت کر کے اُسکو اپنا حکمران بنالیا - ابو سعید نے دیکھا کہ اسوقت موقع اچھا

ہے۔ موحدین کی حکومت کمزور ہے اور انکی ہوا اکھڑ رہی ہے۔ لہٰذا اُس نے متواتر حملے کرکے مغرب کے کئی شہر قبضے میں کرلئے اور وہاں کے لوگوں پر سالانہ نذرانہ کی رقمیں مقرر کرکے اُنہیں اپنی جگہوں پر رہنے دیا۔ ۶۳۸ھ تک جبکہ ابوسعید کسی جنگ میں مقتول ہوا ہے یہی اسکا طریقہ رہا اور ابوسعید کے فوت ہونے پر اسکا بھائی۔

ابو معرف محمد بن عبدالحق

سردار قوم ہوا اور وہ بھی اپنے مرحوم بھائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مغرب کے شہروں کو فتح کرتا گیا۔ یہ بھی مفتوح مقامات سے سالانہ نذرانہ وصول کیا کرتا تھا اور اسنے رشید بن المامون فرمانروائے موحدین کو ایک معرکہ میں ہزیمت بھی دی تھی لیکن بنی مرین کا زور بڑھتا دیکھکر آخر میں موحدین نے ایک بار کوشش کرنی شروع کردی اور انہوں نے آخری لڑائی لڑنے کیواسطے پھر فوجیں فراہم کرکے بنی مرین پر حملہ کیا۔ اس مرتبہ موحدین کو فتح حاصل ہوئی اور ۶۴۲ھ میں بنی مرین کا سردار ابو معروف اسی معرکہ میں کام آیا +

ابو معروف کے مقتول ہوجانے کے بعد بنی مرین نے اپنا رئیس ا—

امیر ابوبکر بن عبدالحق

کو بنایا۔ یہ امیر بڑا دانا اور صاحب تدبر تھا۔ اور اسی کے ہاتھوں بنی مرین کی قوم ایک خانہ بدوش جماعت کی صف سے نکلکر قوی شوکت فاتح اور حاکم قوم بنی۔ ابوبکر پہلا امیر تھا جس نے سلطنت کا ساز و سامان درست کیا اور سب سے پہلا کام جو اس نے اپنی حکومت آغاز ہوتے ہی کیا وہ یہ تھا کہ ممالک مغرب کے حصص قبیلہ بنی مرین کے سرداروں میں بانٹ دیئے اور ہر ایک سردار کو ایک ایک حصہ ملک کا مستقل جاگیردار بنا دیا +

امیر ابوبکر شروع میں ابی زکریا بن ابی حفص فرمانروائے افریقہ کے نام سے خطبہ پڑھواتا اور شہروں کو فتح کرتا تھا۔ چنانچہ ۶۴۳ھ میں شہر مکناسہ کو اس نے اسی فرمانروا کے نام سے فتح کیا تھا۔ مراکش کے فرمانروا ابی سعید کو یہ خبر ملی کہ ابوبکر قریب یکے بعد

دیگرے مغرب کے شہروں پر قابض ہوتا جاتا ہے تو وہ سخت گھبرایا اور اُس نے اپنے مشیران سلطنت سے صلاح کر کے بنی مرین سے معرکہ آرا ہونے کی تیاریاں کیں اُس نے اس مرتبہ بنی مرین اور بنی حفص دونوں سے ایک ساتھ لڑنے کا سامان کیا تھا اور لشکر گران لیکر بڑھا۔ ابوبکر نے دیکھا کہ وہ موحدین کی اتنی زبردست جمعیت کا مقابلہ نہیں کرسکتا تو وہ اپنے قلعہ میں پناہ لیکر بیٹھ رہا۔ ابوسعید نے شہر مکناسہ وغیرہ کو فتح کر کے ابوبکر کے قلعہ پر بھی محاصرہ کرلیا اور ابوبکر نے تاب مقاومت نہ پاکر امان طلب کی اور فرمانروائے موحدین کی بیعت مان لی۔ ابوسعید نے اُسکو اور اُس کی قوم کو امان دیکر دوسرے سرکش قبائل کو زیر کرنے پر کمر باندھی لیکن وہ تلمسان کا محاصرہ کرنے کی حالت میں فوت ہوگیا اور زیادہ اپنی فتوحات کو وسیع نہ کرسکا۔ ابوسعید کی موت نے ابوبکر کو پھر سر اٹھانے پر آمادہ بنایا۔ اور وہ اس مرتبہ سنہ ۶۴۶ھ میں شہر مکناسہ کو صلح و امان کے ذریعہ سے فتح کر کے موحدین کی رہی سہی قوت کو پامال کر ڈالنے کا عازم ہوا۔ جب اُس نے مکناسہ کو دوبارہ فتح کرلیا تو اہل فاس نے بھی اُس سے عدل و انصاف پر قائم رہنے اور حفاظت جان و مال کرنے کی شرط سے صلح کرلی۔ اور ابوبکر نے فاس میں قرار لیکر باقاعدہ اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا۔ اُس نے ملک میں امن و امان کو بحال بنایا جس سے آبادی اور خوشحالی میں روز بروز ترقی ہونے لگی۔ راستے کھل گئے۔ تجارت کا فروغ ہوا۔ اور ابوبکر کے عدل و کرم کا شہرہ دنیا میں پھیلنے لگا۔

موحدین کا آخری فرمانروا مرتضیٰ عمر مغنیم کی اس کامیابی پر غضبناک ہوکے خود اُس کے مقابلے کے لیئے آیا لیکن اس مرتبہ باوجود اس کے کہ موحدین کی جمعیت نہایت زبردست تھی مگر بنی مرین نے وہ داد شجاعت دی کہ دشمن کے قدم نہ جم سکے اور سنہ ۶۵۴ھ میں مرتضیٰ کو شکست اٹھا کر نہایت بدحواسی کے ساتھ اپنے پایۂ تخت مراکش کی طرف بھاگنا پڑا۔ بنی مرین نے مرتضیٰ کا پورا کیمپ لوٹ میں حاصل کیا اور بیشمار مال و زر اور بہت سامان کے ذخیرے اُنکے ہاتھ لگے اس لیئے اب وہ مالی اعتبار سے بھی مضبوط ہوگئے۔

سنہ ۶۵۶ھ میں ابوبکر نے شہر فاس ہی میں وفات پائی اور اُس کے بعد

بنی مرین کا فرمانروا۔

امیر ابو حفص عمر

مقرر ہوا۔ لیکن بنی مرین کے نامی گرامی اور معزز لوگ اور ارباب دولت اس کی سلطنت سے راضی نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے ابو حفص عمر کے چچا یعقوب بن عبد الحق سے بیعت سلطنت کرنی چاہی اور چچا بھتیجے میں چوٹ چلنے لگی۔ بہت کچھ بحث مباحثہ اور ردّ و کد کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ ابو حفص عمر ملک مفتوحہ کے ایک حصّہ پر بطور جاگیردار مستقل حاکم رہے اور سلطنت یعقوب کے ہاتھ میں دی جائے۔ چنانچہ ابو حفص شہر فاس ہی میں حاکم رہا اور کئی مہینوں تک آرام حکومت کرسکا۔ لیکن بالآخر اُس کے چچا یعقوب نے اُسکو مغلوب بنا کر فاس پر بھی تسلط کرلیا۔

امیر یعقوب بن عبد الحق مرینی

امیر یعقوب اپنے بھتیجے عُمر سے یہ فیصلہ کرکے کہ وہ ملک کے ایک حصّہ پر حاکم رہیگا اپنی جاگیر کے علاقہ میں چلا گیا تو بنی مرین کے تمام معزز لوگوں نے اُس کے پاس جمع ہوکر اُسے سخت ملامت کی کہ تمنے اپنا حق کیوں چھوڑ دیا اور سلطنت کے بجائے امارت پر قانع ہوئے۔ تم بادشاہ بنو اور ہم تمہیں مدد دینگے۔ اور جب یعقوب نے اُنکو اپنا مددگار پایا تو اُس نے سب لوگوں سے بیعت لیکر اپنی فوج کے ساتھ شہر فاس پر پیش قدمی کردی۔ امیر عُمر نے یعقوب کا مقابلہ کیا لیکن وہ ناکام رہا اور ہزیمت اُٹھا کر بھاگا اس لئے یعقوب شہر فاس پر مسلط ہوگیا۔ عُمر کے ہزیمت پانے کی وجہ یہ تھی کہ فوجوں نے جو پہلے ہی امیر یعقوب کے ساتھ ملگئی تھیں عین لڑائی کے معرکہ میں اُسکا ساتھ چھوڑ دیا اور اُسکو گرفتار کرکے یعقوب کے پاس لیگئے جس نے بھتیجے کی جان بخشی کردی اور اُسے شہر مکناسہ کا جاگیردار بنا دیا۔ اور اس طرح سنہ ۶۵۶ھ میں امیر یعقوب مملکت بنو مرین کا سلطان بنگیا۔ خصوصاً جبکہ امیر عمر کو بھی اُس نے قتل کرڈالا۔ تو پھر اُسکا کوئی شریک سہیم باقی نہ رہا یعقوب نے

اپنے بھائی امیر ابوبکر ہی کے نقشِ قدم پر چلکر نئے شہروں کو فتح کرنا شروع کیا اور تمام ملک مغرب کو ایک مرتبہ پھر ہلا ڈالا۔ اُس کی شان و شوکت روز بروز بڑھ رہی تھی اور سنہ ۶۵۸ھ میں اُسنے ایک نہایت نمایاں کام یہ کیا کہ اہل اسپین سے شہر سِلاؔ کو واپس لیا جپر وہ ایک سال قبل قابض ہوگئے تھے۔ اِس کے بعد سلطان یعقوب کو اپنے رشتہ مند باغیوں سے لڑنا پڑا اور وہ اُنکی سرکوبی سے فارغ ہوکر موحّدین کے باقی ماندہ املاک اور اُن کے پایۂ تخت شہر مراکش کی فتح پر آمادہ ہوا۔ اُنھوں نے اِس غرض سے فوجی تیاریاں مکمّل کرکے سنہ ۶۶۶ھ میں مراکش پر چڑھائی کردی اور موحّدین کی فوج بھی شہر کے باہر نکلکر میدان جنگ آراستہ کرنے لگی۔ جسوقت دونوں لشکر باہم مقابل میں آئے تو لڑائی کا رنگ کچھ ایسا پلٹا کہ دنیا میں کبھی اُس کی مثال ہی نظر نہیں آئی ہوگی یعنی ایک ساعت ہی پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ موحّدین نے پیٹھ پھیردی اور آخر میں ابی دبّوس سپہ سالارِ موحّدین کی امداد سے بنی مرین شہر مراکش پر قابض ہوگئے۔ مرتضیٰ عمر مؤحّدین کا فرمانروا معرکہ سے بھاگ کر اپنے خُسر ابن عطوش کے یہاں چلا گیا۔ لیکن اُس نمک حرام سردار نے بھی اپنے بادشاہ کو پکڑکر غنیم کے حوالہ کردیا۔ جہاں اُس کی گردن ماری گئی۔ اِس کے بعد ابادبوس نے عہد شکنی کرکے سلطان یعقوب کو پھر مراکش پر حملہ آور ہونے کی ضرورت لاحق کی اور یعقوب نے ابادبوس اور اُسکے مددگاروں سے سخت لڑائی کے بعد اُس پر فتح پائی یہ فتح سنہ ۶۶۶ھ میں مکمّل ہوئی تھی اور اب یعقوب نے اپنا قیام خاص شہر مراکش میں منتقل کردیا۔ ابادبوس ہزیمت پاکر میدان سے بھاگ گیا تھا اِس لئے وہ دوبارہ جمعیت بہم پہونچاکر یعقوب سے لڑنے آیا اور کئی معرکے جانبین میں پیش آئے۔ انجام کار سنہ ۶۶۸ھ میں ابادبوس لڑائی میں قتل ہوگیا اور اِس کے بعد یعقوب کے بیٹوں اور سرداران سپاہ نے باقی ماندہ مغرب کے شہروں پر حملہ کرکے اُنہیں بھی فتح کرلیا۔ اور حکومت موحّدین کا نام و نشان بالکل مٹا ڈالا۔

موحّدین کو تباہ و برباد کرکے یعقوب نے ملک مغرب میں خوب قدم جمالئے اور اب بنی مرین کی حکومت کا اِس ملک میں کوئی منافس باقی نہ رہا تو اُس نے بنو حفص فرمانروایان

افریقیہ کے نام کا خطبہ بند کر کے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ رائج کیا۔ بنو حفص بنی مرین کی اس غائبانہ عقیدتمندی اور متابعت کا نام سنکر نہایت خوش تھے اور وہ برابر اُن کو مال اور اسلحہ وغیرہ سے مدد دیتے رہتے تھے +

یعقوب نے تمام بلاد مغرب پر تسلط کیا تو اب اُس کی نظر سلجماسہ کے علاقہ پر پڑی یہ صوبہ ابتک بنی عبدالواد کے قابو میں چلا آرہا تھا اور ابھی اُس نے تسلط نہیں پایا تھا۔ چنانچہ سنہ ۶۷۲ھ میں وہ بنی مرین اور قبائل مغرب کے جنگجو سپاہیوں کی کثیر جمعیت اپنے ساتھ لیکر اُس طرف پیش قدمی کرتا ہوا چلا۔ سجلماسہ نہایت مستحکم شہر تھا اور دہاوے سے اُسکا فتح ہونا غیر ممکن تھا لہذا یعقوب نے منجنیق اور عرادات[1] وغیرہ آلات حصار اُس کے سامنے نصب کرا دیے۔ ابن خلدون مؤرخ اس شہر کے محاصرہ کے حالات میں لکھتا ہے کہ:۔

"ونصب علیها هندام النفط القاذف بحصى الحديد ينبعث من خزانة امام النار الموقدة فى البارود[2] بطبيعة غريبة ترد الافعال الى قدرة باريها"

اُس نے اس شہر کے محاصرہ پر ایک نور سے پھینکنے والا نفطے کا آلہ نصب کیا جو کہ لوہے کے ٹکڑوں کو بارود[2] میں سے روشن ہونے والی آگ کے سامنے کے خزانہ سے باہر پھینک دیتا تھا اور اس عجیب کرشمہ قدرت کو دیکھکر باری تعالیٰ کی شان یاد آتی تھی +

---

[1] عرادات کا واحد ہے عرادہ۔ منجنیق سے چھوٹا سنگباری کا آلہ ہے۔ یہ نہایت تیزی سے پتھر برساتا ہے +

(۲) اہل چین کی تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے سنہ ۸۵ء میں اہل ہند سے بارود کا استعمال اور اسکی ساخت کا طریقہ سیکھا تھا۔ سنہ ۲۱۵ء میں جولیس افریکانوس نے بارود بنانے کا عمل ظاہر کیا۔ سنہ ۶۶۸ء مطابق سنہ ۴۸ھ میں شہر بعلبک (شام) کے باشندہ کلیسکوس نے قسطنطنیہ والوں کو "یونانی آگ" کا طریق ساخت تعلیم دیا جسکی بابت گمان ہے کہ وہ بھی بارود کی طرح کوئی مرکب چیز تھی اور تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ وہ سیال چیز نہیں تھی دیکھو صفحہ[9]

اور ابن خلدون کا یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ اُس زمانہ میں بارود کا وجود دنیا میں پایا جاتا تھا اور لوگ اُسے لڑائیوں میں استعمال بھی کرتے تھے۔

سلطان یعقوب نے پورے ایک سال کے محاصرہ کے بعد شہر سجلماسہ کو ۶۷۳ھ میں فتح کر لیا اور اس نے فی الواقع تمام اقصائے مغرب کی فتح مکمل کر لی کیونکہ اب وہاں کوئی مقام مستحکم ایسا نہیں رہ گیا تھا جو امیر مذکور کی متابعت سے باہر ہو۔

اسپین کے عیسائی بادشاہوں نے مسلمانان اندلس کو عرصہ سے بہت دبا رکھا تھا قریب قریب تمام سرحدی مقامات اُن کے قبضے میں پہلے ہی آ چکے تھے۔ اور پھر انہوں نے قرطبہ اور اشبیلیہ کے دونوں بڑے شہروں پر بھی تسلط کر کے ابن احمر کو غرناطہ میں قیام کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مسلمانان اندلس ہر طرف سے سمٹ کر سیف البحر کے علاقہ میں آ رہے تھے اور قلعوں اور مستحکم جگہوں میں اس خوف سے گھسے رہتے تھے کہ کہیں غنیم کا اچانک حملہ انکو تباہ و غارت نہ کر ڈالے۔ ابن الاحمر نے تنا اپنے قیام کیواسطے الحمرا کا مشہور قلعہ بنوایا تھا۔ لیکن دشمن کے دباؤ ڈالے رہنے سے تنگ رہتا تھا۔ آخر اسے یہی تدبیر سوجھی کہ سلطان یعقوب مرینی کو اپنی مدد پر توجہ دلائے۔ کیونکہ اب یعقوب کا اقبال خوب عروج پر تھا۔ اور اُسکا ملک شاد و آباد ہو گیا تھا چنانچہ ابن الاحمر نے اندلس کے مشائخ کو جمع کر کے اُنکا ایک وفد سلطان یعقوب کی خدمت میں ارسال کیا اور سلطان مذکور نے اندلس کے وفد کا اُس کے شایان شان استقبال اور اعزاز و اکرام کیا اور اُس نے فوراً مجاہد سپاہ کی تیاری کا حکم دیدیا چنانچہ پانچ ہزار رسیدہ جنگ آور

(بقیہ حاشیہ ۹۶) پھر ۶۴ھ میں اہل عرب نے محاصرہ مکہ مکرمہ کے موقع پر آتشبار اسلحہ استعمال کیئے جنکی ترکیب انہوں نے ہندوستان والوں سے سیکھی تھی حجاج بن یوسف نے یہ محاصرہ بحکم عبد الملک بن مروان کیا تھا اور عبداللہ بن زبیرؓ کو مغلوب بنایا تھا غرضکہ بارود کی تاریخ نہایت قدیم ہے اور اس کے اصلی موجد کا پتہ ابتک صاف طور سے نہیں ملا ہے۔ تاہم ۵۶۰ھ تک یہ ہنر عہد طفولیت ہی میں رہا اور اُس کے بعد دانایان فرنگ نے اس میں ترقی کے آثار عیاں کیئے یہانتک کہ آج بھی مرکب جنگ کا بہت بڑا سامان

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۹۸)

فوج اُس کے بیٹے کے زیرِ نشان ٦٦٣ھ میں دریائی راستہ سے اندلس کے ملک میں داخل ہوئی اور اُس کے عبورِ دریا کے لئے ایک شاندار بیڑہ جہازات مرتب کیا گیا۔ مغربی مجاہدین نے دشمن کے علاقوں میں دُور تک زلزلہ ڈالدیا اور بہت کچھ قتل و غارت کرکے اموالِ غنیمت سے مالامال ہوکر واپس آئے۔ واقعہ عقاب کے بعد جس میں مسلمانوں نے دشمن کے ہاتھ سے ہزیمت فاش اُٹھائی تھی اندلس کی سرزمین پر یہ پہلی فتح تھی جو اس سپاہ نے حاصل کی اور اسی وجہ سے مسلمانانِ اندلس نہایت شاد ہوئے۔ اور سلطان یعقوب کو دشمن کی تیاریوں کا علم ہوا تو اُس نے ہی خود دارالحرب پر حملہ کرنے کا عزم کر دیا اور الفانسو شاہ اسپین کے نامور سپہ سالار کے ساتھ سلطان یعقوب کو ایک سخت معرکہ میں مبتلا ہونا پڑا۔ یہ سپہ سالار اہلِ عرب کی تاریخوں میں ڈون نونہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ٦٧٤ھ میں بنی مرین نے اسپین کی اُس سپاہ کو جو سپہ سالار ذنونہ کے زیرِ کمان تھی بُری طرح ہزیمت دیکر پسپا کر دیا۔ اور غنیم کا بے شمار مال سامان غنیمت میں حاصل کیا۔ پھر ٦٧٥ھ میں سلطان نے تمام قبائلِ مغرب کو اُن اہلِ فرنگ سے معرکہ آرا ہونے کی دعوت دی۔ جو کہ اندلس کے بلاد پر مسلط ہوگئے تھے۔ اور اس مرتبہ اُنہے اشبیلیہ پر حملہ کرکے اُسے اہلِ فرنگ سے واپس لیلیا۔ پھر کچھ دنوں تک آرام لیکر فوجوں کو قرطبہ کی فتح پر روانہ کیا اور ٦٧٦ھ میں اس علاقہ کے بھی بعض قلعہ جات فتح کرتا ہوا مظفر و منصور واپس آیا۔ سلطان منصور غنیم کو یونہی دباتا اور ہٹاتا چلا جاتا تھا اور غنیم اُسکے منہ چڑھنے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا۔ آخرکار الفانسو شاہ اسپین نے مجبور ہوکر پادریوں اور راہبوں کی جماعت صلح و امن کی درخواست کرنے کے لئے سلطان یعقوب کے پاس ارسال کی اور سلطان نے صلح کی منظوری یا نامنظوری ابن الاحمر پر منحصر کر دی۔ چنانچہ وہ گروہ ایلچیوں کا ابن الاحمر کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷) اور امن و صلح قائم رہنے کی حالت میں بھی بنی نوعِ انسان کا ایک کارگزار خادم ثابت ہو رہا ہے اور ہر روز اس کی قوت میں ترقی ہی ہوتی چلی جاتی ہے جس کی مفصل حالات فنِ کیمیا اور علومِ صنعتی کی کتابوں کے دیکھنے سے واضح ہوتے ہیں ۔

دائمی صلح کرنا چاہتے ہیں جس کے بعد کبھی عہد شکنی یا جنگ و فریب کی نوبت ہی نہ آئیگی اور نہایت سخت قسمیں کھا کر اُسے مطمئن بنایا۔ ابن الاحمر نے اُنکی درخواست صلح مان لی اور سلطان یعقوب نے بھی معاہدہ صلح لکھکر اپنے ملک کی طرف واپسی کا عزم کیا۔ سلطان یعقوب مراجعت کرتا ہوا غرناطہ کی طرف سے گزرا اور ابن الاحمر کی خاطر سے اُس کی دعوت بھی قبول کر لی۔ اُس نے اموال غنیمت بھی ابن الاحمر ہی کو عطا کر دیئے اور خود فتح و ظفر کے ڈنکے بجاتا ہوا اپنے ملک کو پلٹ گیا۔ ہاں اس حملہ میں اُس نے شہر مالقہ پر وہاں کے امیر محمد بن اشقیلولہ کی رضامندی سے ۶۷۷ھ میں ضرور قبضہ کر لیا تھا جسکو خواہ ثمرہ فتحمندی سمجھا جائے یا توسیع مملکت خیال کیا جائے +

مگر ان فتوحات کے بعد سلطان یعقوب اور ابن الاحمر میں باہم کچھ کج چل گئی اور طرفین سے عداوت اور مخالفت کا اتنا زور ہوا کہ ابن الاحمر نے الفانسو سے فوجی امداد مانگی اور سلطان یعقوب کے مقابلہ پر فوجکشی کرنے کی بابت اُس کی معاونت اور مشارکت کا عہد کر لیا اس سے الفانسو کو پھر عہد شکنی کی جرأت ہوئی اور اُس نے اعلان جنگ کر کے اپنے جنگی جہازات جزیرۃ الخضراء پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کر دئے۔ ابن الاحمر اور الفانسو دونوں نے سلطان یعقوب کو عبور دریا پر قدرت نہ دینے کی روک تھام کر دی تو انہوں نے جہات مغرب اور دیگر اطراف کے اُن لوگوں سے بھی خط و کتابت کی جو سلطان یعقوب کے دشمن تھے اور اُنکو ترغیب دلائی کہ اپنی اپنی طرف سے سلطان کے قلمرو پر حملے کر دیں اور اُسے ملک سے باہر نکلنے کی مہلت نہ دیں۔ سلطان یعقوب نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اندلس کی طرف پیش قدمی کرے لیکن خاص قلمرو کے اندر بغاوتوں کا یکایک زور ہونے سے وہ خود وہیں رک رہا اور اپنے فرزند کو فوجیں دیکر ۶۷۸ھ میں جزیرہ خضراء کو دشمنوں سے بچانے کیلئے بھیجدیا کیونکہ اہل فرنگ نے وہاں کے مسلمانوں پر سخت آفت نازل کر رکھی تھی۔ پھر اس کے بعد سلطان نے اپنے تمام بحری مقامات پر ایک گشتی فرمان ارسال کر کے جہازوں کی تیاری اور مرمت کا تاکیدی حکم بھیجا تاکہ اسلامی سپاہ کو روانہ کرنے کا سامان ہو سکے۔ ادھر ابن الاحمر نے یہ دیکھا کہ اُس کی حماقت سے جزیرہ خضراء کے مسلمانوں پر کیسی آفت نازل ہوئی ہے تو اُس کو بھی اپنی کارروائی پر ندامت ہوئی اور اُس نے المنکب، المریہ، اور مالقہ سے متعدد جنگی

جہازات مسلمانوں کی کمک کیلئے ارسال کئے اور اس طرح سلطان یعقوب کا مہیا شدہ بیڑہ اور بھی قوی ہو گیا کیونکہ ابن الاحمر کے فرستادہ جہازات اس میں جا ملے تو اب بیڑہ کی مجموعی تعداد (۷۲) جہازوں تک پہنچ گئی اور یہ بیڑہ خوب آراستہ ہو کر بندرگاہ سبتہ سے جزیرہ کی طرف روانہ ہوا۔

اہل فرنگ کا جو بیڑہ جزیرہ مذکور پر حملہ آور ہوا تھا اُس میں چھوٹے بڑے جہازات اور کشتیاں سب ملا کر (۴۰۰) کے قریب تھے۔ مسلمانوں کے بیڑہ نے غنیم کے اتنے زبردست بیڑہ کا مقابلہ کیا لیکن باوجود کمی تعداد کے دشمن کو زک دی اور غنیم کے سپاہی جی چھوڑ کر دریا میں پھاند پڑے۔ ان کا سپہ سالار مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا اور بہت سے جہازات بھی جو غارت ہونے اور بھاگ جانے سے بچ گئے اہل اسلام کے ہاتھ آئے۔ غنیم کی بڑی سپاہ نے اپنے بحری بیڑہ اور لشکر پر یہ بلا نازل ہوتے مشاہدہ کی تو ان کے بھی جی چھوٹ گئے اور وہ خود بخود بغیر جنگ و جدل کے بھاگ نکلے۔

سنہ ۶۸۱ھ میں کیسٹل کے فرمانروا ہرآنڈہ نے پادریوں اور راہبوں کی ایک سفارت مع اپنے خط کے سلطان یعقوب کی خدمت میں بھیجی۔ یہ سفارت سلطان سے بادشاہ مذکور کیلئے اعانت و امداد کی درخواست کرنے آئی تھی۔ کیونکہ ہرآنڈہ کے بیٹے شانجہ(۱) نے باپ کو بڈھا قرار دیکر مملکت و تخت پر تسلط کر لیا اور اُسے معزول بنا دیا تھا۔ اہل اسپین میں سے ایک انقلاب انگیز مفسدوں کی جماعت شانجہ کی ساتھی ہو گئی تھی اور اس طرح اس نے اپنے باپ کو مغلوب بنا لیا تھا۔ سلطان ایسے عمدہ موقع کو کب ہاتھ سے دینے والا تھا۔ پا لشکر جرار ساتھ لیکر جزیرہ خضرا میں چلا گیا اور وہاں اپنا کیمپ قائم کر کے جہاد کی منادی پھروا دی چنانچہ اندلس کے مسلمانوں کی جماعتیں اس کے زیر نشان جمع ہو گئیں اور وہ شانجہ سے مقابلہ کرنے پر تیار ہو گیا۔ ہرآنڈہ خود سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان نے اُس کی شان کے مطابق اعزاز و اکرام سے اُس کے ساتھ ملاقات کی۔ ہرآنڈہ نے

(۱) شانجہ سے مقصود سانشو یا سانچو چہارم کیسٹل و لیون کا فرمانروا تھا اور الفانسو دہم کا فرزند ثانی۔ اس لحاظ سے ہرآنڈہ سانشو کے باپ کا نام الفانسو دہم معلوم ہوتا ہے۔ (دیکھو [illegible]) (مؤلف)

سلطان سے کچھ مالی مدد مانگی اور اپنا موروثی مرصع بجواہرتاج رہن کے طور پر پیش کیا۔ سلطان نے اُس کو ایک لاکھ دینار اسلامی بیت المال سے قرض دیئے اور اُسی کے ساتھ کوچ کر کے جیان، طلیطلہ، اور، مڈریڈ، وغیرہ اسپین کے شہروں کی طرف پیش قدمی کردی اور شہر قرطبہ پر شانجہ باغی شہزادہ سلطان کی پیش قدمی کا مزاحم ہوا جس سے کئی خونریز معرکے پڑے اور شانجہ شکست کھا کر پسپا ہوا۔ اسی سلسلہ میں تمام مذکورہ بالا شہروں کو بھی سلطان نے پامال کیا اور اُن کی مستحکم فصیلوں کو توڑ پھوڑ کر رکھدیا۔ تمام مسلمان سپاہ اموال غنیمت سے مالا مال ہوگئی اور سراندہ کو اُس کے تخت پر پوری طرح قابض کرا کے سلطان یعقوب اپنے ملک کو واپس آیا۔ سلطان یعقوب کا یہ تیسرا حملہ تھا جو اُس نے اندلس پر کیا اور اس کے بعد سلطان اور ابن الاحمر کے مابین بھی ازسرنو معاہدہ صلح ہوگیا جس سے مسلمانوں کو نہایت تقویت اور فرحت حاصل ہوئی۔

چوتھی مرتبہ ٦٨٤ھ میں سلطان یعقوب نے پھر اندلس کا سفر کیا اور اہل فرنگ پر حملہ کر کے اُن کے متعدد قلعہ جات فتح کر ڈالے اور بے شمار مال غنیمت لیکر بلاد مغرب میں بخیریت واپس آیا۔ اس فتح سے فارغ ہو کر سلطان نے جزیرہ خضرا میں اپنے جنگی جہازوں کے بیڑہ کا معائنہ کرنے اور اُس کی حالت دیکھنے کیواسطے کچھ دنوں قیام کیا تھا۔ اسی قیام کے اثناء میں شانجہ شاہ اسپین کے وزیروں کی جماعت خواہانِ صلح وفد کے طور پر اُس کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ سلطان نے شانجہ کی درخواست ان شرطوں پر قبول کرنے کا وعدہ کیا کہ آئندہ وہ یا اُس کی قوم کے لوگ اسلامی املاک پر کوئی حملہ نہ کریں اور نہ کسی ایسے فتنہ میں شریک ہوں جو مسلمانوں کے دشمن اُن کے خلاف برپا کریں۔ مسلمان سوداگر جو اُسکے ملک میں جائیں اُنپر کسی قسم کا ٹیکس نہ عائد کیا جائے اور وہ آزادی سے اپنا کاروبار کرنے کے مجاز ہوں۔ اُن کے جان اور مال کی حفاظت حکومت اسپین کے ذمہ واجب رہیگی اور ایسے ہی مسلمانوں کے بلاد میں عیسائی تجار کو بھی ہر قسم کی راحت دیجائیگی۔ شانجہ نے یہ سب شرطیں مان لیں اور پختہ اقرار کیا کہ آئندہ انہیں کبھی خلاف ورزی نہ ہوگی۔ اس گفتگو کے بعد شانجہ نے خود امیر المومنین کے حضور میں حاضر ہو کر زبانی گفتگو سے صلح کرنے کی تیاری کی

اور سلطان نے اس بات کی اطلاع پاکر دربار کی آراستگی اور اسلامی شان وشکوہ کے اظہار کا حکم دیا۔ چنانچہ ۶۸۴ھ میں شانجہ امیرالمومنین کے دربار میں آیا۔ اور یہاں کا رعب وداب دیکھکر دنگ رہگیا۔ سلطان نے عیسائی فرانروا کی خاطر وتکریم اس کے مرتبہ کے مناسب حال کی تھی اور اسکا ہدیہ تشکریہ کے ساتھ قبول فرماکر تمام شرائط صلح بھی مکمل کردیں۔ سلطان نے شانجہ سے فرمائش کی کہ اسپین والوں نے اسلامی شہروں پر تسلط کرکے وہاں کے کتبخانوں سے جو علمی کتابیں حاصل کی ہیں وہ سب مجھے بھیجدو چنانچہ شانجہ نے اپنے دارالملک میں واپس جاکر تیرہ ۱۳ چھکڑے کتابوں سے بھرے ہوئے ارسال کئے جو سب نایاب علمی کتابیں اور مسلمان علماء کی دماغی ترقیوں کے نمونے تھے +

سلطان یعقوب ابھی جزیرہ خضراء ہی میں مقیم تھا کہ اس کی طبیعت کچھ خراب ہوئی اور مرض روز بروز بڑھتا ہی گیا یہانتک کہ ایکسال کی مسلسل علالت کے بعد اس نے جزیرہ خضراء ہی کے قصر حکومت میں ۶۸۵ھ میں دنیا سے رحلت کی۔ سلطان یعقوب نہائت با اقبال اور علم دوست فرمانروا تھا۔ اس نے اپنے عہد میں بہت سی خیراتی عمارتیں شفاخانوں اور کوڑھیوں، پاگلوں، اور اندھوں، کے علاج اور خبرگیری کرنے کے مقامات کی قسم سے بنوائی تھیں اور محتاج خانے کھولدئے تھے جہاں بیکار اور محتاج لوگوں کی پرورش ہوا کرتی تھی۔ اور بہت سے مدارس بھی قائم کردئے تھے۔ اور ان سب جگہوں کے لئے اوقاف مقرر تھے جنکی آمدنی سے انکے مصارف پورے ہوا کرتے تھے +

الناصر لدین اللہ یوسف۔

ابن سلطان یعقوب مرینی۔ باپ کی وفات کے بعد ۶۸۵ھ میں اورنگ نشین امارت ہوا۔ یہ باپ کی زندگی ہی سے ولیعہد مقرر ہوچکا تھا۔ اس نے عنان حکومت پر قابض ہوتے ہی انعام واکرام دینے اور مفسدوں اور ظالموں کی سرکوبی کرنے پر توجہ مائل کی۔ تمام قلمرو میں امن وامان کو بحال اور راستوں کو بے خطر بنادیا جس سے کاروبار تجارت کو خوب فروغ ہوا اور رعایا خوشحال ہوچلی۔ اس کی ابتدائے حکومت کے عہد میں باقی ماندہ بنی ادریس

اور موحدین نے باہم سازش کر کے سلطنت بنی مرین کو نقصان پہنچانے کی سعی کی تھی اسلئے یوسف نے اُن لوگوں کا قطعی استیصال کر ڈالا اور جسقدر آدمی اِن دونوں جماعتوں کے ملے سب کو قتل یا جلاوطن کر دیا +

اُس نے ابن الاحمر سے دائمی صلح کا جدید معاہدہ کیا اور اندلس کے اُن بحری مقامات میں سے جنپر اُس کے باپ نے تسلط کر لیا تھا۔ جزیرہ خضرا، طریف، اور رندہ کے سوا باقی تمام مقامات ابن الاحمر کے حوالہ کر دئیے۔ یوسف کی اِس کارروائی نے ابن الاحمر کو اسکا دلی دوست بنا دیا اور دونوں حکمرانوں میں عرصہ تک بہت اچھی صلح و صفائی رہی۔ شاہانہ فرمانروائے اسپین نے بھی معاہدہ صلح کی تجدید کر لی اور کوئی فساد برپا نہیں کیا +

۶۹۰ھ میں جبکہ امیر یوسف شہر تلمسان کے محاصرہ سے نپٹ کر واپس آرہا تھا اسکو شاہانہ کی بدعہدی کا حال معلوم ہوا اور اُس نے سُنا کہ بدعہد فرنگی حکمران نے اسلامی حدود سے گزر کر حملے کرنے آغاز کر دئیے ہیں۔ یوسف نے اپنے سپہ سالار متعینہ اندلس کو ہدایت کی کہ فوراً دشمن کی روک تھام کا انتظام کرے۔ اور خود عبور دریا کے وسائل مہیا کرنے لگا لیکن شاہانہ اِس فکر سے غافل نہ تھا۔ اُس نے دریائی ناکہ بندی کا انتظام پہلے سے کر رکھا تھا جسکو توڑنے کیلئے سلطان یوسف مرینی کا پہلا جنگی بیڑہ بڑھا اور آخر کار وہ اہل فرنگ سے ہزیمت اُٹھا کر تباہ ہو گیا۔ اِس بیڑہ کے تمام سردار جنگ میں مارے گئے اور معدودے چند جہازات بچکر بھاگ آئے۔ سلطان یوسف نے اِس نقصان کی کچھ پرواہ نہیں کی اور وہ فوراً دوسرا بیڑہ تیار کرانے میں مصروف ہو گیا۔ چنانچہ قلیل عرصہ میں اُس نے معقول تعداد کے جہاز لیکر پھر دشمن کے بیڑہ سے مقابلہ کیا اور اِس مرتبہ اسلامی بیڑہ غالب آیا اور اہل فرنگ بھاگ نکلے۔ اب اسلامی بیڑہ بحرِ زقاق پر مسلط ہو گیا اور دشمن کے آئندہ حملہ کو روکنے کا معقول انتظام کر کے سلطان یوسف نے دریا سے عبور کر کے اندلس میں داخلہ فرمایا۔ اشبیلیہ اور شریش وغیرہ پر اُس نے ایسے پُر زور حملے کئے کہ دشمنوں کے دل کانپ اُٹھے اور وہ ہراساں ہو کر فوج ظفر موج کے سامنے سے بھاگتے رہے۔ موسم گرما کے خاتمہ تک یوسف

نے دشمنوں کی خوب خبر لی اور سردی کا زمانہ آغاز ہوتے ہی جزیرہ خضرا میں واپس چلا آیا (۶۹۱ھ)؛

یوسف نے حملوں کا سلسلہ روکدیا تو شانجہ کو اس کی فکر پڑی کہ پھر بہار کا زمانہ آتے ہی سلطان حملہ کردیگا اور اس کی روک تھام کا سامان پہلے ہی سے کر رکھنا چاہئے۔ وہ ابتک یہ خیال ہی کر رہا تھا کہ متلون المزاج ابن الاحمر نے اُس کے پاس اتفاق کا پیام ارسال کرکے کہلا بھیجا کہ ہم اور تم دونوں ملکر سلطان یوسف کو اندلس میں آنے سے روکینگے لیکن اس کے صلہ میں تم مجھکو دو چھیڑا۔ پھر اُس نے شانجہ کو موقع دیا کہ وہ شہر طریف پر جو نہایت مستحکم مقام اور بندرگاہ تھا حملہ کرکے قابو کرلے کیونکہ سلطان یوسف کے جہازات اسی بندرگاہ میں پناہ لیا کرتے تھے۔ اور شانجہ نے مقام مذکور پر تری اور خشکی دونوں سمتوں سے حملہ کرکے اُسکا سخت محاصرہ کرلیا۔ ابن الاحمر رسد اور فوجی کمک بھیجتا رہتا تھا اور شانجہ نے اہل طریف کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا یہانتک کہ ۶۹۱ھ میں اہل طریف نے ہر طرف کی امداد سے مایوس ہوکر شانجہ کو پیام صلح بھیجا جس نے پہلے اُنکی شرطیں مان لیں اور جب شہر پر مسلط ہوگیا تو عہد شکنی کرکے نہ تو شہر والوں کی شرطوں کو پورا کیا اور نہ ابن الاحمر سے کئے ہوئے اقرار پر مستقل رہا۔ ابن الاحمر کو اپنی حماقت آمیز کارروائی کا ایسا برا انجام دیکھکر کمال ندامت ہوئی اور اُسکو پھر سلطان یوسف ہی کی طرف رجوع لانا مناسب معلوم ہوا۔ چنانچہ اُس نے یوسف سے عفو تقصیر کی درخواست کی اور یوسف نے اُسے معافی دیدی۔ ابن الاحمر اس معافی کا مژدہ سنکر اس قدر خوش ہوا کہ خود بہت نایاب تحائف لیکر سلطان یوسف کی خدمت میں جا پہنچا اور اُسکا شکریہ ادا کرکے وہ نایاب مصحف بطور تحفہ نذر کیا جو عثمان رضہ کے وقت کا لکھوایا ہوا تھا اور بنی اُمیّہ اسے وراثتاً قابض چلے آتے تھے۔ سلطان یوسف کو اس تحفہ کی وجہ سے نہایت مسرت ہوئی اور اُس نے ابن الاحمر کو دلی معافی دیدی؛

یوسف کو بڑی آرزو یہ رہتی تھی کہ کسی طرح حکمران مصر سے اُس کی خط و کتابت جاری ہو جائے اور وہ مغربی حاجیوں کے فریضۂ حج ادا کرنے کا راستہ صاف بنا سکے۔ اُسنے [illegible]ھ میں مغربی قافلۂ عازمان حج کے ساتھ اپنے چند معتمد سرداروں کو نادر تحائف

اور مغرب کے اصیل گھوڑے وغیرہ دیگر فرمانروائے مصر ملک الناصر محمد بن قلاوون کی خدمت میں ارسال کیا۔ اور اُدھر سے بھی اسکے لئے نہایت اعلےٰ درجہ کے تحفہ جات آئے۔

سلطان یوسف سنہ ۷۰۶ھ میں ایک خواجہ سرا غلام سعادت نامی کے ہاتھ سے خنجر کا زخم کھا کر فوت ہوگیا اور اُس نے اکیس سال تک نہایت شوکت و شان کی حکومت کرکے بنی مرین کی سلطنت کو رونق اور تمدن کے اعلےٰ درجہ تک پہنچا دیا۔ یوسف نہایت رُعب داب کا فرمانروا تھا۔ وہ بڑا فیاض طبیعت اور منتظم تھا۔ اُسی کے زمانہ میں لڑائیوں میں بارود کا استعمال رائج ہوا اور اُس نے اپنے ملک میں مولود شریف کی خوشی منانے کا عام رواج دیا تھا۔ سنہ ۶۹۳ھ میں جو اُسی کی حکومت کا زمانہ شباب تھا۔ مغرب، افریقہ، اور مصر کے ممالک میں سخت اور عام وبا اور قحط کا بھی ظہور ہوا تھا جسمیں بے شمار مخلوق تلف ہوئی۔

ابو ثابت عامر بن عبداللہ

سلطان یوسف کے بعد مسند آرائے حکومت ہوا۔ اسکا عہد بغاوت اور ہنگاموں سے بھرا ہوا گذرا اور اس نے کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا۔ دو سال کے قریب سلطنت کرکے سنہ ۷۰۸ھ میں اسکا بھی انتقال ہوگیا اور اسکے بعد:-

ابوالربیع سلیمان

بنی مرین کے تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اس سلطان کا عہد لوگوں کے حق میں بیحد خیر و برکت کا زمانہ ہوا۔ مالی آمدنی خوب ترقی پر رہی اور اہل دولت نے عظیم الشان عمارتیں بنوانے میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کی۔

مقام سبتہ بنی الاحمر کے قابو سے نکلکر پھر خود بخود بنی مرین کے زیر اطاعت چلا آیا کیونکہ وہاں کے لوگ اس حکومت کی طرف مائل ہوگئے تھے اور اس واقعہ کو دیکھکر اندلس کے فرمانروا خاندان بنی الاحمر کے تاجدار ابو الجیوش نصر بن محمد نے اس خوف سے کہ اب مرینی سلطان کی شوکت قوی ہو جائیگی۔ سفیروں کا وفد سلطان ابو الربیع کے

پاس ارسال کیا اور درخواست کی کہ آپ سبتہ کے علاوہ رندہ اور جزیرۃ الخضرا کے دو بندرگاہ اور بھی لے لیں اور اعدائے دین سے دل کھولکر جہاد کریں۔ ابوالربیع نے بھی صلح و آشتی کے روابط مستحکم کرنے کے لئے ابوالجیوش کے پاس مالی اور جنگی دونوں قسم کی کمک ارسال کی اور آئندہ بھی معین و ناصر رہنے کا وعدہ کیا۔ سنہ ۷۱۰ھ میں سلطان ابوالربیع دنیا سے رحلت کر گیا اور اُس نے اپنے ملک کے تمام باغیوں کا قلع قمع کر ڈالا تھا۔ اور ملک کو بغاوت سے پاک بنا لیا تھا۔ پھر اُس کے بعد ؎

ابوسعید عثمان

فرمانروائے مغرب ہوا۔ یہ بادشاہ نہایت متحمل مزاج اور ذی علم شخص تھا اسکی سخاوت اور فروتنی بہت بڑھی ہوئی تھی اور صلح پسندی اُس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اُس نے جنگ و پیکار سے بہت کچھ پہلو بچایا اور ملک کے انتظام اور قیام امن کو سب سے مقدم چیز خیال کیا۔ اسی وجہ سے اُس کے عہد میں لوگوں کو راحت اور فراغبالی نصیب ہوئی۔ ابو سعید نے شہر سلا کے کارخانہ جہازسازی میں متعدد جنگی جہاز بھی تیار کرالے اور بحری قوت کو درست کرنیکا خیال زیادہ مدنظر رکھا (سنہ ۷۱۴ھ) مگر اُس کے بیٹے امیر ابوعلی نے اُسپر خروج کیا اور اُس کی فوج کو ہزیمت دیکر شہر تازا میں اُسکا محاصرہ کر لیا۔ لیکن سلطنت کے خاص خاص لوگوں نے کوشش کر کے باپ بیٹوں میں مصالحت کر دی اور یہ فیصلہ کر دیا کہ سلطان ابوسعید سلطنت اپنے فرزند کو دیدے اور خود شہر تازا اور اُس کے متعلق علاقہ پر امیر بنکر قانع ہو جائے۔ ابوسعید نے یہ شرط مان لی اور وزرا اور امرا کے روبرو اُنکی گواہیوں سے اسبات کا عہد بھی لکھدیا لیکن پھر اُسکو بے شان و گمان حکومت خودبخود واپس ملگئی اور اُسکا چھینا ہوا حق اُس کے ہاتھ میں آگیا۔ سلطان ابوسعید نے دوبارہ عنان حکومت پر قابض ہو کر اپنے باغی فرزند کو شہر سجلماسہ اور اُس کے ماتحت علاقہ کا جاگیردار بنا دیا جہاں اُس نے سنہ ۷۱۵ھ میں قیام آغاز کر کے ایک شاندار سلطنت کی بنیاد ڈال لی۔ امیر ابوعلی نے صوبہ سجلماسہ کے بہت سے غیر مفتوح علاقوں کو بھی فتح

کیا اور انکو اپنی املاک میں ضم کر لیا +

۸۱۸ھ میں کیسٹل کے فرمانروا پڈرو نے یہ دیکھکر کہ بنی مرین کے حملات اندلس پر مدت سے بند ہوگئے ہیں اور اب اندلس کے رہے سہے مسلمانوں کا دباؤ اٹھانا کوئی بات نہیں شہر غرناطہ پر حملہ کر دیا۔ عیسائی حملہ آوروں کی جماعت ایک لاکھ تیس ہزار سوار اور پیدلوں کی زائد تعداد کی تھی اور اندلس والے مسلمان انکا کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اہذا انہوں نے سلطان ابی سعید سے کمک مانگی اور انکا وفد شہر فاس میں آکر ناکام پھر گیا۔ اندلس کے مسلمان تو بالکل مایوس ہو جاتے لیکن خدا کو ابھی چند روز تک اور انہیں قائم رکھنا تھا اس لیے بنی مرین کا نامور سردار مجاہدین عثمان بن ابی العلاء انکی مدد پر آمادہ ہوگیا اور اس نے اپنے قبیلہ کو ساتھ لیکر غرناطہ کو اہل فرنگ کے محاصرہ سے نجات دلادی۔ عثمان کی فتحیابی کا شہرہ دور دور تک ہوگیا اور مسلمان فاتحوں کو اس قدر بیشمار مال غنیمت ملا جسکا اندازہ مشکل ہے۔ ہزاروں جنگی قیدی بھی دستیاب ہوئے جنمیں پڈرو شاہ کیسٹل کی بیوی اور اس کے بیٹے بھی شریک تھے۔ اور اہل فرنگ نے اس شکست کے بعد صلح کا پیام بھیجدیا جو مسلمانوں کی طرف سے قبول کر لیا گیا۔ اور اندلس کی لڑائیوں میں یہ لڑائی بھی نہایت عظیم الشان شمار ہوتی ہے +

سلطان ابی سعید ۷۳۱ھ میں جبکہ وہ اپنے ولیعہد بیٹے کی شادی فاطمہ بنت سلطان ابی بکر بن زکریا حفصی کے ساتھ کرنے کا سامان کر رہا تھا۔ دنیا ہی سے چل بسا۔ اور یہ آرزو دل میں لیکر چلا گیا +

المنصور باللہ ابوالحسن علی

سلطان ابی سعید کے بعد فرمانروا مقرر ہوا۔ یہ سلطان خاندان بنی مرین کے فرمانرواؤں میں سب سے بڑھکر قوی شوکت اور وسیع مملکت کا مالک تھا اور مغرب اقصیٰ اور مغرب قریب اور اندلس کے ہر سہ ممالک میں اس کی بکثرت یادگاریں موجود ہیں جس وقت اس نے عام طور سے بیعت لیلی اور ملک سلطنت پر بخوبی مستقل ہوگیا تو اس کے

اور اُس کے بھائی امیر ابو علی کے مابین جنگ شروع ہوئی۔ اس لڑائی کا خاتمہ امیر ابو علی کے قتل پر ہوا جس کے بعد سجلماسہ بھی ابو الحسن ہی کے قبضہ میں آگیا۔ امیر ابو علی نے اس قلمرو پر انیس ۱۹ سال چند ماہ خود مختارانہ حیثیت سے فرمانروائی کی تھی +

۷۰۹ھ سے اہل اسپین نے جبل الفتح (جبرالٹر) پر قبضہ کر کے اسلامی بندرگاہوں پر حملے کرتے رہنے کا تار باندھ رکھا تھا اور مغرب کی سلطنت بنی مرین اور اندلس کی حکومت بنی الاحمر دونوں ملکوں کا اس مستحکم مقام کے قبضۂ دشمن میں چلے جانے سے ناک میں دم آرہا تھا۔ سلطان ابی الحسن کا دور حکومت آغاز ہونے تک یہی حالت رہی کہ اسپین والوں نے مسلمانوں کے بحری مقامات کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا۔ ابی الحسن خود جہاد کا دلدادہ تھا اور پھر سے ایسی معقول وجہ اُس کے ہاتھ لگی پھر سلطان محمد بن اسماعیل جو خاندان بنی الاحمر کا تاجدار اور ابی الحسن کا معاصر تھا ۷۳۲ھ میں خود اس سے ملنے آیا اور مسلمانان اندلس کا حال زار سنا کر اسے جہاد کی ترغیب دلائی۔ ان اسباب سے اگرچہ ابی الحسن کو ہنوز اپنے بھائی کا مقابلہ درپیش تھا۔ تاہم اُس نے بنی مرین کا لشکر اُس کے ساتھ کر دیا اور جنگی بیڑہ کو بھی کمک پر مامور کیا۔ تاکہ جبل الطارق پر حملہ کر دیا جائے۔ محمد بن اسماعیل نے اندلس کی فوجوں کو جمع کر لیا اور ادھر سے بنی مرین کا لشکر پہنچا تو جبل الطارق کا محاصرہ شروع کر دیا گیا۔ اور پورے ایک سال کی سخت جد و جہد کے بعد ۷۳۳ھ میں مسلمانوں نے یہ مستحکم مقام فتح کر کے اسکو بطور خود قلعہ بند کر لیا +

سلطان ابی الحسن کا شوق جہاد ۷۴۰ھ میں اسے اس بات پر آمادہ بنا کر رہا کہ وہ دار الحرب پر حملہ کرے اور اُس نے اپنے فرزند ابی مالک کو جو کہ اندلس کے بندرگاہوں کا حاکم اعلیٰ تھا۔ غنیم کے ملک میں گھس کر حملہ آور ہونے کا حکم بھیجا اور امیر مذکور اُن وزیروں کی ہمراہی میں جنکو اُس کے باپ نے ارسال کیا تھا مع اک دشمن پر حملہ کر کے دور تک انکی حدود میں گھس گیا اور بہت کچھ مال غنیمت اور قیدیوں کو لئے ہوئے واپس آرہا تھا۔ کہ یکایک غفلت میں اسپین والوں کی فوج اُس پر آپڑی اور شبخون مار کر اُسکو اور اُس کے اکثر سپاہیوں کو قتل کر گئی۔ اسپین والوں نے تمام مسلمانوں کا کیمپ لوٹ لیا اور جسقدر سامان امیر ابی مالک

کے ساتھ تھا وہ سب انکے ہاتھ آیا۔ اس الم انگیز سانحہ کی خبر سلطان ابی الحسن کو ملی تو اب اُس نے خود حملہ کی تیاری کر دی، تمام سرزمین مغرب سے مجاہدین کو طلب کیا گیا، جہازوں کی فراہمی کا حکم نافذ ہوا اور فوج کا جائزہ لیا جانے لگا اور جب اِن امور سے فراغت مل لی تو اُس نے سبتہ کی طرف کوچ کیا۔ تاکہ وہاں سے دریا کو عبور کر کے سرزمین اندلس میں داخل ہو۔

اہل اسپین مسلمانوں کی نقل و حرکت سے بے خبر نہ تھے۔ الفانسو یازدہم شاہ کیسٹل اور اُس کے ساتھی امرائے ممالک فرنگستان نے اپنا بیڑہ بحر زقاق میں بھیجکر مسلمانوں کو عبور دریا سے روکنا چاہا۔ سلطان ابی الحسن نے دشمن کی یہ پیش دستی دیکھی تو اپنے سسرال والوں یعنی ملوک بنی حفص سے بحری کمک منگائی اور وہاں سے سولہ جہازات آ گئے اور سبتہ کے بندرگاہ میں اہل مغرب کا بیڑہ آراستہ ہو کر استادہ تھا اُسمیں یہ بھی شامل کر دئیے گئے۔ اسوقت ایک سو سے زائد جنگی جہاز مسلمانوں کے بیڑہ میں تھے جو صف بستہ ہو کر غنیم کے بیڑہ کی طرف بڑھے اور کچھ دیر دُور دُور کی جنگ ہونے کے بعد دونوں بیڑے باہم لگ گئے۔ پھر تو مسلمانوں نے غنیم کے جہازوں سے اپنے جہازات ملا کر دست بدست لڑائی شروع کر دی اور دشمن کی وہ گت بنائی کہ اُسے بھاگنے کا راستہ نہ ملا غنیم کے بہت سے جہازات تو غرق اور تباہ ہو گئے اور باقی ماندہ مسلمان فاتحین نے گرفتار کر لئے جو بندرگاہ سبتہ میں لائے گئے اور لوگ اُنکے دیکھنے کے لئے جوق جوق ساحل پر جمع تھے۔ یہ بحری فتح سنہ ۷۴۰ھ میں حاصل ہوئی تھی اور بنو مرین کے عہد میں یہ سب سے بڑی بحری جنگ تھی جسمیں وہ کامیاب رہے۔ اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی مرین کا تسلط سمندر میں بہت ہی دُور تک پھیل گیا جیسا کہ خشکی میں ممتد ہوتا چلا گیا تھا۔ اور اب غرناطہ والوں میں بھی ایک نئی روح پھونک گئی تھی جس سے وہ غنیم کا مقابلہ کرنے اور اُس سے اپنے مسلوبہ مقامات چھین لینے پر مستعد ہو گئے۔

یہ فتح حاصل ہو چکی تو سلطان ابی الحسن نے فوج کو دریا پر سے عبور کرانا شروع کر دیا اور ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک برابر جہازات کی آمد و رفت کا تانتا بندھ گیا

جب تمام فوج دوسرے ساحل پر پہنچ لی تو خود سلطان اپنے خواص اور سرداروں کے ساتھ شاہی کشتی میں سوار ہو کر سبتہ سے روانہ ہوا اور دوسرے ساحل پر خشکی میں اُترتے ہی شہر طریف کا محاصرہ شروع کر دیا۔ جو اہل اسپین کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ اور کچھ اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ملک کے ہر ایک گوشہ میں چھوٹی چھوٹی فوجی جماعتیں لوٹ مار کے واسطے بھیج دیں اور ان جماعتوں نے شریش اور شذونہ وغیرہ شہروں کے دروازوں تک برابر حملے کر کے تمام ملک تہ و بالا کر ڈالا۔ قریب تھا کہ یہ مختصر دستے قلعہ آرک کو بھی فتح کر لیتے لیکن ایک دستہ کے شکست کھا جانے سے وہ ناکام رہے۔ شاہ کیسٹل محصور سپاہ کو رسد وغیرہ اسوجہ سے نہ بھیج سکا کہ بنی مرین کی فوجیں تمام ملک میں ہر طرف پھیلی تھیں۔ اور قلعہ میں محصور سپاہ بھوکوں مرنے لگی +

اہل فرنگ نے دیکھا کہ ہم خشکی سے کوئی مدد ارسال نہیں کر سکتے تو یہ تجویز نکالی کہ مغرب کی سپاہ پر بحری رستہ مسدود کر دیں اور اُنکی کمک نہ آنے دیں اس غرض سے اُنہوں نے ایک بیڑہ بحر زقاق میں ارسال کیا اور یہ بیڑہ بھی پہلے جنگی بیڑہ کیطرح مسلمانوں کے ہاتھوں بالکل غارت ہو گیا +

یہ حالت مشاہدہ کر کے اسپین کیسٹل، اور پرتگال، کے عیسائی فرمانرواؤں نے باہم اتفاق کر کے ایک ساتھ مسلمانوں پر حملہ کیا اور اتنی زبردست جماعت اُنکے مقابلہ پر لائے کہ اس سے قبل کبھی اتنی کثیر جمعیت عیسائیوں کی مسلمانوں سے ہم نبرد نہیں ہوئی تھی دونوں لشکروں کے معرکہ آرا ہونے پر پورے دن بھر زور شور کی لڑائی ہوتی رہی مگر شام کے قریب مسلمانوں کی فوج کا نظام مختل ہو چلا اور اُنپر شکست طاری ہوئی۔ اہل فرنگ نے سلطان ابی الحسن کے خاص کمپ پر حملہ کر کے اُس کے حرم سرا کے خیمہ کو لوٹ لیا اور اُس کی تمام بیویوں کو گرفتار کر کے قتل اور بے حرمت کر دیا۔ مغرب کی سپاہ نے اس بات کو دیکھا تو اُن کے جی بالکل چھوٹ گئے اور وہ میدان سے بھاگ نکلے۔ اس جنگ میں جو سنہ ۷۴۱ھ میں ہوئی تھی بنی مرین اور دیگر قبائل کے ہزاروں آدمی گرفتار ہوئے۔ اور سلطان ابی الحسن بھاگ کر جزیرہ خضراء میں چلا گیا۔ یہ ایسی کامل اور زبردست شکست تھی

کہ اسکے بعد پھر مسلمانان اندلس کو کسی طرح اہل فرنگ سے مقابلہ کا یارا نہیں رہا اور آخر میں اُنکا وہ انجام ہوا جو مفصل تاریخوں میں مشرح بیان ہوا ہے ۔

اس کامیابی کے بعد فرمانروائے اسپین نے دوبارہ حملہ آور ہوکر پائے تخت غرناطہ کے بحری مقام قلعہ سعید پر قابو کرلیا اور سلطان ابوسعید غرناطی نے اس قلعہ کو اہل فرنگ سے واپس لینے کے واسطے بار دگر اسپر حملہ کیا۔ اُس نے بحری جنگ کا سامان کرکے اہل اسپین کے جنگی بیڑہ پر حملہ کیا لیکن مسلمانوں کے بیڑہ کو ناکامی ہوئی کیونکہ اسوقت اراغون، اٹلی، اور اسپین کے بادشاہوں نے شاہ کیسٹل کو بحری امداد دی تھی اور اپنے جنگی جہازات اس کی کمک پر ارسال کئے تھے مسلمانوں کی بحری قوت اس شکست میں بیکار ہوگئی اور اہل فرنگ نے بحر زقاق پر پورا تسلط کرکے جزیرہ خضراء پر محاصرہ قائم کردیا۔ اس جزیرہ کی محافظ سپاہ کچھ زمانہ تک مدافعت کرتی رہی اور جب رسد کا توڑا ہوگیا تو اُس نے مجبور ہوکر غنیم سے صلح کی درخواست کی اور اہل کیسٹل نے اس شرط پر کہ وہاں کے تمام مسلمان سپاہی سرزمین مغرب کی طرف چلے جائیں۔ اُنہیں امان دیدی۔ اور ۷۴۳ھ میں تمام مسلمانوں کو جو اس جزیرہ میں تھے سرزمین مغرب میں اُتار دیا گیا۔ اور سلطان ابوالحسن بھی تقدیری امور پر صبر کرکے بیٹھ رہا کیونکہ وہ اب کوئی چارہ نہیں رکھتا تھا ۔

اس کے بعد سلطان ابوالحسن اور اُس کے سسرال والوں یعنی ابی حفص کی اولاد سے جھگڑا ہوگیا اور اسی ذیل میں اُس نے لڑ بھڑ کر ۷۴۸ھ میں ممالک تونس اور اُس کے تمام ماتحت علاقوں پر تسلط کرلیا اور اس طرح جو کچھ اندلس کے مقبوضات کے چھین جانے سے نقصان پہنچا تھا اُس سے زائد اُسکو دوسری طرف مل رہا اور اب سلطان ابوالحسن کا قلمرو طرابلس کے شہر مسراتہ سے لیکر مقام سوس اقصیٰ تک ممتد ہوگیا اور تمام سرزمین مغرب اُس کے زیرنگین آگئی۔ اور اسی زمانہ میں حکمرانان بنی حفص کا سلسلہ فرمانروائی بھی ختم ہوگیا ۔

ابوالحسن کو ان فتوحات کے بعد آرام لینے کا موقع بھی نہیں ملا تھا کہ اُس کے بیٹے ابوعنان نے علم بغاوت بلند کرکے ممالک مغرب پر اپنا تسلط جمالیا اور باپ کو تونس کے علاقہ پر قابض چھوڑ کر خود فرمانروائی کرنے لگا۔ ابوالحسن بیٹے کو سرکشی کی سزا دینے

اور پھر تخت و تاج حاصل کرنے کی امید ہی کر رہا تھا کہ یکایک اُسپر ہر طرف سے باغیوں اور خارجیوں کا نرغہ ہوگیا اور یہ حالت دیکھکر وزیروں میں سے چند باتدبیر شخصوں کی یہ رائے ہوئی کہ سلطان تونس سے مغرب کی طرف روانہ ہو جائے۔ ورنہ ابی بکر حفصی کے بیٹے نے جو اُسپر حملہ کرنے کو آتا ہے شہر تونس کا محاصرہ کر لینا چاہا ہے اور پھر راہ فرار بھی بند ہو جائیگی اسواسطے سنہ ۷۴۹ھ میں سلطان ابو الحسن بحری راستہ سے اپنے وطن اصلی اور دار الملک کی طرف روانہ ہوگیا لیکن تقدیر نا مساعد تھی اس لئے باد مخالف اور طوفان میں اُس کی جہازات گرفتار ہوگئے اور چھسو جہازوں اور کشتیوں میں سے معدودے چند ہی بچ رہے۔ ورنہ اور سب غرق اور تباہ ہو گئے۔ ابو الحسن ایک تختہ پر بہتا ہوا جاں بلب کنارہ پر جا لگا اور پھر چند ساتھیوں کے ہاتھ آجانے سے بحال تباہ افتاں و خیزاں اپنے دار الملک کی طرف چلا مگر اُس کے بیٹے نے اب سلطنت پر اُسکا قابو نہ چلنے دیا اور اُس کی تمام تدبیریں بیکار گئیں آخر وہ اسی بیکسی اور آوارہ گردی کیحالت میں سنہ ۷۵۲ھ میں دنیا سے چل بسا۔ یہ حاکم نہایت ذی علم اور علم پرور تہا۔ اس کی یادگار مراکش وغیرہ کے کئی عالیشان مدارس تھے اور بھی اس نے بہت کچھ عمارتیں اور مہمان سرائیں بنوائی تھیں۔

ابو عنان

باپ کے مرنے کے بعد سنہ ۷۵۲ھ میں مستقل طور پر حکمران بنگیا اور اُس نے مغرب اوسط کے بھی متعدد علاقے فتح کر لئے۔ مگر اُس نے باپ کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اُسکی سزا زمانہ کے ہاتھوں اُسے خود بھی ملی چنانچہ اُسکا بھائی ابو الفضل صوبہ دار مملکت سوس اس سے باغی ہوکر معرکہ آرا ہوا۔ اسپین والوں نے ابو الفضل کو اُبھار کر لڑا دیا تھا۔ ابو الفضل گرفتار ہوکر سنہ ۷۵۵ھ میں ابو عنان کے ہاتھوں قتل ہوگیا اور اُس کے بعد ابو عنان بے غل و غش حکمرانی کرتا رہا چنانچہ سنہ ۷۵۹ھ میں اسی حکمرانی کی حالت میں اُسکا پیام اجل آپہنچا اور وہ دنیا سے چل بسا۔ یہ سلطان نہایت زبردست عالم اور شاعر تھا۔ اُس کی شہسواری اور شجاعت بھی قابل ذکر ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کے وزیر نے اُسے گردن دبا کر قتل کر دیا

تھا - واللہ اعلم ؛
ابو عنان کے بعد اسکا فرزند سلطان :-

السعید باللہ ابو بکر

تخت پر بیٹھا - مگر وہ بالکل اپنے وزیر کے ہاتھوں میں تھا اس لئے زیادہ عرصہ تک حکومت نہ کرسکا اور نو ماہ کے بعد معزول کرکے تخت سے اتار دیا - سعید باللہ سے اس کے ایک قریبی رشتہ دار نے تخت و تاج کے بارہ میں نزاع برپا کیا تھا جسکا نام منصور تھا - مگر دونوں سے کوئی بات نہ بن پڑی - اور تمام ملک مغرب کے معزز امراء ان دونوں سے برگشتہ ہوکر ایک اور شخص کے طرفدار بنگئے جسکا نام :-

المستعین باللہ ابی سالم

تھا - یہ شخص سنہ ۷۶۰ھ میں تخت نشین ہوا - لوگ پہلے سے اسکو اپنا تاجدار بنانے کی طرف مائل تھے اور یہ دراصل ابو عنان کی وفات کے بعد ہی فرمانروائے مغرب ہو جاتا لیکن چونکہ وہ اپنے مذکورہ بالا بھائی کے عہد حکومت میں بمقام اندلس روپوش رہا تھا اسواسطے اسکے یہاں آنے میں دیر ہوئی اور دوسرا بادشاہ مقرر ہو گیا - ابی سالم نے بھائی کی وفات کے بعد بنی الاحمر کے خاندان کے فرمانرواؤں سے اپنے ملک میں واپس جانے کی استدعا کی اور اجازت مانگی مگر وہ اسکو مانع آئے چنانچہ ابی سالم نے شاہ کیسٹل کو بیچ میں ڈالکر بمشکل ان کے ہاتھوں سے رہائی حاصل کی اور پھر شاہ کیسٹل ہی کی مدد سے سرزمین عدوۃ میں پہنچگیا - عدوۃ کے لوگوں نے اسکو پہچانا تو وہ اسکے شریک ہوگئے اور ہر طرف سے اہل مغرب اسی کی طرف رجوع لانے لگے یہانتک کہ سنہ ۷۶۰ھ میں اس سے بیعت کرلیگئی اور یہ ملک مغرب کا فرمانروا ہو گیا ابی سالم کی حکمرانی شروع ہوتے ہی غنی باللہ ابن الاحمر اور اس کے نامور وزیر ابن خطیب نے دربار میں آکر پناہ لی اور اس نے سنہ ۷۶۱ھ میں انکو باکرام تمام اپنا مہمان بناکر حسب حیثیت انکے روزینے وغیرہ مقرر کردئے - سلطان ابی سالم پر آخر میں اس کے وزیروں نے خروج

کیا اور فوج کو باغی بنا کر اسے سلطنت سے نکال دینا چاہا۔ جس وزیر نے بغاوت کی تھی اُسکا نام عمر بن عبداللہ تھا اور اُس کے باغی ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ابی سالم نے کسی اور وزیر کو اُس پر مرتبہ میں بڑھا دیا اور اپنا مقرب بنا لیا تھا۔ ابی سالم نے باغی سپاہیوں کو سزا دینے کا عزم کیا تو ساری فوجیں شورش کی آگ پھیل چلی اور وہ بخوف جان دارالملک کو چھوڑ کر بھاگا لیکن سپاہ نے اُس کو گرفتار کر لیا اور اُس کا سر کاٹ کر باغی وزیر کے سامنے ۷۶۲ھ میں پیش کر دیا۔ ابی سالم اسم بامسمّٰی نہایت صلح پسند اور نرم دل آدمی تھا۔ اُس کے بعد :-

ابو عمر بن تاشفین

سے لوگوں نے بیعت کی مگر مقصد وزیر عمر بن عبداللہ نے اسکو برائے نام تخت پر بٹھا دیا تھا ورنہ سلطنت وہ خود کرتا تھا اس کے بعد اور بڑی بڑی خرابیاں واقع ہوئیں مثلاً اسپین کے سپاہیوں نے اپنے سردار غرسیہ بن الظون کو قتل کر ڈالا اور متعدد جھگڑے برپا ہوئے جنکی وجہ سے دولت بنی مرین کے جسم میں ضعف اور اضمحلال کا ظہور ہو گیا اور ملک میں ہر جگہ باغیوں کا زور بڑھنے لگا۔ وزیر ابو عمرو نے دیکھا کہ اُس کے مقرر کردہ سلطان ابا عمر سے کام نہیں چل سکتا تو اُس نے اسکو معزول کر کے اپنی بادشاہ گری کا جوہر دکھایا اور ۷۶۳ھ میں دوسرے سلطان ابو زیان محمد بن ابی عبدالرحمن یعقوب کو تخت پر بٹھایا۔ یہ سلطان ابی الحسن کا فرزند تھا اور اس نے :-

المتوکل علی اللہ

کے لقب سے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔ لیکن یہ بھی وزیر کے ہاتھوں میں تھا اور کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ ابو زیان نے اپنے حکمران بنائے جانے سے قبل شاہ کیسٹل کے پاس جا کر پناہ لی تھی اور وہیں رہ کرتا تھا۔ وزیر ابن عبداللہ نے اسکو بلوایا تو شاہ کیسٹل نے ایسی شرطیں پیش کیں جو فرمانروایان بنی مرین کے حق میں سخت مضر تھیں لیکن وزیر کو اور ابو زیان دونوں کو وہ شرطیں قبول کرنی پڑیں۔ ابن آلی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس عہد میں بنی مرین کی سلطنت

کس قدر ابتر حالت میں تھی کہ کبھی فرمانروایانِ کیسٹل اور اسپین انکے نام سے کانپتے تھے اور اب وہ اُن کو دبالینے کے قابل ہوگئے تھے۔ ابوزیان نے زیادہ عرصہ تک اس برائے نام سلطنت سے بھی فیض نہیں اُٹھایا۔ اور وزیر کے خلاف سازش کرنے کی وجہ سے اُس کی ہاتھوں سنہ ۷۶۸ھ میں قتل کر دیا گیا تھا۔ ابوزیان کو قتل کر کے وزیر عمر بن عبداللہ نے :-

عبدالعزیز بن الحسن

کو تخت حکومت پر بٹھایا۔ یہ شہزادہ عرصہ سے قصر میں نظر بند تھا اور اسی ضرورت کیلئے زندہ رکھا گیا تھا۔ وزیر نے اس سے بیعت کرالی تو بدستور سابق اُسے بالائے طاق رکھکر خود فرمانروائی کرنے لگا۔ عبدالعزیز کو وزیر کی یہ زیادتی ناگوار گذری اور اسنے ارادہ کرلیا کہ بدمعاش وزیر کو نیچا دکھائیگا۔ وہ چپکے چپکے اپنی تدبیریں کرچکا تو یکایک وزیر پر قابو کرلیا اور خواجہ سرا غلاموں سے اُسکو قتل کرادیا۔ وزیر کو قتل کر کے سلطان عبدالعزیز نے اُس کے معین و مددگار لوگوں پر بھی ہاتھ صاف کیا اور ایک ایک بدمعاش کو چیکر مارا اور اس طرح اپنی حکومت کا میدان صاف بنا کر نہایت شان و شوکت کے ساتھ حکمرانی شروع کی۔ اُس نے پہلے ملکی بغاوتوں کا ہنگامہ فرو کیا اور پھر جزیرۃ الخضراء کو اہل اسپین سے واپس لینے کا سامان کیا۔ عبدالعزیز نے غرناطہ کے تاجدار ابن الاحمر کو کہا کہ مالی اور فوجی [illegible] کرونگا۔ تم اسپین والوں کو جزیرہ سے نکالدو۔ اور اُس نے یہ بات مان لی۔ عبدالعزیز نے حسب وعدہ بحری قوت اور مال و زر سے ابن الاحمر کی امداد کی اور آخرش چند ہی روز کے محاصرہ کے بعد سنہ ۷۷۰ھ میں یہ جزیرہ اہل اسپین سے چھین لیا گیا۔ شاہان غرناطہ اس کے بعد سے برابر اس جزیرہ پر قابض رہے اور سنہ ۷۸۰ھ میں انھوں نے اس کے مستحکم قلعہ کو [illegible] کرادیا اس لئے کہ اہل فرنگ کے قبضہ کر لینے کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا تھا۔

سلطان عبدالعزیز نے سنہ ۷۷۴ھ میں جبکہ وہ مقام تلمسان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا دنیا سے رحلت کی۔ اُس نے بنی مرین کی مُردہ سلطنت میں از سر نو جان ڈالدی تھی اور بہت کچھ اُسکا زائل شدہ اقبال پھر بحال کر دیا تھا۔ مورخ ابن خلدون نے اپنی مشہور و معروف تاریخ

اسی کے نام سے معنون کی ہے۔ سنہ ۷۷۳ھ میں مملکت اندلس کا فاضل وزیر ابن الخطیب اسی کے دربار میں آیا تھا۔ اور اس نے اس کی قدر افزائی نہایت خوبی کے ساتھ کی تھی۔ سلطان عبد العزیز کے بعد اسکا بیٹا۔

سعید باللہ ابو زیان

مسند نشین حکومت ہوا۔ یہ ہنوز بچہ تھا اس لئے اسپر وزیر اعظم ابوبکر نے غلبہ پالیا اور خود سیاہ و سفید کا مالک بنگیا۔ مگر ابن الاحمر تاجدار غرناطہ کے اغوا سے چند باغیوں نے سر اٹھا کر وزیر مذکور کا دم ناک میں کر دیا۔ اور آخر کار اس نے ۷۷۶ھ میں سعید باللہ کو سلطنت سے معزول کر کے اندلس کیطرف جلا وطن بنا دیا اور اسکے بعد تخت سلطنت پر

سلطان مستنصر باللہ ابو العباس احمد

نے جلوس فرمایا۔ اس بادشاہ کو "ذو الدولتین" بھی کہتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ وہ دو مرتبہ بادشاہ بنایا گیا۔ اسپر بھی وزیر اعظم محمد بن عثمان کا غلبہ تھا اور یہ برائے نام سلطان رہگیا تھا۔ اسکے عہد میں فرمانروایان اندلس کے ساتھ دوستانہ مراسم اور اتحاد کا خوب رنگ جما اور ابن الاحمر کا رسوخ بلاد مغرب میں اسقدر بڑھ گیا کہ گویا وہ اس ملک کا بھی حکمران تھا اور ملک اس کے قلمرو کا کوئی صوبہ۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ابن الاحمر ہی نے ابو العباس کو بادشاہ بنایا تھا اور خاندان بنی مرین کے تمام مستحق تخت شہزادے اسی کے قابو میں اور نظر بند تھے۔ ابن الاحمر نے اسی سلطان کے عہد میں اپنے نامور وزیر ابن الخطیب کو قتل کروایا کیونکہ اس کی نسبت اسے یہ شبہ ہوا تھا کہ اس نے سلطان عبد العزیز کو اندلس پر تسلط کر لینے کی ترغیب دی تھی۔ ابن الاحمر نے وزیر کی بابت عالموں سے ملحد ہونیکا فتوی لکھا لیا تھا اور اسے کچھ دن قید رکھا پھر اسی زندان میں چند لوگوں نے وزیر کا کام تمام کر دیا۔ یہ مشہور عالم اور مورخ ۷۷۶ھ میں مارا گیا۔ ابو العباس کے زمانہ میں ملک مغرب کئی حصوں پر منقسم ہو گیا تھا۔ ایک حصہ اسکے پاس تھا اور دوسرے حصہ پر عبد الرحمن بن ابی یفلوسن قابض تھا۔ جس کا

پایۂ تخت شہر مراکش تھا۔ بعد ازیں ابو العباس مذکور اور ابن الاحمر فرمانروائے اندلس کے مابین کچھ ناچاقی ہو گئی اور اتنی عداوت بڑھی کہ آخر کار ابو العباس کو معزول بنا کر اس کے پاس بھیجدیا گیا اور پھر ۷۹۶ھ سے تا زندگی ابن الاحمر کے یہاں قید اور نظر بند رہا۔

المتوکل علی اللہ ابو فارس موسیٰ

اس سے ابو العباس کی معزولی کے بعد بیعت کیگئی۔ اسپر بھی اسکا وزیر مسعود بن ماسائی قابض اور مسلط تھا اور تمام سیاہ و سفید کا مالک بنکر اسکو برائے نام سلطان کہلانے کا حق دے رکھا تھا۔ متوکل علی اللہ نے اس حالت سے دق ہو کر اپنے خاص لوگوں کے ساتھ وزیر کے قتل کرنیکا مشورہ کیا اور وزیر کو یہ اطلاع ملگئی چنانچہ اس نے ۷۸۸ھ میں اسکو زہر دلوا کر مار ڈالا۔ متوکل نے صرف دو سال چار ماہ سلطنت کی اور کوئی نمایاں کام انجام نہ دیکھا۔

المنتصر باللہ ابو زیان محمد

متوکل کے بعد فرمانروا بنایا گیا اور چند روز کے بعد پھر معزول اور مع اپنے کنبہ کے اندلس کو جلا وطن کر دیا گیا۔

الواثق باللہ ابو زیان محمد بن ابی الفضل

منتصر باللہ کے بعد تخت پر بیٹھا۔ یہ حکمران ہونے سے پہلے کا زمانہ ابن الاحمر کی قید میں بسر کر چکا تھا اسواسطے زور حکومت کہاں سے لاتا۔ اس کے وزیر مسعود نے اسکو بھی اپنی مٹھی میں کر لیا اور اسکی شامت جو آئی تو اس نے ارادہ کیا کہ شہر سبتہ کو ابن الاحمر فرمانروائے اندلس کے ہاتھوں سے نکال لے۔ پھر کیا تھا۔ ابن الاحمر کو بھی جوش آیا۔ اور اس نے محسن کش وزیر مسعود کی سرکوبی کا یہ انتظام کیا کہ سلطان ابی العباس کو اپنی نظر بندی سے رہا کر کے اور فوج و سپاہ دیکر ملک موروثی واپس لینے کی ترغیب دی اور اسے دریا عبور کرا کے سرزمین مغرب میں بھیجدیا۔ سلطان ابی العباس کی آمد دیکھکر تمام اہل مغرب اسکی طرف

جُھک پڑے اور اُس نے شہر مراکش پر پیشقدمی کردی۔ وزیر مسعود نے دیکھا کہ یہ تو بُرا ہوا لہٰذا اُس نے واثق باللہ کو اس شرط سے معزول کرنیکا ارادہ ظاہر کیا کہ اُس کی وزارت پر حرف نہ آئے۔ اور ابی العباس اسکو منظور کر کے داخل شہر ہوا ٭

ابی العباس نے تخت مغرب پر جلوس کرنے کے بعد مفسد وزیر مسعود کو مع اُس کے مددگاروں کے سخت پکڑا اور سب کو قتل کر دیا۔ پھر انتظام مملکت پر کمر باندھ کے اکثر شہروں اور علاقوں کو باغیوں سے واگزار کرالیا۔ تلمسان وغیرہ صوبوں کو از سرِ نو قابو میں لایا۔ اس سلطان کی فرمانروائے مصر برقوق کے ساتھ بڑی دوستی تھی اور دونوں میں خط و کتابت جاری رہتی تھی۔ ابو العباس نے ۷۹۶ھ میں وفات پائی اور اس کے بعد اسکا فرزند:۔

مستنصر باللہ ابو فارس عبد العزیز

اورنگ نشین حکومت ہوا۔ یہ تاجدار رحیم المزاج، صلح پسند، اور خونریزی سے دُور بھاگنے والا تھا۔ شاعر اور شہسوار اعلےٰ درجہ کا تھا اور اُس نے کوئی قابل ذکر کام اپنے عہد میں نہیں کیا۔ تین سال ایک ماہ حکومت کر کے ۷۹۹ھ میں دنیا سے چل بسا۔ اُس کے بعد:۔

سلطان مستنصر باللہ ابو عامر عبد اللہ

نے تخت مغرب کو اپنے جلوس سے رونق بخشی اور اس کے بھی کچھ قابل تحریر کارنامے نہیں پائے جاتے ہیں اسکے اور اس سے قبل والے تاجدار کے عہد میں کاروبار سلطنت وزیروں ہی کے ہاتھ میں رہا تھا۔ اور اس نے ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔ صرف ایک سال پانچ ماہ حکومت کی۔ پھر اسکے بعد:۔

سلطان ابو سعید عثمان

اسکا بھائی تخت پر بیٹھا۔ یہ بھی وزیروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کے طور پر کام و تمارہا اور امور حکومت سے کچھ خبر نہیں رکھتا تھا۔ ابتدائے حکومت ہی میں اس سے اور افریقہ کے حفصی

بادشاہوں سے جنگ ہو پڑی اور قریب تھا کہ اسکو شکست ہو لیکن اس نے بروقت صلح کی سلسلہ جنبانی کرکے اُن سے دوستی اور موافقت کرلی - اور اسی کے زمانہ میں ۸۱۸ھ میں اہل پرتگال نے مقام سبتہ پر تسلط کرلیا - اُسوقت پرتگال کا تاجدار ”جان اوّل“ تھا - اہل پرتگال دوسو سال سے زائد اس مقام پر قابض رہے - اور آخر میں اہل اسپین نے دیگر پرتگیز مقبوضات کے ضمن میں اس مقام کو بھی اُن سے چھین لیا - ابی سعید کے زمانہ میں پرتگال کی حکومت نہایت ذوروں پر تھی اور اُن کے بحری کارنامے نہایت شاندار تھے - پرتگالی جہازات افریقہ کے اکثر سواحل تک مال تجارت لاتے اور تمام دنیا میں جایا کرتے - سلطان ابوسعید نے جبل طارق کے باشندوں کی درخواست پر اُسکو بنی الاحمر کے قبضہ سے بدر کر لینے کا ارادہ کیا اور اُس پر حملہ بھی کیا لیکن ناکامی کے ساتھ واپس آیا اور دوسری خرابی یہ ہوئی کہ ابن الاحمر کو اس سے کد ہوگئی اور اُس نے اسکے بھائی عبداللہ کو فوج و خزانہ دیکر آبائی ملک پر تسلط کر لینے کے لئے مغرب میں بھیجدیا - عبداللہ کا سر اُٹھانا تھا کہ بہت سے مغربی قبائل جو ابی سعید کی گورنمنٹ سے تنگ تھے اُس کے شریک ہوگئے - اور ابی سعید کو اُسکے مقابلہ میں شکست نصیب ہوئی - ابوسعید تھوڑی سی ہزیمت خوردہ سپاہ کے ساتھ بھاگ کر شہر فاس میں آیا تو اہل شہر نے اُسے گرفتار کرکے عبداللہ کو سپرد کردیا اور اُس نے اسکو قید میں ڈالدیا جہاں باقی ایّام حیات پورے کرکے ۸۲۳ھ میں دنیا سے گزر گیا ؛

سلطان عبداللہ

تخت مغرب پر قابض ہوکر مزے سے حکومت کرنے لگا - اہل مغرب اس سے صرف اتنی بات پر ناراض تھے کہ اس کے عہد میں پرتگال والوں کو مقام سبتہ سے نکالنے کی سعی نہیں کیجاتی اسی لئے انہوں نے سازش کرکے ۸۲۴ھ میں اسے قتل کرڈالا ؛

سلطان عبداللہ قتل کردیا گیا تو اُس کے بعد اُسی کے دو بھائیوں میں ملک و سلطنت کے واسطے خوب جوتا چلنے لگا اور جب حکمران خاندان میں خانہ جنگی کا زور تھا تو باغیوں کو چپ رہنے کا کیا موقع تھا لہذا وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور تمام ممالکت مغرب میں ہنگاموں

کی وہ گرم بازاری ہوئی کہ توبہ بھلی ہر شہر اور علاقہ کے حاکم نے خودمختاری کا اعلان کردیا اور طوائف الملوکی کا زور تھا - دولت بنی مرین کو یوں جاں بلب دیکھکر اصحاب حل وعقد نے سوچا کہ اس بربادی بخش حالت سے نجات پانے کی تدبیر کوئی ہے تو یہ کہ بنی مرین ہی کے خاندان سے کوئی تاجدار تخت نشین کیا جائے اور فتنہ وفساد کو روک کر ملک میں امن وامان قائم کرنے کی سعی کی جائے چنانچہ سنہ ۸۲۳ھ میں عبدالحق بن ابی سعید کو فرمانروائی کیلئے انتخاب کیا - اس سلطان نے عرصہ دراز تک حکومت کی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بنی مرین کا کوئی حکمران اتنے زمانہ تک عنان حکمرانی پر قابض نہیں رہا تھا جتنے دنوں اسنے فرمانروائی کی لیکن اسی کیساتھ اسکو ایک دن بھی آرام سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا - اور کیونکر ہوتا؟ ملک میں خانہ جنگی اور بغاوتوں کا زور تھا - بیرونی دشمن کے حملے الگ بلائے جان ہو رہے تھے - غرضکہ ایسی ہی آفتوں میں اسکا سارا زمانہ کٹا ؛

عبدالحق بن ابی سعید

کی ماں اسپین کی عورت تھی اس کے عہد میں بنی مرین کی رہی سہی سطوت بھی خاک میں ملگئی - سلطنت کے کاروبار وزیروں اور حاجبوں کے ہاتھوں میں تھے اور بادشاہ کو شاہ شطرنج سے بڑھکر کوئی وقعت حاصل نہ تھی - اس کی حکمرانی شروع ہونے سے قبل یعنی سنہ ۸۴۱ھ میں پرتگال والوں نے طنجہ پر قابو کرنے کی نیت سے حملہ کیا تھا - مگر مراکش اور فاس کے دونوں بادشاہوں نے ملکر پرتگال والوں پر شبخون مارا اور انکی جمعیت پراگندہ کردی - چونکہ انہوں نے پرتگیز فوج کے سپہ سالار فرڈینڈ اور بہت سے دیگر معزز سرداروں کو گرفتار کرلیا تھا - اسواسطے پرتگیز نے صلح کی درخواست پیش کی اور سلطان نے اُن سے مقام سبتہ کی واپسی کی شرط منوانی چاہی - پرتگال والے اس شرط پر راضی ہوگئے تھے - مگر اتفاق سے فرڈینینڈ شہر فاس کے زندانخانہ ہی میں فوت ہوگیا اور یہ صلح ناتمام رہگئی اس لئے سبتہ پرتگیزوں ہی کے قبضہ میں رہتا چلا آیا ؛

جیسا کہ کمزوری سلطنت کے زمانہ میں وزیروں اور حاجبوں کا زور بڑھجاتا ہے اور

وہ سلاطین کو برائے نام سلطان بنا ڈالتے ہیں۔ اسی طرح بنی مرین کی حکومت کے آخری عہد میں بھی یہ آفت ظاہر ہوگئی تھی۔ مگر سلطان عبدالحق کی عالی ہمتی اس بات کو گوارا نہ کرسکی اور اُس نے اپنے نالائق اور خودسر وزیروں اور حاجبوں کو قتل کرڈالا۔ اور صرف اُن کے قتل کرنے ہی پر کفائت نہیں کی۔ بلکہ بنی وطاس کا گھرانا ہی بالکل غارت کردیا جس کے افراد وزارت کے منصب پر مدت سے ممتاز چلے آتے تھے اور ملک کو اُن موذی لوگوں کی شرارت سے نجات دلادی۔ لیکن سلطان عبدالحق کو اس کارروائی کے بعد بھی عرصہ تک آرام کے ساتھ حکومت کرنیکا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ اُس نے یہودیوں کو اپنا بہت مقرب بنا رکھا تھا اور یہ بات اُس کے ارکان دولت کو ناپسند تھی چنانچہ سلطان سے ناراض ہوکر در پردہ اُس کے خلاف سازش شروع کردی اور بہت سے عوام و خواص کو اپنا ہمخیال بنالیا پھر ایک موقع پر جبکہ سلطان شہر فاس سے باہر گیا ہوا تھا۔ اُن سازش کرنے والوں نے اُس کی معزولی کا شہر میں اعلان کردیا۔ اور اُس کی جگہ شریف ابی عبداللہ الحفید سے بیعت کرلی جو کہ شہر فاس کا نقیب الاشراف تھا اس کے بعد یہودیوں کو قتل کرنا شروع کیا اور ہزارہا بیگناہ جانیں ضائع کردیں۔ سلطان عبدالحق اس وحشت ناک خبر کو سنکر بہت جلد شہر کی طرف واپس آیا لیکن اقبال اُس سے منہ پھیر چکا تھا۔ اسواسطے فوج کے لوگوں نے جو اُس کے ہمرکاب تھے اسکا ساتھ چھوڑ دیا اور اُسے گرفتار کرکے مفسدوں کے حوالہ کردیا۔ اور مفسدوں نے سلطان کی بہت کچھ اہانت کرکے ۸۶۹ھ میں اُس کی گردن ماری۔ اور اسی سلطان پر حکومت بنی مرین کا خاتمہ ہوگیا۔

ملک مغرب میں اس سلطنت کا قیام دوسو ننانوے (۲۹۹) سال تک رہا اور اُنکا پہلا بادشاہ عبدالحق تھا تو آخری فرمانبردار بھی اسی نام کا ہوا۔

شریف عبداللہ الحفید ادریسی

امام ادریس بانی سلطنت ادریسی کی نسل سے تھا۔ بنی مرین شرفائے بنی ادریس کی بہت عزت و حرمت کیا کرتے تھے اور وہ اپنے دل میں برابر یہی خیال رکھتے تھے کہ امامت و

خلافت اسی گھرانے کا حق ہے جس پر ہم تغلب کرکے قابض ہوگئے ہیں اور انکو ہر طرح باآرام و راحت رکھتے تھے۔ شریف مذکور ۸۷۵ھ تک برابر حکمران رہا اور اسکا فرزند وزیر مملکت تھا۔ مگر سنہ متذکرہ صدر میں ابوالحجاج یوسف وطاسی نے اسکو تخت سے اُتار کر خود اپنی فرمانروائی کا دور آغاز کردیا۔ اور اس طرح بنی مرین کے بعد مغرب اقصیٰ میں بنی وطاس کی سلطنت کا دور چلا۔

بنی مرین کے آخری عہد میں سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر پرتگال والوں نے مغرب کے وہ بیشتر بحری مقامات اپنے قبضہ میں کرلئے تھے جو فتح اسلامی کے آغاز سے نویں صدی ہجری تک اہل فرنگ کی دستبرد سے بالکل محفوظ رہتے چلے آتے تھے۔ مگر جبکہ مغرب اقصیٰ میں بنی مرین۔ مغرب وسط میں بنی زیان۔ افریقہ میں بنی حفص اور اندلس میں بنی الاحمر نے باہم ٹکریں لینا شروع کیں اور باہمی زد و خورد میں مسلمانوں کی قوت زائل ہوگئی تو اہل فرنگ جو اب تک مسلمانوں کے ہاتھوں سے پٹتے چلے آتے تھے اُنپر بقصد انتقام اُلٹ پڑے اور پرتگال اور اسپین والوں نے خصوصاً زیادہ قوت پکڑ کے بحری طاقت کو بڑھایا اور بحر محیط کے اکثر جزیروں پر قابض ہوگئے۔ اُنھوں نے سوڈان کے بھی بعض سواحل کا پتہ لگایا اور حسب ذیل سنین میں مغرب اور اندلس کے سواحل پر غالب آتے رہے۔

سبتہ پر ۸۱۸ھ میں چھ سال کے محاصرہ کے بعد۔ قصر مجاز یا قصر مصمودہ پر ۸۶۲ھ میں طنجہ پر ۸۶۹ھ میں۔ اصیلا پر ۸۷۶ھ میں۔ اور اسی سال میں شہر آنفی اور بلاد سوس کے بعض علاقے بھی اہل فرنگ کے قبضہ میں چلے گئے۔ غرضکہ اسوقت مغرب اقصیٰ کے بحری مقامات میں سے بہت کم بنادر ایسے تھے جن پر مسلمانوں کا قابو تھا۔ ورنہ اکثر سب بندرگاہیں اہل فرنگ کے ہاتھوں میں چلی گئیں۔

(١١)
گیارھویں فصل
بنی وطاس کی حکومت

(٨٧٦ ——————— ٩٦١ھ)

انکا نسب اور آغاز

بنی وطاس بنی مرین ہی کی قوم کا ایک فرقہ تھا۔ مگر وہ عبدالحق بانی سلطنت بنو مرین کی نسل سے نہ تھے۔ بنو مرین نے ملک مغرب پر قابض ہو کر اس کے صوبوں اور ولائیتوں کو باہم بانٹ لیا تو بلاد ریف وسواحل، بنی وطاس کے حصے میں آئے۔ یہی اس علاقہ میں سکونت پذیر رہے اور وہاں کی رعایا اور مالی آمدنی پر حکومت اور تصرف کرتے تھے۔ اس خاندان کا ایک کنبہ جو بنی وزیر کے نام سے موسوم تھا۔ ہمیشہ بنی عبدالحق پر خروج کرنے اور ان سے سلطنت چھین کر خود حکمران بننے کا خواہاں رہا اور اس نے ہر مرتبہ بغاوت برپا کرنے کا موقع پاتے ہی اس کوشش میں تامل نہیں کیا لیکن آخر کار وہ بنی مرین کی اطاعت میں آگئے اور اس شرط پر خادم بننا گوارا کر لیا کہ سلطنت کے بڑے بڑے عہدے انہی کے گھرانے والوں کو ملا کریں۔ چنانچہ پے در پے بہت سے وزیر اور صوبجات کے عامل اسی کنبہ کے لوگ مقرر ہوتے رہے اور انہوں نے نمایاں خدمتیں انجام دیکر ملک میں رسوخ اور اقتدار پیدا کر لیا۔ بنی وزیر کا خیال تھا کہ وہ بنی مرین کے نسب میں دخیل ہیں ورنہ دراصل وہ یوسف بن تاشفین لمتونی کے نسل میں ہیں جو بادیہ نشین قبائل کے گروہ میں جا ملے تھے اور پھر بنی مرین کے علاقہ میں جا کر رہنے لگے اور اسی وجہ سے وہ ہمیشہ ریاست اور حکومت کے خواب دیکھتے رہتے تھے۔

ابو عبداللہ محمد الشیخ

بنی وطاس کی حکومت کا بانی۔ اور اس سلطنت کا سب سے پہلا فرمانروا [illegible]

یعنی شریف حفید کو مغلوب بنا کر مغرب کا بادشاہ بنا۔ اِس سے پہلے وہ شہر اصیلا پر حاکم تھا۔ مگر جس وقت اُس نے یہ دیکھا کہ اہل فرنگ نے ملکت مغرب پر قابو کرنے کیلئے ہر طرف سے یورش کر رکھی ہے تو اُس کی بھی آگ طمع بھڑکی اور اُس نے فوجیں جمع کر کے شہر فاس پر حملہ کر دیا۔ چند ماہ کے محاصرہ کے بعد اُس نے شہر فاس کو فتح کر لیا اور بزور شمشیر اُس میں داخل ہو کر اپنے لئے بیعت حکومت لیلی تو اُن باغی قبائل کی سرکوبی پر آمادہ ہوا جنہوں نے ملک میں آفت برپا کر رکھی تھی چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام مغربی قبائل اُس کے مطیع ہو گئے۔ اور اسی سلطان کے زمانہ میں اہل اسپین نے اندلس کی رہی سہی اسلامی حکومت کا خاتمہ کر کے شہر غرناطہ پائے تخت بنی الاحمر پر تسلط کر لیا اور وہاں کے تمام مسلمان باشندوں کو سرزمین اندلس سے نکال دیا جو افتاں و خیزاں مرتے جیتے کچھ مغرب میں آ رہے اور کسی قدر مصر اور شام وغیرہ ممالک میں چلے گئے۔ غرناطہ کی تباہی سنہ ۸۹۸ھ میں واقع ہوئی تھی اور وہاں کا سلطان ابو عبداللہ بن احمر سلطان محمد الشیخ کے پاس چلا آیا تھا جسکو شہر فاس میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھا گیا اور اُس نے باقی زندگی کے دن یہیں بسر کر کے سنہ ۹۴۰ھ میں وفات پائی۔

سنہ ۹۰۰ھ میں اسی سلطان محمد الشیخ کے عہد میں پرتگال والوں نے ازمور اور تیط کی بائیں بریجہ کے ساحل پر قبضہ کر کے وہاں ایک نیا اور مستحکم شہر تعمیر کر لیا۔ بنو وطاس اندلوں سبتہ وغیرہ مقامات کے پرتگالی سپاہ سے جنگ کرنے میں ایسے مشغول تھے کہ نئے حملہ آوروں کی مدافعت اُن سے ممکن نہ ہوئی اور اسکے بعد پرتگال والوں نے ملکت سوس کے سواحل پر بھی قبضہ کر لیا اور وہ شہر آگادیر پر قابو کر بیٹھے۔ سلطان محمد الشیخ نے سنہ ۹۱۰ھ میں وفات پائی اور اُس کے بعد

سلطان محمد ملقب بہ پرتگالی

اُس کے فرزند کو تخت پر متمکن کیا گیا۔ اِس بادشاہ کے زمانہ میں پرتگال کے حملہ آوروں کا زور بڑھتا گیا اور اِس نے پے در پے اُنکے حملے روکنے میں ہمہ تن مصروف ہونے کے باعث انصرام امور سلطنت کی طرف کچھ بھی توجہ کرنیکا موقع نہ پایا اسلئے ملک میں بہت سی اندرونی خرابیاں پیدا ہو گئیں اور سنہ ۹۱۵ھ میں اشراف سعدیین کی حکومت ظاہر ہونیکا بڑا

سبب وہی خرابیاں ہوئیں جیسا کہ آگے چلکر بیان ہوگا۔ اِس تاجدار کے باپ کے عہد میں پرتگال والوں نے بندرگاہ اصیلا کو فتح کر لیا تھا۔ اور پھر اُن سے مقابلہ کرنیکا موقع نہیں ملسکا۔ چنانچہ اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے اصیلا کو واپس لینے کا عزم کیا اور ۹۱۴ھ میں اُسپر حملہ آور ہُوا۔ یہ شہر میں داخل ہوگیا تھا اور دو روز تک اہل پرتگال سے شہر کی گلیوں میں زور شور کے ساتھ لڑتا بھی رہا لیکن پرتگالیوں کی تازہ کمک آگئی اور اسوجہ سے مسلمانوں کو پسپا ہوتے ہی بن پڑا تاہم مسلمان شہر کو اسقدر تباہ کر گئے تھے کہ اُسکا ایک مکان بھی سلامت نہیں چھوڑا تھا اور پرتگال والوں کو از سرِ نو شہر تعمیر کرنا پڑا۔ پرتگال والے اِس شہر پر اب بھی قابض رہے اور پھر کچھ زمانہ بعد مسلمانوں نے اسکو اُن سے واپس لیا۔

اسی سلطان کے عہد میں اشراف سعدئین کا زور شور مملکت سُوس کے اطراف میں بڑھ گیا اور انہوں نے اُس علاقہ سے پرتگال والوں کو مار کر نکالدیا۔ سعدئین کا سلطان ابوالعباس اعرج روز بروز اپنا اقتدار بڑھا تا گیا۔ یہانتک کہ سنہ ۹۳۰ھ میں شہر مراکش بھی اُسکا مطیع ہوگیا اور وہ اسی شہر میں قیام پذیر ہوا۔

سلطان محمد وطاسی ۹۳۱ھ میں فوت ہوگیا اور اُس کے بعد اُسکا بھائی سلطان ابوحسون اورنگ نشین حکومت ہوا۔ مگر اسی سال میں اُس کے ایک عزیز نے اُسے تخت سے اُتار دیا۔

سلطان ابوالعباس احمد

یہ بادشاہ ۹۳۲ھ میں ابوحسون کے بعد تخت پر بیٹھا۔ شروع شروع میں اسکا اور سلطان ابوالعباس سعدی فرمانروائے مراکش سے ایک معرکہ ہوا مگر صلح پر خاتمہ ہوگیا اور ۹۴۳ھ میں ملک کی تقسیم ہوکر خونریزی موقوف ہوئی۔ گو اُسوقت بات رفع دفع ہوچکی تھی تاہم "دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند" بھلا یہ کب ہوسکتا تھا کہ من چلے فاتح اور سلطنت کے حریص فرمانروا نچلے بیٹھتے۔ کچھ ہی دنوں بعد پھر دونوں فریق معرکہ آرا ہوگئے اور متعدد میدانوں کے بعد وطاسی تاجدار نے ہزیمت اُٹھائی اور سعدی فرمانروا غالب آیا۔ یہ فتح ۹۴۳ھ میں ہوئی تھی۔ ہزیمت خوردہ وطاسی فرمانروا انتقام کشی کے خیال میں غلطان و پیچان تھا۔ اُس نے

مغربی بندرگاہوں پر قابض شدہ پرتگالیوں سے تین سال کی مہلت جنگ کا معاہدہ کیا اور وہ مکمل ہوگیا تو دوبارہ کافی جمعیت کے ساتھ بنی سعد کا مقابلہ کیا۔ اس مرتبہ بھی سنہ ۹۵۲ھ میں وطاسی تاجدار کو ہزیمت ہی ملی اور اسکا لیا ہوا تھا کہ سعدی تاجدار نے مقام مکناسہ کو لیتے ہی سنہ ۹۵۵ھ میں شہر فاس کو بھی جا گھیرا اور ایک سال کا سخت محاصرہ رکھکر سنہ ۹۵۶ھ میں اسے بھی فتح کرلیا اور سلطان ابوالعباس وطاسی کو مع اس کے تمام کنبہ اور قوم والوں کے گرفتار کرلیا اور انہیں قید کرکے مراکش میں ارسال کردیا۔ چنانچہ ابی العباس وہیں مراکش کے زندان میں سنہ ۹۶ھ میں فوت ہوا اور سلطان شیخ سعدی مستقل طور پر ملک مغرب کا فرمانروا ہوگیا۔

ابوحسون وطاسی

فتح فاس کے وقت وہاں سے بھاگ کر الجزائر کے ملک میں چلا گیا تھا اور اس نے وہاں کے عثمانی ترک حاکموں سے کمک مانگی جو کہ وہاں بنی زیان سے ملک چھینکر قابض ہوگئے تھے اور خیرالدین پاشا باربروسہ کے متعلقین میں سے تھے۔ ابوحسون نے ترکوں سے بہت کچھ انعام واکرام دینے کا وعدہ کرکے انہیں اپنا مددگار بنالیا اور آخر ایک معقول تعداد ترکی فوج کی ساتھ لیکر سعدی فرمانروا سے جنگ آزمائی شروع کردی۔ ابوحسون وطاسی ۹۶۱ھ میں بہت سی معرکہ آرائیوں کے بعد شہر فاس میں داخل ہوگیا اور لوگ اس کے دوبارہ آجانے سے خوش ہوکر اس کی بیعت میں داخل ہوگئے۔ ترکوں نے ابوحسون کو اس کے آبائی تخت پر بٹھاکر اپنا انعام وغیرہ لیا اور چلتے بنے۔ صرف تھوڑے سے سپاہی ابوحسون کی خدمت میں رہ گئے۔

سلطان محمد الشیخ سعدی۔ فاس سے بھاگ کر مراکش میں پہنچا تو اس نے اپنی قوت کو پھر درست کرکے ابی حسون کا مقابلہ کرنے پر کمر باندھی اور دونوں حریفوں میں عرصہ تک جنگ وپیکار ہوتی رہی۔ انجام کار سنہ ۹۶۱ھ ہی کے خاتمہ پر ابی حسون نے کامل شکست پائی اور وہ گرفتار ہوکر مارا گیا۔ چنانچہ شہر فاس پر پھر سعدی فرمانرواؤں نے تسلط کیا۔ اور ابی حسون کی موت کے ساتھ ہی سلطنت بنی وطاس کا یا یوں کہو کہ بنی مرین کی دوسری

حکومت کا بھی چراغ گل ہو گیا۔

اہل پرتگال نے اپنی حکومت کے زمانہ عروج میں جن بحری تحقیقاتوں کا سامان کیا تھا وہ اُن کے لئے بہت مفید ثابت ہوئیں اور دنیا میں اُنکا نام خوب چمکا۔ دولت و شوکت کی ترقی کے ساتھ فتوحات کی ہوس اُن کے دلوں میں موجزن تھی اور وہ ملک مغرب کو فتح کرنے کے خواہاں تھے لیکن صرف اس خیال سے کہ اس طرف اُلجھ جانے سے اُنکے بحری اکتشافات اور ہندوستان میں نوآبادیاں قائم کرنیکا ارادہ مضمحل ہو جائیگا۔ وہ پوری طرح ملک مغرب کو فتح نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے افریقہ، الجزائر، اور مغرب، اور اندلس کے فرمانروا مسلمانوں میں باہمی جنگ و جدل برپا کر دی اور ایسی تدبیریں اختیار کیں جنکے سبب سے یہ مسلمان تاجدار خود ہی باہم لڑ بھڑ کر ایسے کمزور ہو گئے کہ بیرونی غنیم سے مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہے تو اُنہوں نے بہت سے مغرب کے بحری مقامات بخوبی فتح کر لئے اور وہاں اپنے قدم جما کر اپنا بحری راستہ ہندوستان تک صاف و خطروں سے محفوظ کر لیا۔

ممالک مذکورہ کی اسلامی حکومتوں کا ضعف و اختلال اسپین کے عیسائی فرمانروا کو اندلس کی باقی ماندہ اسلامی سلطنت بھی چھین لینے کا موقع دیگیا۔ اور اُس نے بنی الاحمر کی حکومت کا چراغ بجھا کر مسلمانوں کو سرزمین اندلس سے ایسا نکالا کہ وہاں ایک متنفس بھی اُنکا نام لیوا نہ رہنے دیا۔ اور فتح اندلس کے بعد فرمانروائے اسپین نے مغرب اوسط کے بندرگاہوں پر بھی دست درازی آغاز کی اور سنہ ۹۱۵ھ میں بجایہ پر اور سنہ ۹۱۴ھ میں وہران پر تسلط کر لیا۔ اور بنو زیان اُنکا مقابلہ کرنے سے عاجز رہے۔ اہل فرنگ شہر الجزائر کو بھی تاک چکے تھے اور قریب تھا کہ اُسکو بھی لے لیں۔ لیکن مشہور مسلمان بحری سپہ سالار خیر الدین پاشا باربروسا اور اُس کے بھائی عروج پاشا نے فرنگ والوں کا دم ناک میں کر دیا اور اُنکو سرزمین مغرب اوسط یا ممالک الجزائر کے اطراف سے بالکل نکال باہر کر دیا اور ان لڑائیوں کے مفصل حالات الجزائر اور دولت عثمانیہ کی تاریخوں میں بیان ہوئے ہیں۔

بارھویں فصل

اشراف بنی سعد کی حکومت

۹۱۵ ——————— ۱۰۶۹ھ

نسب اور ابتدا

بنی سعد کا دعوٰی تھا کہ اُنکے بزرگ سرزمین حجاز کے مقام ینبع النخل کے رہنے والے اور امام محمد نفس زکیہ کی اولاد میں تھے جو کہ امام حسن سبط بن علی رضہ کے فرزند اور دعویدار امامت ہوئے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ اُن کے سرزمین مغرب میں آنیکا سبب یہ ہوا کہ اقصائے مغرب کے شہر درعہ کے رہنے والوں کی فصلیں اکثر ماری جاتی تھی اور آفات ارضی وسماوی کی زد میں وہ اپنے باغات کے پھلوں سے محروم رہجاتے تھے۔ کسی نے اُن لوگوں کو صلاح دی کہ جس طرح سلجماسہ کے لوگ ایک بزرگ نسب سید اور شریف کو اپنے یہاں لاکر خیر و برکت حاصل کر رہے ہیں۔ اگر تم بھی کسی شریف کو لے آؤ تو تمہاری فصلیں خوب بار ور ہوں اور یہ بلا تمہارے سروں پر سے ٹل جائے۔ چنانچہ اہل درعہ اشراف سعدئین کے مورث اعلٰے کو حجاز سے یہاں لے آئے یہ ایک مشہور روایت ہے اور اُنکو سعدئین کہلانے کی وجہ اُنکی برکت اور سعادت آبی ہے نہ کہ اور کچھ۔

القائم بامر اللہ ابو محمد

شرفائے سعدئین کا پہلا فرمانروا ہوا۔ اسکا نام عبداللہ تھا اور یہ شریف عبدالرحمان سعدی کا بیٹا تھا۔ اُسکی فرمانروائی کا آغاز ملک سوس میں اُسوقت ہوا جبکہ اس سرزمین پر اہل پرتگال نے حملہ کرکے یہاں کے ساحلی مقامات پر تسلط کرلیا تھا۔ عبداللہ ابو محمد اُنکو

ملک سوس سے نکالنے پر کمربستہ ہوگیا - اور چونکہ اُسوقت کوئی ایسا مسلمان بادشاہ سرزمین سوس میں نہ تھا جسکو مسلمان باشندے اپنا جائے پناہ مانتے - اس لئے ابو محمد کا ستارۂ بخت خوب چمک اُٹھا اور وہ مسلمانوں پر امیر و حاکم بنکر بیرونی غنیم سے معرکہ آرا ہوا - ۹۱۶ھ میں اسنے پرتگال والوں سے معرکہ آرائیاں کرکے ہر ایک میدان میں اُنپر غلبہ حاصل کیا اور اُنکو ملک سوس کے شہروں سے نکال باہر کیا - ابو محمد کی ان کامیابیوں نے اُس کی شوکت قوی کردی اور وہ ہردلعزیز بادشاہ بنگیا - ابو محمد نے ۹۲۳ھ میں وفات پائی - وہ نہایت نیک نفس پرہیزگار - اور مستجاب الدعوات شخص تھا - وہ حج بھی کر آیا تھا اور جسوقت اُس نے اپنی دعوت پھیلانا شروع کیا تھا اُسوقت ہر ایک مجمع اور محفل میں کھُلے لفظوں میں کہا کرتا تھا کہ وہ ضرور ملک و سلطنت حاصل کریگا - کیونکہ اُس نے ایک ایسا ہی خواب دیکھا ہے ؎

ابو العباس احمد :-

ابو محمد کا بیٹا ملقب بہ اعرج - باپ کے بعد مسند نشین حکومت ہوا اور لوگوں نے ولی میلان کے ساتھ اُس کی بیعت قبول کرلی تو اُس نے فوجوں کی فراہمی اور بیرونی دشمن پر چھاپے مارنے میں کمال مستعدی سے کام لیا اور پرتگال کے حملہ آوروں کو ملک سوس کے سواحل سے مار کر نکال دیا - متواتر فتوحات اور غنیم کو نیچا دکھانے کیوجہ سے ابو العباس اعرج کی شہرت میں ترقی ہوئی اور ملک سوس کے تمام علاقہ جات اُس کی اطاعت میں داخل ہوگئے - اس کے بعد مراکش کے اُمرا نے بھی اُس سے قبول اطاعت کے بارہ میں خط و کتابت کی اور اعرج نے ۹۳۰ھ میں بڑی شان و شکوہ کے ساتھ مراکش میں داخلہ کیا - اور یہ خبر سُنکر شہر فاس کا وطاسی فرمانروا ابی عبداللہ اس کے مقابلہ کے لئے آیا - لیکن اُسکا جو حشر ہوا - وہ پہلے بیان ہوچکا ہے یعنی اُس نے ہزیمت اُٹھائی اور پھر اعرج نے خود اُسپر حملہ کرنے کی تیاری کردی ؎

ابو العباس اعرج کا ایک اور بھائی ابی عبداللہ محمد الشیخ نامی نہایت دانشمند اور کاردان شخص تھا - اعرج ہر ایک کام بغیر اسکا مشورہ لئے ہوئے نہیں کرتا تھا - دونوں

بھائیوں میں بہت کچھ اتفاق و یگانگت تھی اور مفسدہ پرداز لوگ اس بات کو دیکھکر جلا کرتے تھے آخر انہوں نے کچھ ایسی آگ لگائی کہ دونوں بھائیوں میں باہم نفاق ہوگیا - اور چونکہ محمد الشیخ لوگوں میں زیادہ ہر دلعزیز تھا اسواسطے اس نے جمعیت بہم پہنچا کر بھائی سے مقابلہ کیا - اور اسکو زیر بنا کر گرفتار کرلیا - محمد الشیخ بھائی اور اس کے بیٹوں کو قید کرکے سنہ ۹۴۶ھ میں وزیر سے امیر بن بیٹھا اور مستقل بادشاہ ہوگیا - اعرج کے زمانہ میں فرمانروائے فرانس نے بہت کچھ تحائف ارسال کرکے سنہ ۹۴۲ھ میں اس سے یہ خواہش کی کہ فرانسیسی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور اعرج نے یہ بات منظور کرلی چنانچہ مملکت مغرب میں فرانس کی تجارت اس معاہدہ سے خوب رائج ہو چلی ✽

ابو عبد اللہ الشیخ

نے مملکت سوس کی عنان حکومت مستقل طور پر قابو میں لیکر ان باقیماندہ اہل پرتگال کو بھی سرزمین مغرب سے نکال دیا جو ابتک بعض ساحلی مقاموں پر قابض تھے اور سنہ ۹۴۸ھ میں اس نے غنیم کا بالکل قلع قمع کردیا - پھر اس نے شہر مراکش پر حملہ کیا کیونکہ وہاں کے لوگ اسکی بیعت میں داخل ہونے سے باز رہے تھے اور اس نے سنہ ۹۵۱ھ میں مراکش پر غالب آکر وہ تمام علاقہ اپنی قلمرو میں داخل بنالیا جو اس کے معزول بھائی اعرج کے زیر نگین تھا - مراکش کو فتح کرلینے کے بعد شیخ کے حوصلہ عالی میں ملک مغرب کے باقی شہروں کا فتح کرنا اور وطاسی تاجدار کی بیخ کنی کا ارادہ جاگزین ہوا اور اس نے یکے بعد دیگرے مغرب کے شہروں کو فتح کرنا شروع کردیا چنانچہ سنہ ۹۵۵ھ میں سخت جنگ و خونریزی کے بعد صوبہ مکناسہ اور اس کے بعد سنہ ۹۵۶ھ میں خاص دارالملک فاس کو بھی فتح کرلیا - اور تمام بنی وطاس کے شاہی گھرانے کے لوگوں کو قید کرکے مراکش کے زندان میں اسیر کردیا - صرف ایک وطاسی شہزادہ ابو حسن بھاگ کر الجزائر میں چلا گیا اور اس نے عثمانی ترکوں کی جو اس مملکت پر حال ہی میں مسلط ہو گئے تھے اور بنی زیان کی حکومت کا خاتمہ کرکے فرمانروا بنے تھے مدد چاہی - اس طرح شیخ کی [illegible] پیدا ہوگئی - اور اس نے فاس پر تسلط [illegible]

کے بعد شہر تلمسان پر حملہ کر دیا اور اسے ترکوں کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ تلمسان پر حسن پاشا ابن خیر الدین باربروسا نے قبضہ کر لیا تھا اور ۹۵۲ھ میں یہاں سے بنی زیان کی سلطنت کا عمل دخل اٹھا دیا تھا۔ ۹۵۶ھ میں محمد الشیخ نے تلمسان کو ترکوں سے چھین لیا۔ لیکن وہ زیادہ عرصہ اس علاقہ پر قابو نہ رکھ سکا۔ کیونکہ ترکوں نے دوبارہ اس پر حملہ کر کے یہ مقام واپس لے لیا اور چونکہ اس کی طرف سے انہیں ایک چوٹ لگ چکی تھی لہذا انہوں نے ابو حسون کی بھی امداد کی اور اس کے ساتھ ہو کر شہر فاس پر حملہ کیا۔ عثمانی ترکوں نے محمد الشیخ کو فاس سے نکال دیا اور وہاں ابو حسون کو تخت نشین کر کے اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ تو محمد الشیخ نے بار دیگر فاس پر حملہ کیا اور ابو حسون کو قتل کر کے بزور شمشیر یہ شہر فتح کر لیا۔ اور اس طرح ۹۶۱ھ میں تمام اقطار مغرب اس کے زیر نگین آ گئے۔

سلطان محمد الشیخ عثمانی ترکوں سے سخت خار کھاتا تھا کیونکہ ترکوں نے وسط مغرب پر تسلط کر کے بنی زیان کی سلطنت مٹا دی تھی اور محمد الشیخ خیال کرتا تھا کہ ترک ایک غیر قوم ہو کر اس ملک پر کیوں مسلط رہنے پائیں لہذا وہ الجزائر کی مملکت سے انکے نکال دینے کا خواہاں تھا اور سلطان سلیمان قانونی کے بارہ میں ناشائستہ الفاظ زبان پر لایا کرتا تھا۔ الجزائر کے ترک گورنر نے امام ابی عبد اللہ الخروبی کو سفیر بنا کر اس کے پاس پیام صلح بھی دیا۔ لیکن شیخ نے صلح منظور نہیں کی۔ بلکہ آمادہ جنگ رہا۔ آخر ترکوں کو بھی جوش آیا اور انہوں نے اس کی طرف سے دل میں بدی کا ارادہ ٹھان لیا چنانچہ ترکوں نے شیخ کو خاص اسی کے دار الملک میں قتل کرا دیا اور اسکا قصہ نہایت طویل ہے۔ سلطان عبد اللہ الشیخ اس طرح ۹۶۴ھ میں مارا گیا۔ یہ سلطان بڑا مدبر، روشن دماغ، اور صاحب ارادہ شخص تھا وہ کہا کرتا تھا کہ بادشاہوں کو طول امل رکھنا ہی زیبا ہے اگرچہ اوروں کے لئے یہ بات نازیبا ہے اور جس وقت سلطان عبد اللہ الشیخ کے قتل کی خبر مراکش کے نائب کو ملی تو اس نے فوراً ہی معزول سلطان ابو العباس اور اس کے تمام بیٹوں کو اس خوف سے قتل کر دیا کہ یہ لوگ پھر دعویدار سلطنت بن جائیں اور شیخ کے بعد اسکا فرزند

ابو محمد عبد اللہ الغالب باللہ

سریر آرائے خلافت ہوا۔ جو اپنے باپ ہی کے زمانہ میں ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ یہ سلطان صرف اسی قدر سلطنت پر قانع رہا جو اس کے باپ نے اپنے زمانہ میں فتح کرلی تھی اور اپنا زیادہ وقت انتظام سلطنت میں صرف کرنے لگا۔ باپ کے مرنے کی خبر آتے ہی اس سے شہر فاس میں بیعت کرلیگئی اور ۹۶۵ھ میں یہ مستقل حکمران بنگیا ٭

اس کی سلطنت کے پہلے ہی سال میں حسن پاشا الجزائر کے ترک گورنر نے شہر تلمسان پر حملہ کیا۔ مگر وہ لپپا کر دیا گیا اور اس کے بعد ترکوں کے جنگی بیڑے حجر بادیس اور طنجہ کے بندرگاہوں میں اکثر آتے رہے اور جب غالب باللہ کو ترکوں کے خوف نے بہت ستایا تو اس نے حجر بادیس کا بحری شہر اہل اسپین کے حوالہ کر دیا تا کہ وہ اس کے صلہ میں ترکوں پر بحری حملے کرتے رہیں۔ اسی شریف کے عہد میں ۹۸۰ھ میں پرتگال والوں نے ایک زبردست جنگی بیڑہ کے ساتھ مغرب کے سواحل پر حملہ کرنا چاہا مگر جسوقت وہ مقام مقصود کے نزدیک آگئے اور حملہ شروع کرنے پر آمادہ ہوئے اسی وقت طوفان نے انکے بیڑہ کو آگھیرا اور تمام جہازات خشکی میں ریت پر چڑھکر شکست ہوگئے اور اس طرح اہل مغرب نے انکے تمام جنگی ذخائر لوٹ لئے۔ اور انکا سب مال واسباب چھین لیا۔ منجملہ اسی سامان کے ۱۵۰۰ توپیں بھی تھیں جنکو اہل مغرب نے پایا اور اپنے بحری قلعوں کو مسلح بناکر دشمن کے حملہ سے بچنے کا معقول سامان کرلیا ٭

شریف غالب باللہ نے ۹۸۱ھ میں دنیا سے رحلت کی۔ وہ نرم دل، مدبر، اور خوش فکر بادشاہ تھا۔ اگرچہ اس کی بعض حرکتیں مسلمانوں کے اطوار سے خلاف تھیں تاہم چونکہ بادشاہوں اور دولت مندوں کا درحقیقت کوئی مذہب نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے فوائد کا خیال مدنظر رکھتے ہیں اس لئے انپر چنداں گرفت کا موقع نہیں ٭

شریف ابو عبد اللہ المتوکل علی اللہ

غالب باللہ کے بعد ۹۸۱ھ میں حکمران ہوا۔ یہ اپنے باپ کا ولیعہد تھا اور ۹۸۳ھ کے خاتمہ تک بہت انتظام اور خوبی کے ساتھ حکومت کرتا رہا اور اس کے بعد

متوکل علی اللہ کے چچا۔ عبدالملک ابن الشیخ نے ترکوں کی ایک زبردست فوج کے ساتھ اسپر حملہ آور ہو کر اسکے ملک وحکومت کو پراگندہ کر ڈالا۔ عبدالملک کے حملہ آور ہونیکا سبب یہ تھا کہ متوکل علی اللہ نے تخت پر متمکن ہوتے ہی اپنے چچا لوگوں کی نسبت بد ارادہ دل میں کر لیا تھا بلکہ وہ اپنے باپ ہی کے وقت سے انکی فکر میں تھا۔ اُن کے دو چچا عبدالملک اور احمد نامی تھے جنکا قیام سجلماسہ میں رہتا تھا۔ متوکل کے تخت پر بیٹھتے ہی یہ دونوں شریف سجلماسہ سے بخوف جان بھاگ کر تلمسان پہنچے اور وہاں کے گورنر حسن پاشا باربروس کے زیر حمایت جا رہے۔ پھر وہ بحری راستہ سے سفر کر کے قسطنطنیہ چلے گئے اور سلطان سلیم دوم ابن سلطان سلیمان خان قانونی سے اپنے استحقاق سلطنت کو بیان کر کے چارہ جو ہوئے کہ ملک مغرب کی حکومت انکو دلائی جائے۔ شریف احمد اور شریف عبدالملک نے سلطان سلیم خان دوم سے وعدہ کیا کہ وہ حصول سلطنت کے بعد عثمانی سلطان کے ماتحت رہینگے۔ اور اتفاق سے اسی وقت شریف متوکل علی اللہ کے قاصد بھی تحائف لیکر سلطان سلیم دوم کے پاس آ گئے مگر ہنوز انکا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ سلطان سلیم فوت ہو گیا اور سلطان مراد سوم تخت آل عثمان پر جلوس فرما ہوا۔ سلطان مراد سوم کو شریف عبدالملک کی حالت پر رحم آ گیا اور اُس نے خیال کیا کہ زیادہ حق اسی شریف کا ہے پھر عبدالملک نے سلطان مراد سوم سے اور بھی وعدے کئے تھے کہ وہ سلاطین آل عثمان کا دوست اور اُن کے زیر اثر رہیگا اس واسطے سلطان مراد سوم نے رمضان پاشا گورنر الجزائر کو لکھا کہ وہ شریف متوکل علی اللہ سے شریف عبدالملک کو ملک مغرب کا کوئی ایک صوبہ دلا دے تاکہ یہ بھی اپنی زندگی مزے میں گزار سکے۔ لیکن متوکل علی اللہ نے رمضان پاشا کی یہ وساطت گوارا نہیں کی اور سلطان مراد سوم کے کہنے کا بالکل خیال نہیں کیا۔ پھر تو رمضان پاشا غضبناک ہوا اور ۹۸۳ھ میں اُس نے شریف عبدالملک کو پانچ ہزار جنگجو ترکوں کی سپاہ دیکر مغرب کی طرف روانہ کر دیا۔ شریف عبدالملک کے مددگار اور طرفدار لوگوں کی جماعت بھی اُس کے ہمرکاب ہوئی اور یہ فوج شہر مراکش پر پیش قدمی کرتی ہوئی بڑھی۔ عبدالملک نے

شریف متوکل کے سرداروں اور ارکان دولت سے پیام سلام جاری کرکے انکو توڑنا شروع کردیا اور چچا بھتیجے میں مدت تک معرکہ کارزار گرم رہا پہلے متوکل بھاگا اور عبد الملک نے تخت پر قبضہ کرکے بلقب معتصم مراکش اور فاس وغیرہ پر فرمانروائی شروع کی - پھر دوسری مرتبہ متوکل نے اپنا ملک و تخت واپس لیا - اور یہ دونوں شہر اپنے قبضہ میں کر لیے اور سہ بارہ وہ یہاں سے پھر نکالا گیا - تو اس نے شاہ پرتگال سے اس شرط پر مدد مانگی کہ تمام سواحل مغرب اس کے حوالہ کردیگا - شاہ پرتگال فوراً ایک لاکھ پچیس ہزار سپاہ جنگی جہازوں میں لیکر اس کی مدد کیلئے چلا اور اگرچہ اس کے ارکان دولت نے اُسے منع کیا تھا کہ تمہاری اس امداد کا انجام برا نکلیگا لیکن اُس نے کچھ نہیں سنا - اور وہ ۱۵۷۸ء میں طنجہ سے مغرب کی سمت بڑھا (۹۸۶ھ) اور اہل مغرب نے اپنے تاجدار کے دشمنوں سے مدد لینے پر ناراض ہوکر اس کے ساتھ دینے سے پہلوتہی کی اسواسطے متوکل کو ہزیمت ملی ؛

غرضکہ متوکل علی اللہ اپنے ممد و معاون سبستان شاہ پرتگال کی فوج کے ساتھ خوب آمادہ اور تیار ہوکر طنجہ سے روانہ ہوا - اور شہر فاس کی طرف آرہا تھا کہ راستہ میں شریف عبد الملک کی فوج نے اُسکو ٹوکا اور میدان کارزار آراستہ ہوگیا - اتفاق سے جنگ شروع ہوتے ہی جس محاذ میں شریف عبد الملک سوار تھا اُسی میں اُسکا انتقال ہوگیا اور یہ بات بجز اُس کے بھائی شریف احمد اور چند خاص خاص درباری امیروں کے کسی کو معلوم نہوسکی - شریف احمد اور وزیران مملکت نے بھی لشکر کے منتشر ہوجانے کی خوف سے یہ راز نہ کھلنے دیا اور فوج کو بخوبی لڑاتے رہے - حاجب سلطانی اور سپہ سالاروں کو برابر احکام پہنچاتا اور ترتیب جنگ کی ہدایت کرتا جاتا تھا - یہانتک کہ خداوند کریم نے شریف عبد الملک کی فوج کو فتح کامل دی اور متوکل اور اُس کے مددگار فرنگی بادشاہ کی جمعیت پر ہزیمت طاری ہوئی - اہل مغرب نے اس جنگ میں اتنا مال غنیمت پایا جو اس سے پہلے کبھی انکو ہاتھ نہیں لگا تھا اور کارزار ختم ہونے کے بعد دیکھا گیا تو شاہ سبستیان اور متوکل علی اللہ دونوں مع اپنے حاشیہ کے لوگوں کے ایک نہر میں ڈوبے ہوئے ملے - جنکی لاشیں وہاں سے نکالکر لائی گئیں - متوکل بڑا زبردست عالم

اور فن مناظرہ میں کامل تھا مگر اُس میں خودرائی اور جبر و تشدد کی بری عادتیں غالب تھیں اس لئے رعایا اُس سے تنگ آچکی تھی۔ اور عبدالملک نے چار سال فرمانروائی کی تھی وہ ترکوں کا لباس پہنا کرتا اور اکثر باتوں میں اُنہی کی معاشرت کا پابند رہتا تھا؛

شریف ابوالعباس احمد المنصور باللہ

شریف عبدالملک کے بعد سنہ ۹۸۶ھ میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اور اُس نے اپنی فتح کا مژدہ قرب وجوار کے سلطان بادشاہوں کے پاس بھیجا۔ اور سلطان مراد سوم کو بھی ایک نیازنامہ ارسال کیا۔ سلطان مراد خان سوم اُسکو بجواب نیازنامہ کے مبارکباد کا پیام اور عمدہ تحفہ ارسال کیا جسمیں ایک مرصع تلوار نہایت بے نظیر تھی۔ اور بھی اکثر یورپ کے بادشاہوں نے اُسکو نادر تحائف بھیجے؛

منصور نے تخت حکومت پر بیٹھکر اپنے محسن اور مربی سلطان آل عثمان کو ایسا فراموش کردیا کہ گویا اُسے پہلے ترکوں سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔ سو اسطے تفرقہ اندازوں کو موقع ملا اور اُنہوں نے سلطان مراد خان سوم کو منصور پر ناراض بنادیا۔ اور سلطان نے اپنے امیرالبحر قپودان پاشا کو حکم دیا کہ وہ بلاد مغرب پر حملہ کرنیکا سامان کرے۔ مگر منصور کو انگریزی سفیر کی معرفت یہ خبر معلوم ہوگئی اور اُس نے بہت جلد تلافی مافات کرلی یعنی سفیروں کو بھیجکر سلطان سے عفو تقصیر کا خواہاں ہوا اور بات بن گئی۔ اُسکا تحفہ بھی سلطان نے قبول کرلیا اور پھر سلطان مراد سوم نے اپنے معتمدین کو بھی منصور کے پاس بھیجا اور اسکو سرزنش کی۔ منصور نے سلطان کے فرستادہ لوگوں کے ساتھ بڑی مدارات سے پیش آیا۔ اور اُن کو اعزاز کے ساتھ مہمان رکھکر خوش وخرم رخصت کیا۔ چنانچہ اس طرح سنہ ۹۸۹ھ میں دونوں طرف سے پوری صفائی ہوگئی؛

منصور کا قلمرو بہت وسیع ہوگیا۔ اُس نے وسط سوڈان کے ممالک کا تم بکتو اور کاغو وغیرہ پر بھی قبضہ کرلیا۔ اور نگرو کے بادشاہوں نے جیسے فرمانروائے برنو وغیرہ۔ اُس کے پاس تحائف ارسال کئے۔ منصور مغرب کے بادشاہوں میں سب سے

عالی قدر تاجدار ہوا تھا۔ اُس نے بہت اعلیٰ درجہ کی شاندار عمارتیں بنوائیں اور قصر بدیع جس کی تیاری پر کروڑوں روپیہ کی رقم صرف ہوئی ہوگی اُسی کی یادگار ہے۔

منصور نے سنہ ۱۰۱۲ھ میں وفات پائی۔ وہ اُسی وبا میں مبتلا ہو کر مرا تھا جو اُندلوں بلاد مغرب میں عام طور پر پھیلی ہوئی تھی۔

منصور نہایت بیدار مغز اور ہوشیار بادشاہ تھا اُس نے ایک خاص خط ایجاد کیا تھا جسمیں حروف کی جگہ اعداد لکھے جاتے تھے اور اپنے عمال اور حکام ممالک کو اسی خط میں تحریریں لکھا کرتا تھا اس لئے اگر کوئی تحریر دشمن کے ہاتھ لگ بھی جاتی تو وہ اُسکو پڑھ نہ سکتا۔ اور اُسنے اپنے عمال کو ایک ہدایت اس مخفی خط کے حل کرنے کی دے رکھی تھی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن علامتوں کو آج اہل یورپ شفرہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ انکی ایجاد نہیں بلکہ اہل عرب کی ایجاد ہیں کیونکہ یورپ کی ترقی سے صدیوں پہلے عرب والوں نے انہی علامات کو استعمال کیا ہے۔

شریف ابوالمعالی زیدان

سلطان شریف ابوالعباس احمد المنصور کا بیٹا اور ولیعہد تھا۔ باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ اور ارباب حل و عقد نے بھی اُسکو فرمانروا بنایا۔ مگر مراکش کے لوگوں نے جنمیں منصور کے خواص کا گروہ بھی شامل تھا منصور کے دوسرے بیٹے ابوفارس سے بیعت کی اور زیدان کی بیعت سے انکار کر دیا کیونکہ وہ ابوفارس کے اخلاق و عادات سے بخوبی واقف تھے اور زیدان کی طبیعت سے بے خبر تھے۔ زیدان کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے اپنے بھائی ابوفارس کے مقابلہ پر ایک لشکر گراں ارسال کیا اور اس فوج کا سپہ سالار اپنے ایک اور بھائی شیخ نامی کو بنایا۔ شریف شیخ زندان فاس میں قید تھا۔ زیدان نے اُس سے اطاعت اور اتحاد کے عہد و پیمان لیکر اُسکو رہائی دی اور فوج کا سردار بنا کر ابی فارس کے مقابلہ میں بھیجا۔ مگر اس کے بعد ملک کے لوگ زیدان سے منحرف ہو گئے اور اُس کے دونوں بھائیوں ابی فارس اور شیخ کے طرفدار ہو گئے اور تمام فوج اُنھی

دونوں شہزادوں سے جا ملی - زیدان یہ رنگ دیکھکر جان بچا کے بھاگا اور دارالملک فاس میں پناہ لیکر بیٹھا لیکن زمانہ موافق نہ تھا اس لیئے وہاں بھی اسکو پناہ نہ ملی اور شہر کے لوگ جنہوں نے دلی رضامندی سے اسکے ہاتھوں پر بیعت کی تھی وہ بھی اُس سے پھر بیٹھے اور یہ حالت مشاہدہ کر کے زیدان وہاں سے بھی فرار ہو کر تلمسان کو چلا گیا اور اُس نے بلاد مراکش اپنے دونوں بھائیوں ابی فارس اور شیخ کیلیئے ترک کر دیا۔ جو دونوں ایک ہی ماں کے بطن سے تھے اور اُن کی ماں منصور کی ایک لونڈی تھی۔ زیدان شہر فاس سے سنہ ۱۰۱۱ھ میں بھاگا تھا - اُس کے بعد سلطان شیخ نے فاس پر قبضہ کر لیا اور اُس نے ابی فارس کو ہزیمت دیکر مراکش پر بھی تسلط کیا۔ مراکش پر حملہ کرنے والی فوج کا سپہ سالار سلطان شیخ کا بیٹا عبداللہ تھا۔ اُس نے مراکش میں داخل ہو کر قتل عام مچا دیا اور اتنی بدچلنی پر کمر باندھی شریف زیدان کی بیعت نہ کرنے پر پشیمان ہوئے اور اُنہوں نے زیدان کو تلمسان سے بلوا کر اور پھر اُس کے ساتھ ہو کر عبداللہ بن الشیخ کو گھیر لیا۔ عبداللہ اور اُس کی ہمراہی فوج دیر تک لڑتی رہی اور ہزاروں جانیں گنوا کر آخر میں ہزیمت اُٹھائی - عبداللہ بحال تباہ معدودے چند سپاہیوں کے ساتھ مارا بھاگا شہر فاس میں پہنچا اور اُس کے باپ سلطان شیخ نے بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو غصہ سے پیچ و تاب کھا کر دوبارہ پھر اُس کو لشکر گراں دیکر مراکش کی طرف بھیج دیا۔ سنہ ۱۰۱۵ھ میں یہ دوسرا حملہ ہوا اور اسمیں شریف زیدان کو ہزیمت ہوئی - زیدان بھاگ کر پہاڑی علاقہ میں پناہ گزین ہوا اور عبداللہ بن الشیخ نے اس مرتبہ شہر مراکش پر وہ آفت نازل کی کہ توبہ بھلی - تمام شہر میں قتل عام اور لوٹ مار مچ گئی - اور شہر کے رہنے والوں میں سے بہت بڑا حصہ نکلکر پہاڑی علاقوں میں چلا گیا - پھر اہل مراکش نے باتفاق رائے شریف محمد بن عبدالمومن ابن سلطان محمد الشیخ مرحوم سے بیعت کی کیونکہ یہ شریف نہایت نیک صفات اور دیندار تھا اور اُس کے زیر نشان سنہ ۱۰۱۱ھ میں عبداللہ پر خروج کیا - عبداللہ اِن کے مقابلہ کے واسطے شہر سے نکلا اور طرفین میں زور شور کی لڑائی شروع ہوئی اور عبداللہ شکست کھا کر بُری حالت میں شہر فاس کی طرف بھاگ گیا - اور سلطان محمد بن عبدالمومن نے مراکش میں داخلہ کر کے عبداللہ بن شیخ کی باقیماندہ سپاہ کا جرم معاف کر دیا - اس بات پر مراکش والے اُس کے

مخالف ہوگئے اور اُنہوں نے شریف زیدان کو دوبارہ طلب کیا۔ اور زیدان نے آکر شہر مراکش کے باہر اپنا کمپ قائم کردیا۔ مراکش والوں نے محمد بن عبدالمومن کی مدد سے جان چھڑائی لہذا وہ ہزیمت پاکر بھاگا۔ اور زیدان کا داخلہ شہر مراکش میں ہوگیا۔ لیکن اس نے بھی عبداللہ بن شیخ کی سپاہ کی خطا معاف کردی۔

ہم پہلے یہ بیان کر آئے ہیں کہ ۸۹۷ھ میں اہل اسپین نے اندلس کی رہی سہی اسلامی حکومت کو غرناطہ کی فتح سے محو کردیا تھا اور مسلمانوں سے کچھ شرائط کے ساتھ اطاعت منظور کرنے پر صلح کرلی تھی لیکن فرڈی نینڈ شاہ اسپین اپنے معاہدہ پر قائم نہیں رہا اور اُس نے تسلط کرلینے کے بعد مسلمانوں کی ایک شرط بھی پوری نہیں کی بلکہ اُنکو ایسا ستایا کہ وہ جان سے تنگ آکر اسپین سے نکل جانے پر مجبور ہوئے۔ عام مسلمان تو عیسائیوں کے عادات و اخلاق کے پابند ہوکر اُنہی میں جذب ہوگئے اور خواص نے ہجرت پر کمر باندھی چنانچہ کچھ اُنہیں سے سرزمین مغرب میں آرہے۔ اور بہت سے مصر، الجزائر، تونس، تلمسان، شام اور ترکی میں چلے گئے۔ ۱۰۱۶ھ میں باقیماندہ مسلمانان اندلس نے بھی اپنے وطن کو خیرباد کہا اور وہ مارے مارے ہوئے ہزاروں کے قافلے بنا بنا کر ممالک اسلام کی طرف چلنے لگے۔

مغرب اور تونس کے ممالک میں اِن آوارہ دشت غریب مسلمانوں پر اُنہی کے ہم مذہب بھائیوں کے ہاتھوں ایک اور بلا نازل ہوئی جو پہلی آفت سے بھی سخت تر تھی یعنی ناخدا ترس بدوی عرب اور بربر قبائل نے اُنکا تمام مال و متاع لوٹ لیا اور اُن کو برہنہ کرکے اور نان شبینہ کا محتاج بناکے چھوڑ دیا۔ اِن ستم زدہ لوگوں میں سے اکثر تو ہلاک ہوگئے اور جو باقی بچے وہ تونس میں پہنچے جہاں کے ترک حاکم عثمان دائی نے اُن سے اچھا سلوک کیا اور اُنکو اراضیات دیکر آباد ہونے کی سہولت بہم پہونچائی۔ قریباً بیس ہزار تارک الوطن لوگوں کے اطراف تونس میں آباد ہوگئے اور اُن کی دستکاریوں سے اہل ملک اور مقامی حکومت نے بہت کچھ نفع اُٹھانا شروع کیا۔

شیخ بن المنصور فاس پر حکومت کررہا تھا۔ لیکن رعایا اُس کی سنگدلی سے عاجز

تھی۔ اُس نے سہ بارہ اپنے فرزند عبداللہ کو مراکش کی طرف بھیجا۔ اور وہ سنہ ۱۰۱۶ھ میں شریف زیدان سے ہزیمت اُٹھا کر بھاگا تو تمام اہل مغرب شریف زیدان ہی کی جانب مائل ہو گئے اور شیخ کو بخوف جان فاس سے بھاگ کر اپنے اہل خاندان اور خاص نوکروں چاکروں سمیت العرائش کی طرف بھاگ جانا پڑا۔ وہ العرائش سے سنہ ۱۰۱۸ھ براہ دریا فلپ سوم فرمانروائے اسپین سے کمک مانگنے گیا اور اُس کے پاس اپنے بیٹوں کو بطور رہن چھوڑ کر کچھ روپیہ لایا تاکہ نئی فوج تیار کرے۔

شیخ کے چلے جانے کے بعد زیدان نے شہر فاس پر تسلط کر لیا تھا مگر ہنوز وہ دم بھی نہ لینے پایا کہ مراکش میں بغاوت برپا ہونے کی خبر پا کر اُدھر چلا گیا۔ اُسکی غیر حاضری میں عبداللہ بن شیخ نے اپنے دوسرے چچا ابی فارس کے ساتھ مل کر فاس پر قبضہ کر لیا اور شریف زیدان کا وفادار وزیر مصطفیٰ پاشا میدان جنگ میں قتل ہو گیا۔ سنہ ۱۰۱۸ھ میں عبداللہ نے فاس کو سہ بارہ قابو میں کر کے اُس میں داخلہ کیا۔ مگر زیادہ دنوں تک یہاں ٹھیر نہ سکا کیونکہ شریف زیدان مراکش کو چھوڑ کر اس کے سر پر آپہنچا اور شہر فاس کا محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ اس فکر میں تھا کہ مقام العرائش پر حملہ کر کے اُسے اسپین والوں سے واپس لے کہ شریف زیدان اُس کے سر پر آگیا۔ اور تمام فوج عبداللہ سے ٹوٹ کر شریف زیدان کے ساتھ ہو گئی۔ عبداللہ یہ حال دیکھکر جان بچا کے بھاگا۔ اور پھر زیدان نے مراکش والوں کی بھی خوب خبر لی چنانچہ سنہ ۱۰۱۹ھ اُس نے اس شہر میں قتل عام مچا کر اپنا تسلط بخوبی جما لیا۔ زیدان نے دیکھا کہ فاس اور مراکش دونوں شہروں کا ایک ساتھ قابو میں رکھنا مشکل ہے تو اُس نے صرف مراکش ہی پر قناعت کی اور اُس کے باغی علاقوں کو زیر کر کے مطیع بنانے میں مصروف ہو گیا۔ اور عبداللہ بن شیخ نے پھر فاس پر تسلط کر لیا۔ زیدان اور اُس کی اولاد عرصہ تک مراکش میں حکمران رہی اور عبداللہ مر گیا تو فاس کی حکومت وہاں کے باغیوں کے قابو میں آگئی۔

سلطان شیخ شاہ اسپین سے کمک لیکر واپس آیا اور مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ اُس نے عیسائیوں سے بندرگاہ العرائش حوالہ کر دینے کی شرط پر کمک لی ہے تو سب

اُس سے منحرف ہو بیٹھے اور علماء جو سلطان شیخ کو مبارکباد دینے گئے تھے اُن سے بھی لوگوں میں ناراضی پھیل گئی۔ شیخ نے یہ حالت دیکھکر علماء سے فتوے مانگا کہ وہ دشمنوں کو ملک کا کچھ حصہ مجبوراً دینے پر آمادہ ہوا ہے۔ صورت سوال یہ تھی کہ جب اُس نے دارالحرب میں قدم رکھا تو کفار نے اُس سے بغیر کچھ ملک لئے ہوئے اُسکو واپس آنے سے منع کیا اور اب وہ اپنے بال بچوں کو رہن رکھکر جان بچاکر یہاں آیا ہے اور اگر شرط پوری نہیں کرتا تو دشمن کے ہاتھوں اُسکا تمام کنبہ قتل ہوگا۔ پس اب کیا کرنا چاہیے؟ آیا دشمن کو بے نیل مرام پھرا جائے اور بیگناہ مسلمان شہزادوں اور امیرزادوں کو قتل کرا دیا جائے۔ یا یہ کہ اُنکو زندہ بچاکر دشمن کو ایک حصہ ملک کا دیدیا جائے؟ چند علماء نے شیخ کے موافق فتوے دیا اور لکھا کہ شہزادوں کا جو کہ آلِ رسول ہیں قتل ہونا ہرگز مناسب نہیں اور بارگاہ العرائش کو اُنکے فدیہ میں دیدینا لازم ہے،، مگر عام طور پر عالموں نے جواب لکھنے سے انکار کر دیا۔ تاہم اُس نے اپنی شرطیں پوری کردیں اور پھر مفسدوں کا گروہ اکٹھا کرکے ملک میں قتل و خونریزی کرنے لگا۔ لوگ اُس کی حرکتوں سے سخت پریشان تھے اور اُس کے خلاف مذہب افعال اُور بھی عام ناراضی کو بڑھاتے جاتے تھے چنانچہ اِنہی وجوہ سے سنہ ۱۰۲۲ھ میں لوگوں نے اُسکو قتل کردیا۔

شریف زیدان کو اپنی حکومت کے آغاز سے تا دم مرگ ایکدن بھی چین نہ ملا بھائیوں کی معرکہ آرائی سے جان بچائی تو باغیوں کا سامنا رہا اور باغیوں سے چھوٹتا تو بھائیوں نے چوٹ کی اسی واسطے وہ کبھی اپنی قوت سنبھال نہ سکا اور ہمیشہ زک پر زک اُٹھاتا رہا۔ وہ نہایت زبردست عالم اور دینیات اسلام کا ماہر کامل تھا۔ ایک تفسیر قرآن کریم کی اُس کی تصانیف میں مشہور ہے۔ اُس نے سنہ ۱۰۳۷ھ میں وفات پائی۔ اور اُس کے بعد۔

عبدالملک

اُسی کے فرزند سے بیعت کی گئی۔ لیکن عبدالملک پر اُس کے دو بھائیوں ولید اور احمد نے خروج کیا اور چند معرکوں کے بعد عبدالملک نے اُنہیں زک دیکر شہر فاس

پر تسلط کر لیا۔ عبدالملک نے سلطان کا لقب اختیار کر کے اپنا سکّہ مضروب کرایا تھا۔ وہ نہایت عیاش و نفس پرست بادشاہ تھا۔ اور دین کی ہتک کرنے میں اُس کی بیباکیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ آخر وہ ۱۰۴۰ھ میں بحالت نشہ قتل کر دیا گیا +

ولید بن زیدان

اپنے بھائی عبدالملک کے بعد تخت مغرب پر متمکن ہوا۔ اسکے پاس بھی صرف اتنا ہی ملک رہا جسقدر کہ اسکے باپ اور بھائی کے سامنے سے چلا آتا تھا۔ مراکش اور فاس کے دونوں شہر مع اپنے مضافات کے اسکے ماتحت تھے۔ اور باقی تمام ملک بغاوت کا دنگل بنا تھا۔ طوائف الملوکی نے سلطنت مغرب کو کمزور کر دیا۔ اور اسپین اور پرتگال کی دو زبردست ہمسایہ عیسائی حکومتوں نے اُس کے تمام قیمتی مقبوضات سوڈان وغیرہ کے علاقے ہتھیا لئے۔ ولید نیک مزاج اور خوش خلق تھا اور علماء کا بہت اکرام کیا کرتا ۱۰۴۵ھ میں اُس کی فوج باغی ہوگئی اور چار فوجی افسروں نے کمین لگا کر دھوکے میں اسکو مار ڈالا +

محمد الشیخ

ولید کے قتل ہوجانے کے بعد ارکان دولت نے باتفاق رائے اُس کے بھائی محمد الشیخ کو زندان سے نکالکر تخت پر بٹھایا۔ اس فرمانروا نے نہایت نیک چلنی اور خوبی کے ساتھ حکومت آغاز کی اور بہت جلد ہر دلعزیز بنگیا۔ اسکو خونریزی اور جنگ سے قطعی نفرت تھی۔ صلح و نرمی کا دلدادہ تھا اور بہت ہی تندہی سے رعایا کی راحت رسانی میں مصروف رہتا۔ اس نے ۱۰۶۴ھ میں گیارہ سال حکومت کر کے دنیا سے رحلت کی +

سلطان محمد الشیخ کی رحلت کے بعد اُس کے فرزند:-

ابوالعباس احمد

سے بیعت کی گئی مگر اسکو سلطنت کرنا نصیب نہ ہوا کیونکہ اس کے اخوال (ماموں لوگ) بہت قوی شوکت ہو گئے تھے اور انہوں نے ملک و حکومت پر اپنا دانت جما رکھا تھا چنانچہ انہوں نے ابوالعباس احمد کو مراکش میں محصور کر کے دبانا شروع کیا اور جب وہ خواہان صلح بنکر ان کے پاس آیا تو فریب کر کے اُسے قتل کر دیا اور پھر ۱۰۶۹ھ میں بہت تیزی کے ساتھ شہر مراکش میں داخل ہو گئے۔ اور ابوالعباس کے ننہالی رشتہ داروں نے مراکش میں داخل ہوتے ہی اپنے امیر عبدالکریم بن ابی بکر الشیبانی کو تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ ابوالعباس کے قتل ہونے کے ساتھ ہی اشراف سعدیین کی سلطنت کا دم بجھ گیا اور انکی ایک سو پچاس سال کی حکومت نے اس بے کسی کے ساتھ دنیا سے رحلت کی۔ سچ ہے "رہے نام اللہ کا"۔

اشراف سعدیین کی حکومت برباد ہو گئی تو مراکش میں اُسی کے کھنڈروں پر ایک چھوٹی سی نئی سلطنت حکومت شبانات کے نام سے برپا ہوئی جسکا پہلا حاکم عبدالکریم تھا جس نے مراکش میں داخل کر کے ۱۰۶۹ھ میں لوگوں سے بیعت لی اور فرمانروائی شروع کی۔ اس نے شہر مراکش اور اس کے ماتحت علاقوں کو بخوبی اپنے قابو میں کر لیا اور اچھی طرح پر فرمانروائی کرتا رہا۔ یہانتک کہ ۱۰۷۹ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے عہد حکومت میں مشہور حادثہ سخت گرانی اور قحط کا وقوع تھا۔ اسکے بعد لوگوں نے اس کے فرزند:-

ابابکر بن عبدالکریم

الشیبانی سے بیعت کی اور وہ اُسوقت تک مراکش میں حکمران رہا۔ جبکہ مولے رشید نے یہاں آ کر اسے مع اس کے اہل خاندان کے گرفتار اور قتل کر دیا۔ اور ازاں بعد مولے رشید نے قوم شبانات کے لوگوں کو چُن چُن کر قتل کیا اور ملک کو اُنکے وجود سے پاک بنایا۔

تیرھویں فصل

اشراف سجلماسہ کی حکومت

حسب و نسب

فن نسب کے واقفکاروں کا بیان ہے کہ اس سلطنت کے تاجدار خاص الخاص آل رسول ہیں اور مملکت مغرب کی عنان حکومت امام ادریس اور انکی اولاد کے بعد بجز شرفائے تافلالت یعنی سجلماسہ کے اور کسی سادات کے کنبہ کے قابو میں نہیں گئی۔ اس خاندان کی اصل سرزمین حجاز کی "ینبع النخل" نامی بستی سے آغاز ہوتی ہے سب سے پہلے اس خاندان کے معزز مورث اعلے مولے الحسن بن قاسم سرزمین مغرب میں آئے۔ وہ ساتویں صدی ہجری کے آخری دور میں یہاں پہنچے تھے جبکہ دولت مرینیہ کا آغاز تھا۔

مولی الحسن بن قاسم کے یہاں آنے کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ سجلماسہ میں آل رسول کا کوئی بزرگ نہیں تھا۔ اس لیئے جب مولے ممدوح وہاں آئے تو حکومت مرینی کے تاجداروں نے انکے قدم آنکھوں سے لگائے اور انکو اپنا سرتاج بنا کر بہت اعزاز سے رکھا کیونکہ انکو قدوم سادات کا شرف حاصل کرنا مغتنم معلوم ہوا۔

مولے الحسن نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے اور کیوں نہ ہوتے اسلیئے کہ وہ آل رسول تھے۔ پھر مزید براں انکی ذاتی خوبیوں، علم و فضل اور صلاح و تقویٰ نے اور بھی انکو معزز و مکرم بنا دیا تھا۔ مولے الحسن عرصہ دراز تک اہل سجلماسہ کو ہدایت و ارشاد کرتے رہے اور برابر لوگوں کو اپنے وعظ سے مستفید فرماتے رہتے تھے یہانتک کہ انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور صرف ایک فرزند اپنا یادگار چھوڑا۔ جسکا نام مولی محمد تھا مولے محمد بھی باپ کی طرح جامہ فضل و کمال سے آراستہ اور حلیہ تقویٰ و صلاح سے

پیراستہ تھے - لہذا وہ اور اُن کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ سجلماسہ میں عزت و حرمت کے ساتھ رہتی چلی آئی - مولی ابو الحسن علی شریف اسی خاندان کے ممتاز فرد تھے جنکو اہل غرناطہ نے عیسائی حملہ آوروں کے دباؤ ڈالنے سے تنگ آکر طلب کیا تھا اور اندلس کا شیخ المجاہدین بنایا تھا اور سید علی المثنی بھی اسی خاندان کے ایک معزز فرد تھے جنکی نسل میں مملکت اقصائے مغرب یا مراکش کے موجودہ فرمانروا ہیں۔ سید علی المثنی کی اولاد میں سے صرف ایک فرزند موسوم بہ شریف محمد تھے اور وہ پہلے شخص ہیں جو کہ ریاست کی عنان پہ قابض ہوئے وہ کہا کرتے تھے کہ ضرور ایک دن سلطنت اُنکے گھرانے میں آئیگی اور ایسا ہی ہوا ؀

اشراف سعدئین کے آخری دور میں سلطنت مغرب کا نظام درہم و برہم ہو گیا اور باغیوں نے ہر طرف سے سر اُٹھا کر ملک میں لوٹ مار مچانا شروع کیا تو شریف محمد مذکور نے بلاد سوس کے حکمران ابو حسون سملالی کو اپنی مدد کے لئے بلایا - اور وہ ۱۰۴۳ھ میں لشکر گراں لیکر انکی امداد کیلئے آگیا - شریف کے دشمنوں نے دیکھا کہ ابو حسون اور شریف کی خوب دوستی بنگئی ہے تو وہ اسباب کے درپے ہوئے کہ شریف کو نیچا دکھائیں اور ابو حسون سے اُس کی کھٹ پٹ کرادیں - اُنکی تدبیریں کارگر ہوئیں اور ابو حسون نے آخر کار شریف سے بدظن ہوکر اپنے عامل متعینہ سجلماسہ کی معرفت گرفتار کرا منگایا اور قید میں ڈالدیا ؀

شریف محمد کے فرزند محمد بن محمد نے باپ کی رہائی کے لئے بہت سا روپیہ بطور فدیہ دیکر ابو حسون کی قید سے اُنکو چھڑالیا اور جب اس طرف سے مطمئن ہو گیا تو پھر لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانے میں مصروف رہا - اُس نے بہت کم عرصہ میں ایک ایسی جمعیت فراہم کرلی جس سے بوقت حاجت مدد لیکر دشمنوں کا سر کچل سکے اور چپکے چپکے اس طاقت کو مزید کرتا رہا یہانتک کہ جب ابی حسون کے عاملوں نے سجلماسہ کی رعایا پر ظلم و ستم کرکے انہیں تنگ بنا دیا تو شریف محمد بن محمد کی قوت اُنکا سر کچل سکی اور اُنکو وہاں سے نکال دینے میں کامیاب ہوئے - شریف محمد بن محمد نے ابی حسون کے عاملوں سے بہت سخت جنگ کی تھی اور ایسے جوہر شجاعت دکھائے تھے کہ لوگ اُس کی دلیری اور

شہسواری کو مان گئے۔ چنانچہ بیرونی متغلب حکام سے ملک پاک ہوتے ہی اہل تیلالت نے برضا و رغبت تمام سنہ ۱۰۵۰ھ میں شریف محمد بن محمد سے بیعت کرلی اور اُسکو اپنا تاجدار بنالیا۔ اُسوقت جبکہ محمد بن محمد سے بیعت ہوئی ہے اسکا باپ شریف محمد بھی زندہ تھا اور شریف محمد نے بیٹے کو عرصہ تک حکمران دیکھکر سنہ ۱۰۶۹ھ میں وفات پائی۔

خدا کی کرنی کچھ ایسی ہوئی کہ اس کامیابی نے مولی محمد بن شریف علی المشتی کا نام ملک میں روشن کردیا اور اُس کی شوکت و عظمت دن دونی رات چوگنی بڑھنے لگی۔ اُسنے دیکھا کہ ابی حسون ضرور مجھپر حملہ آور ہوگا لہذا میں ہی پہل کیوں نہ کرجاؤں اور یہ کارروائی کم از کم دشمن پر ایک رعب قائم کردیگی لہذا وہ ملک سوس کیطرف بڑھا اور اُدھر سے ابی حسون بھی مقابلہ میں آیا۔ میدان کارزار گرم ہونے پر ابی حسون نے ہزیمت اُٹھائی اور مولے محمد نے درعہ اور اس کے ماتحت علاقوں پر تسلط کرکے اپنی مملکت کا دائرہ وسیع کیا۔ قلمرو کی وسعت کے ساتھ ہی ساتھ ملکی آمدنی کا بھی اضافہ ہوا اور مالی حالت کی درستی نے مزید فوج و سپاہ جمع کرسکنے پر قادر بنادیا۔

ازاں بعد مولے محمد کو فاس اور مکناسہ کے فرمانروا سے جنگ پیش آئی جسکا نام رئیس محمد الحاج دلائی تھا۔ اور پہلے شریف محمد نے ہزیمت اُٹھاکر دوبارہ محمد الحاج کو شکست دی اور سنہ ۱۰۶۰ھ میں شہر فاس پر تسلط کرلیا۔ لیکن یہ قبضہ دیرپا نہیں رہا۔ کیونکہ محمد الحاج نے اپنی منتشر قوت کو پھر جمع کرکے مولے محمد سے دوبارہ مقابلہ کیا اور شہر فاس اُس سے واپس لے لیا۔ محمد الحاج نے فاس کو واپس لیکر وہاں اپنے فرزند احمد کو امیر بنادیا اور خود مکناسہ میں قرار پذیر رہا۔

مولے محمد نے دیکھا کہ امیر فاس اور مکناسہ سے سر بر ہونا اُس کی قوت سے خارج ہے تو اُس نے اس طرف پھر رخ ہی نہیں کیا۔ اور صوبہ تلمسان کے فتح کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ سنہ ۱۰۶۰ھ میں اُس نے علاقہ بنی بزناسن کا کچھ حصہ اپنا ماتحت بنالیا اور ترکوں کی ایک سپاہ کو ہزیمت بھی دی۔ اب ترکوں سے اُس کی دشمنی ٹھن گئی۔ اور الجزائر کے عثمانی گورنر عثمان پاشا نے یہ دیکھا کہ مولی محمد کی غارتگریاں حد سے بڑھ رہی

کی سرزمین کو ہلا ڈالا ہے اور یہاں کی رعایا اُس کی طرف مائل ہونا چاہتی ہے تو اُسنے شریف محمد کے مقابلہ پر قدم بڑہایا - اور مولے محمد اُس کی جمعیت بھاری دیکھکر بغیر لڑہی بھڑے سجلماسہ کو پلٹ آیا +

عثمان پاشا نے مولے محمد کو مقابلہ سے ہٹ جاتے دیکھا تو رعایا کی بربادی اور پریشانی کا خیال کرکے اُس نے مولی محمد کو ایک مراسلت بھیجی اور فضول غارتگری سے باز آنے اور صلح رکھنے کی خواہش کی مگر مولے محمد نے عثمانی گورنر کے قاصدون کو ذلت کے ساتھ بے نیل مرام واپس کردیا اور وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آیا +

مولے محمد دوبارہ وسط مغرب پر حملہ کرنے کے منصوبے گانٹھ رہا تہا کہ اُسکی بہائی مولے رشید نے اُسپر خروج کیا - اور جسوقت جانبین کی فوجیں معرکہ کارزار میں مقابل ہوئیں تو سب سے پہلی گولی مولے محمد کے حلق میں لگی اور وہ اُسی وقت مرگیا - یہ واقعہ ۱۰۷۵ھ میں ہوا تھا - مولے محمد نہایت دلیر اور صف شکن بہادر تہا - وہ کبھی خطروں سے ڈرنے کا نام بھی نہیں جانتا تھا +

مولی محمد مقتول ہوگیا تو اُس کی تمام سپاہ اور ارکان مملکت نے مولے رشید سے بیعت کرلی اور اس حکمران کی اطاعت صحرانشین عرب قبائل میں سے بہی بڑی تعداد نے قبول کرلی اس لئے اسکا جاہ وجلال اپنے بھائی کی نسبت بہت بڑہگیا - اور اُس نے مطیع اور سرکش ہر قسم کے لوگوں سے خط کتابت کرکے بیعت لی اور اُنکی سرکشی دُور کی پھر اُس نے پیش قدمی کرکے تازا اور سجلماسہ کو فتح کیا اور اُسکا برادرزادہ مولے محمد صغیر وہاں سے بہاگ گیا - شریف مولے رشید نے نُوماہ کے محاصرہ کے بعد ۱۰۷۶ھ میں سجلماسہ پر قابو حاصل کیا تھا اور اسی سال وہ شہر فاس پر بہی قابو کرلینے میں کامیاب ہوا - اور اُسکو اپنے زیر اطاعت رکھنے کے لئے شہر کی آبادی کا ایک معتدبہ حصہ قتل عام کے ذریعہ سے فنا بھی کردیا - اور اس کے بعد خارجی لوگوں اور باغیوں کا قلع قمع کرکے ۱۰۷۹ھ میں شہر مراکش کو بہی فتح کیا - اور وہاں کے رئیس ابی بکر بن عبد الکریم شیبانی کو قتل کرڈالا - شریف رشید نے اپنی قلمرو کو وسیع بنا لینے کے بعد اپنا خطبہ وسکہ

رائج کیا اور پھر مملکت سوس کی فکر میں پڑگیا کہ اُسے اپنے قدیمی دشمن ابی حسون کے بیٹوں سے واپس لینا ضروری تھا - آخر ضروری تیاریوں کے بعد اُس نے سنہ۱۰۸۱ھ میں اُنپر حملہ کرہی دیا اور اُنکا تمام ملک فتح کرکے اپنے قابو میں کرلیا ؛

سنہ۱۰۸۲ھ میں مولے رشید فوت ہوگیا گھوڑے کی بدلگامی کرنے سے اُس کا سر ایک درخت کی جھکی ہوئی شاخ کے ساتھ ٹکرایا اور پاش پاش ہوگیا تھا - اُس نے عیدالضحیٰ کے دن وفات پائی - اس فرمانبردار کے عہد میں کارلیوس دوم شاہ پرتگال نے پیڈرو دوم شاہ اسپین کو ایک خاص معاہدہ کے ساتھ مقام سبتہ حوالہ کردیا جو آج تک اسپین کے ماتحت کے ساتھ مقام سبتہ حوالہ کردیا جو آجتک اسپین کے ماتحت ہے اور یہ معاہدہ سنہ۱۰۷۹ھ میں ہوا تھا - تانبے کے گول پیسے سب سے پہلے مولے رشید ہی نے مضروب کرائے ورنہ اس کے قبل مربع پیسے بنا کرتے تھے - اُسکا زمانہ نہایت خیر و برکت کا زمانہ تھا جسمیں علم و کمال کی گرم بازاری رہی اور رعایا نے آرام کی زندگی بسر کی - متعدد شاندار عمارتیں اور پل وغیرہ اُس کی یادگار باقی رہے ؛

مظفر باللہ ابو النصر شریف اسمٰعیل

مولے رشید کا بھائی اُس کے بعد مسند آرائے حکومت ہوا - اُس سے سنہ۱۰۸۲ھ میں بیعت لیگئی اور جس روز اُس سے بیعت ہوئی ہے - اُس دن اُسکا سن پچیس سال کا تھا - اس کی سلطنت آغاز ہوتے ہی اسپر اسکے برادرزادہ مولے ابوالعباس احمد نے خروج کیا اور بلاد سوس کے چند مفسد گروہ اُس کے ساتھ ہوگئے - نیز اہل مراکش نے اُسکا ساتھ دیا اور وہ سنہ۱۰۸۲ھ کے اخیر میں وہاں حکمران بن بیٹھا - شریف اسمٰعیل نے بھتیجے کی گوشمالی ضروری تصور کی اور اُس کے مقابلہ پر آیا - چنانچہ سنہ۱۰۸۳ھ میں بزور شمشیر اُس سے شہر مراکش چھین لیا اور اہل مراکش کو معافی دیکر وہاں اپنا تسلط از سرنو جما لیا - لیکن ادھر وہ مراکش کو زیر بنا رہا تھا کہ دوسری طرف فاس کے لوگوں نے سرکشی ظاہر کردی اور اُنہوں نے شریف اسمٰعیل کے سردار فوج متعینہ فاس کو قتل کرکے شریف احمد کی بیعت کا اعلان کردیا -

اسمٰعیل مراکش سے واپس ہوکر انکا قلع قمع کرنے جا رہا تھا کہ راستہ میں اُس کی مولے ابی العباس احمد سے مڈبھیڑ ہوگئی اور اُس نے احمد پر فتح پاکر اُسے سنہ ۱۰۹۷ھ میں قتل کر ڈالا اور پھر فاس کا محاصرہ کر لیا۔ انقلاب پسند جماعت اپنی کرنی پر نادم ہوکر معذرت خواہ ہوئی اور شہر سے باہر آگئی چنانچہ اُس نے اُنکی خطا معاف کر دی اور پھر انتظام مملکت میں مصروف و مشغول ہُوا۔

بلاد مغرب میں بربر لوگوں کی قدیم تعمیرات کا ایک نمونہ شہر مکناسہ تھا۔ موحدین نے اُسکو محاصرہ کے بعد بزور شمشیر فتح کر لیا تو بالکل غارت کر ڈالا۔ اور قدیم شہر کی جگہ ایک نیا شہر مکناسہ چھٹی صدی ہجری کے وسط میں تعمیر کیا۔ یہ شہر اُنکے زمانہ میں دار الوزارت تھا۔ اور اسکا نام تاکرارت تھا۔ فرمانروایان موحدین نے اس شہر کو قابل توجہ نہیں سمجھا مگر بنومرین کے عہد میں اس کی رونق روبترقی رہی کیونکہ اس خاندان کے سلاطین نے اسمیں بہت سی شاندار عمارتیں، مسجدیں، خانقاہیں، اور مدرسے بنوائے۔ اور شریف اسمٰعیل کو اس شہر کی آب و ہوا کچھ ایسی پسند آئی کہ اُس نے اپنا مستقر خلافت اسی کو بنا لیا۔ اُس نے شہر کے گرد نہایت مستحکم فصیل کھچوائی اور اپنے قصور و محلات بنوا کر اس کی رونق دوبالا کی شریف اسمٰعیل نے بارہ ہزار بادیہ نشین قبائل میں سے مزدوروں کی بھرتی کرنے کا انتظام کیا۔ اور بڑے بڑے شہروں سے نامی کاریگر اور معمار بلوائے۔ اس طرح ایک عرصہ میں شہر مکناسہ کو اپنے منصب کے لائق تعمیر کرا پایا۔ جبتک وہ شہر کی تعمیر میں مصروف تھا کہ اُسپر بہت سے باغیوں نے خروج کیا اور وہ اُنکی سرکوبی بھی کرتا گیا۔

جب شہر مکناسہ کی تعمیر[1] مکمل ہوگئی تو اسمٰعیل نے اہل سوڈان کی ایک زبردست

(۱) شریف اسمٰعیل نے اس شہر کی بنیاد سنہ ۱۰۸۳ھ میں ڈالی تھی اور اس کی تعمیر کی نگرانی بالکل اپنے ہی ہاتھوں میں رکھی تھی۔ قدیم شہر کے علاوہ اُس نے نئی عمارتوں کا جو وسیع و فسیح سلسلہ بنوایا تھا اُس میں شاہی قصور، دربار کے ایوان، دفاتر کی عمارتیں، سامان رسد کا گودام، اصطبل، اور فوجی بارکیں اس قدر وسیع تھیں کہ ہر ایک کا رقبہ قریب قریب فرسخ سے کم نہ تھا اور سڑکوں اور گلیوں کی ترتیب ایسی عجیب دلکش تھی جو کسی شہر میں نظر نہیں آسکتی۔ شہر کی جامع مسجد کے علاوہ جامع الاخضر بھی اُس نے تعمیر کرائی

فوج بھرتی کر کے اُس کی ترتیب اور انتظام کو ایک نئے ڈھنگ پر رکھا جو اہلِ مغرب کے مالوف طریقہ فوج کے بالکل خلاف تھا - اور اس فوج کی تیاری نے اُس کو قبائل کی مدد کرنے سے مستغنی بنا دیا ⁘

اب مولی اسمٰعیل نے وسط مغرب کی طرف رُخ کیا اور چاہا کہ یہ سرزمین تُرکوں کے قبضہ سے نکالکر اپنے زیرنگین بنالے - وہ لشکر گراں اُس طرف بڑھا اور وسط مغرب کے بادیہ نشین عربوں کی بے شمار جماعت بھی اُس کی شریک اور مطیع ہو کر آمادہ جنگ ہو گئی - الجزائر کو تُرک گورنر کو یہ خبر ملی تو اُس نے ایک زبردست تُرکی سپاہ اسمٰعیل کو روکنے کے لئے روانہ کی اسمٰعیل کی فوجوں نے تُرک سپاہ کے سامان حرب و ضرب اور اُنکی اژدھا ں توپوں کا مشاہدہ کیا تو اُنکے حواس باختہ ہو گئے اور جسقدر بادیہ نشینان عرب اُس کے ساتھ ہو گئے تھے وہ سب رات کو اُس کے ساتھ سے الگ ہو گئے اور بھاگ نکلے صرف وہی فوج جو خاص اسمٰعیل کے ساتھ مراکش سے آئی تھی - اُس کے پاس رہگئی - یہ حالت دیکھکر اسمٰعیل کو بھی پسپا ہوتے بن پڑا اور وہ جدید مفتوحہ مقامات کو چھوڑ کر اپنے ملک میں بغیر لڑے بھڑے واپس چلا گیا - سنہ ۱۰۸۹ھ میں اسمٰعیل نے ترکوں کے مقابلہ سے بغیر جنگ و قتال کے مراجعت کرنے کے بعد دریائے تافنا کو اپنے اور عثمانی مغربی علاقہ کی حدِ فاصل قرار دیدیا اور اب اُسنے اپنے باغی بھائیوں سے مقابلہ کا اہتمام کیا جو کہ اُسپر خروج کر کے معرکہ آرا ہونے کی دھمکیاں دے رہے تھے - اُس کو بھائیوں کے مقابلہ میں کامیابی ہوئی اور سنہ [illegible]ھ میں بھائیوں کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جس میں خود نمازِ جمعہ پڑھا کرتا تھا - اور اس شہر کی عمارت اتنی مستحکم بنی تھی کہ آج تک دورِ زمانہ اُس کے مٹا سکنے سے عاجز رہا ہے اور گو اُس کے بعد آنے والے حکمرانوں نے اکثر عمارتیں کھُدوا کر اُنکا مصالحہ اور ملبہ دوسری نئی عمارتوں میں لگا دیا تاہم جسقدر آثار اور کھنڈر باقی ہیں اُنکا سخت زلزلوں، آندھیوں اور بارشوں نے کچھ بھی بگاڑ نہیں پایا ہے - آثارِ قدیمہ کے مبصر بیان کرتے ہیں کہ شام، روم، مصر، ایران، عرب، اور دیگر بلاد میں کوئی اسلامی عہدِ حکومت کی یادگار اتنی عجیب و شاندار اُنکی نظر سے نہیں گذری جیسی کہ مشرع رُعب اسمٰعیل کی یہ یادگار ہے - (مؤلف) ⁘

قرار واقعی گوشمال دیکر اُسنے اہل اسپین سے سرزمین مغرب کے وہ شہر واپس لینے پر کمر باندھی جنکو اُن لوگوں نے عرصہ سے قبضہ میں لیلیا تھا اُسکا پہلا حملہ شہر مہدیہ پر ہوا اور سنہ ۱۰۹۲ھ عرصہ دو سال کے قریب محاصرہ کرکے یہ مقام اُس نے فتح کرلیا - زاں بعد اُس نے شہر طنجہ پر تسلط کیا اور اس شہر کو انگریزوں سے چھین لیا جو کہ اسپر پرتگال والوں کے بعد مسلط ہوگئے تھے - انگریز لوگ محاصرہ کی تاب نہ لاکر بحری راستہ سے بھاگ نکلے اور شہر کو یکسر منہدم کرکے خاک میں ملاگئے - اسی سلسلہ میں سنہ ۱۰۹۵ھ میں سپہ سالار علی بن عبداللہ ریفی نے جو شریف اسماعیل کی سپہ کا اعلیٰ کمان افسر تھا اور مقامات مہدیہ اور طنجہ کو اسی نے فتح کیا تھا - العرائش کے بندرگاہ کو سنہ ۱۱۰۱ھ میں اہل اسپین سے چھین لیا اور اُسکو یہ فتح پانچ ماہ کے سخت محاصرہ کے بعد حاصل ہوئی تھی - مورخین لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں لوئس چاردہم شاہ فرانس نے مولے اسماعیل کی بحری امداد کی تھی اور اُس نے اپنے جنگی جہازوں کو بھیجکر سمندر کیطرف سے اسپین والوں کی کمک اور رسد کی آمد منقطع کردی اس لئے اسپین والوں سے زیادہ مقابلہ نہو سکا اور انہوں نے بلا کسی شرط کے اہل مراکش کی اطاعت مان لی - اس فتح میں علاوہ تمام اسپین کی محافظ سپاہ کے مولے اسماعیل نے ایک سو اسی (۱۸۰) توپیں اور بارود کی ایک عظیم مقدار بھی گرفتار کرلی تھی - زاں بعد اُس نے شہر اصیلا کا محاصرہ کیا - یہ مقام بھی اسپین والوں کے قبضہ میں تھا - اسپین کی سپاہ محاصرہ کی سختی سے دق آکر طالب امان ہوئی اور اسماعیل نے اُنکو امان دیدی - مگر وہ رات کے وقت موقع پاکر شہر سے نکل بھاگے اور اپنے جہازوں پر سوار ہوکر بحری راستہ سے اسپین کو چلے گئے -

صبح کو مراکش کی فوجوں نے خالی شہر پر قبضہ کرلیا - یہ قبضہ سنہ ۱۱۰۲ھ میں حاصل ہوا تھا اور کوئی معقول سامان جنگ غنیمت میں نہیں ملا کیونکہ دشمن سب سامان نکال لیجاچکے تھے - پھر یہی فوج بجائے اصیلا سے روانہ ہوکر شہر سبتہ کیطرف چلی گئی مگر یہاں بہت کٹھن مقابلہ پڑا اور عرصہ تک سخت لڑائی لڑتے رہنے کے باوجود مراکش والوں کو فتح نہ حاصل ہوئی - یہانتک کہ سلطان مولے اسماعیل نے اپنے سپہ سالاروں کو سستی کرنیکا الزام دیا اور پھر بھی یہ مقام فتح نہ ہوسکا ؂

اس کے بعد مولے اسمٰعیل نے یہ خیال کرکے کہ مبادا میرے بیٹے میرے بعد باہم ملک و مال کے لئے لڑکر اپنی قوت زائل نہ کر ڈالیں اس نے وسیع مملکت کو سب لڑکوں پر مساوی حصوں کے ساتھ بانٹ دیا۔ اسمٰعیل نے سنہ ۱۱۳۹ھ میں عرصہ دراز تک سلطنت کرکے دنیا سے رحلت کی سات سال تک وہ اپنے بھائی مولے رشید کا مشیر کل اور وزیر رہا۔ اور ستاون سال اس نے خود مستقل بادشاہ کی حیثیت سے حکومت کی۔ اس کے عہد حکومت میں بجز چند باغیوں اور اس کے بیٹوں اور بھائیوں کے کسی نے اس کو زیادہ دق نہیں کرنے پایا اور نہ وہ کسی باغی کے قابو میں آیا اسواسطے اس نے خوب ہی حکمرانی کا پھل پایا اور ایسے کارہائے نمایاں کر گیا جو کسی مسلمان حکمران کو اس سے قبل و بعد نصیب نہیں ہوئے۔ خصوصاً اس کی تعمیرات تمام سلاطین اسلام کی تعمیروں پر فوقیت لیگئی تھیں۔ اس کے عہد حکومت میں سنہ ۱۰۹۲ھ مطابق سنہ ۱۶۸۱ء میں لوئس چار دہم شاہ فرانس نے اسکے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے چاہے تھے۔ اسمٰعیل بھی ترکوں اور اہل اسپین کے مقابلہ میں شاہ فرانس سے بحری مدد حاصل کرنے کی امید سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر آمادہ ہوگیا لیکن با اختیار سفیروں کی معرفت اس نے یہ کوشش کی تھی کہ شاہ لوئس شہزادی ڈیکونٹی کو اسکے حبالہ نکاح میں دے تاکہ رابطہ یگانگت کو خوب استحکام رہے مگر یہ خواہش شاہ فرانس نے مسترد کردی اور معاہدہ بھی اسی وجہ سے نہ ہوسکا۔ اگرچہ اسمٰعیل کی ناکامی اس کے لئے کچھ مضر نہ ہوئی۔ تاہم فرانس کو مراکش میں جو رسوخ حاصل تھا وہ معاہدہ نہ ہونے سے جاتا رہا۔ اسمٰعیل کا قلمرو جنوبی سمت میں سوڈان کی حدود تک جبل اسود کے اس پار تک (یعنی دریائے نیگر یا نائجر تک) ممتد ہوگیا تھا۔ مشرق میں شہر لبکرہ اس کے قلمرو کی آخری حد تھا جو کہ تلمسان کے اطراف میں علاقہ الجزائر کا ایک بڑا شہر ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے پانچسو فرزند نرینہ اور اتنی ہی لڑکیاں اپنی اولاد میں چھوڑی تھیں اور بخلاف دیگر تاجداروں کے اس نے اپنی اولاد کو فنون دستکاری اور زراعت، شہسواری، اور فنون حرب و ضرب وغیرہ کی بہت اچھی تعلیم دلائی تھی۔ وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ دولت و سلطنت آنے جانے والی چیز ہے اور ذاتی ہنر

باقی رہنے والا ذخیرہ ہے اسواسطے اس کی اولاد نکبت زمانہ کے ہاتھوں برباد ہونے سے محفوظ رہی ۔

اس نے حرمین شریفین کے واسطے بھی بہت کچھ جائداد وقف کردی تھی ۔

مولے ابوالعباس احمد

معروف بہ ذہبی ۔ باپ کے انتقال کے بعد ارکان دولت کی صلاح سے سنہ ۱۱۳۹ھ میں تخت نشین ہوا ۔ اگرچہ یہ ولی عہد نہ تھا ۔ تاہم لوگوں نے اسکو پسند کیا اور بادشاہ بنالیا ۔ اس نے تخت پر جلوس کرتے ہی خزانوں کے قفل کھلوا دئے ۔ مبارکباد دینے والے وفود اور فوج و سپاہ کو انعام واکرام سے مالامال بنایا اور اپنی حکمرانی کا آغاز باپ کے وقت سے حکومت ممالک پر مقرر چلے آتے ہوئے لائق اور نمک حلال حکام کو قتل سے کیا ۔ اس شریف نے امور سلطنت کی کچھ پروا نہیں کی ۔ صرف عیش و کامرانی کو حاصل زندگی تصور کیا ۔ اور اپنے باپ کی ساختہ پرداختہ فوج کے ہاتھوں میں بیجان آلہ کیطرح کام دینے لگا ۔ فوجی افسر جو انقلاب پسند اور لوٹ مار کے خواہاں تھے انہوں نے اسکو صلاح دیکر تمام لائق حکام اور اراکین مملکت کو قتل کرادیا تو ملک میں بدامنی پھیل گئی اور مفسد سپاہیوں کو ہرجگہ قتل و غارت کا بازار گرم کرنے میں کوئی مزاحمت نہ پیش آئی ہر طرف سے باغیوں نے سر اٹھایا ۔ اور سلطان کے دروازہ پر فریادیوں کا ہجوم رہنے لگا مگر کوئی انکی فریاد سننے والا نہ تھا ۔ شریف احمد ذہبی عیش و عشرت منانے میں مستغرق تھا اور فوجی افسر حکومت کے صیغوں پر قابض ہوکر اپنی ظالمانہ طبیعت کے جوہر دکھا رہے تھے آخر فاس کے باشندوں نے باہمی اتفاق سے اس امیر کو معزول کرکے اسکے دوسرے بھائی مولے عبدالملک کو تخت نشین کردیا ۔ اور اس سازش میں انہوں نے دربار کے امیروں اور سپہ سالاران سپاہ کو بھی اپنا شریک بنالیا ۔ مولی احمد ذہبی سنہ ۱۱۴۰ھ میں تخت سے اتار کر زندان میں داخل کیا گیا اور مولے ابو مروان عبدالملک سریر آرائے حکومت ہوا ۔ ذہبی نے ارادہ کرلیا تھا کہ دربار کو مفسد

امیروں اور جماعت غلامان کے سرغناؤں سے پاک کریگا لیکن جن کو وہ مٹانا چاہتا تھا انہوں نے یہ بات تاڑلی اور قبل اسکے کہ مولی احمد انکو شکار بناتا انہوں نے خود اسکو صید کرلیا۔

مولے ابومروان نے تخت پر بیٹھکر جور و ستم اپنا شعار بنایا۔ امرا کی تحقیر اور سرداروں کی بے آبروئی کرنے لگا۔ اسکے علاوہ اُسنے فوجکو انعام واکرام دینا بھی بند کردیا۔ ان وجوہ سے لوگ اُس کے بھی دشمن ہوگئے اور موقع ڈھونڈنے لگے کہ اسکو معزول کردیں۔ ابو مروان اس بات کو بھانپ گیا اور اُس نے دربردہ بادیہ نشین عرب قبائل کو اپنے ساتھ ملانا شروع کردیا تاکہ عندالحاجت انکی مدد سے غلاموں کی شریر جماعت کا سر توڑ سکے اور اُس نے بربرا ور غلاموں کو ایک دوسرے سے دست وگریبان بنانے کی چالیں چلنی اختیار کیں لیکن وہ ناکام رہا کیونکہ ہر دو گروہ کے لوگ اُس کے دلی راز کو پاگئے تھے اور اُس کی طرف سے ہوشیار رہتے تھے۔ اب لوگوں نے اُس کے معزول بنانے اور مولے احمد ذہبی کے پھر تخت نشین کرنیکا مصمم ارادہ کرلیا کیونکہ وہ سخی تھا۔ اور مولے ابومروان نے ہزار جدوجہد کیا کہ یہ لوگ اپنے ارادہ سے باز آئیں لیکن انہوں نے ایک نہ مانا اور اعلان بغاوت کرکے مولے احمد ذہبی کو فرمانروا مشہور کردیا۔ یہ کیفیت دیکھکر ابومروان شہر فاس سے بھاگ کر مراکش چلا گیا۔ اور اُس نے وہاں کے لوگوں کو اپنا حامی بنالیا چنانچہ سنہ ۱۱۴۱ھ میں اُس نے مراکش میں اپنی سلطنت کا دور آغاز کردیا۔

یہاں فاس میں مولے احمد ذہبی نے مکناس سے آکر پھر عنان حکومت ہاتھ میں لی، فوجوں، شریفوں، اور علماء کو خلعت وانعام بانٹا۔ مگر فاس کے باشندے اُس کی بیعت سے منحرف ہی رہے اور انہوں نے مولے ابومروان ہی کو اپنا حکمران مان کر دروازے بند کرلئے اور آمادہ جنگ ہوگئے۔ مولے احمد نے پہلے پیام صلح دیا اور جب شہر کے لوگوں نے قاصد کو قتل کرکے سولی پر لٹکادیا تو مولے احمد کو بھی غصہ آگیا۔ اور اُس نے شہر پر مسلسل گولہ باری کی اور ایک معتدبہ حصہ عمارتوں کا منہدم کردیا بہت سے باشندے بھی مر گئے اور باقی ماندہ باغیوں کا ناک میں دم ہوگیا تو انہوں نے مجبور ہوکر صلح کی درخواست کردی اور مولے عبدالملک کو حوالے کردینے پر راضی ہوگئے۔ ابن الحاج

سنہ ۱۱۴۱ھ میں سخت بربادی کے بعد لڑائی کا خاتمہ ہوا - اور مولے احمد ذہبی نے اپنے بھائی عبدالملک کو گرفتار کر کے مکناسہ میں نظر بند کر دیا - احمد ذہبی فاس میں داخل ہو کر بیمار ہو گیا اور اس کو اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی تو اس نے سنہ ۱۱۴۱ھ میں عبدالملک کو خفیہ گلا گھونٹ کر قتل کرا دیا - مورخین لکھتے ہیں کہ احمد ذہبی بھی اسی ٹائپ کا آدمی تھا جس طرح خاندان عباسیہ میں امین بن ہارون الرشید اور وہی عشرت پسندی اور امور مملکت سے بے پروائی اس کی طبیعت کا بھی جزو اعظم تھی جو اس میں پائی جاتی تھی اور آخر یہ عادت بد اسکو لے ڈوبی اور سلطنت پر بھی تباہی لا کر رہی ؛

شریف احمد ذہبی سنہ ۱۱۴۱ھ میں فوت ہو گیا اور اس کے بعد :-

مولے عبداللہ بن اسمٰعیل

مسند نشین حکومت کیا گیا - وہ سجلماسہ میں رہتا تھا - امرائے مملکت اور آراکین سلطنت نے اُسے طلب کر کے تخت نشین کیا اور جب وہ اورنگ سلطنت پر بیٹھ کر حکمرانی کرنے لگا تو وراندازوں نے اُسے شہر فاس کے رہنے والوں کی طرف سے بھڑکایا اور اُنکے ساتھ بدسلوکی پر آمادہ بنایا - اس احمق تاجدار نے لوگوں کے کہنے میں آ کر کھلم کھلا فاس کے لوگوں سے عداوت ٹھان لی - اور اہل فاس یہ رنگ دیکھکر اسکے مخالف ہو گئے چنانچہ انہوں نے اسکو معزول بنانے کا اعلان کر دیا - اور اب مولے عبداللہ نے اُنپر فوجکشی کر کے شہر فاس کا محاصرہ کر لیا - اس نے فوجکو حکم دیدیا کہ شہر کے اطراف میں خوب لوٹ مار کریں اور جس نہر کا پانی شہر میں جاتا تھا - اُسمیں بند بندھوا کر پانی روک دیا - اسکے علاوہ رات دن گولہ باری کر کے شہر کی عمارتوں کو مسمار کر ڈالا - یہانتک کہ اہل فاس جان سے تنگ آ گئے اور بھوک پیاس کی شدت نے اُنکے ہوش درست کر دئے سنہ ۱۱۴۲ھ میں تنگ آ کر درخواست صلح کی اور مولے عبداللہ شہر میں داخل ہوا لیکن اُس نے تسلط حاصل کر لینے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ بربر قبائل کے باغیوں سے مقابلہ پر کمر باندھی جو پہلے سے اُس کے مخالف ہو رہے تھے - اور جب اُن کی سرکوبی کر چکا - تو پھر اُس نے فاس والوں کی بخوبی خبر لینی

شروع کی۔ شہر کے نامور اور چیدہ سرغناؤں کو چن چن کر قتل کرا دیا اور پایۂ تخت مکناسہ کا خوبصورت شہر مدینۃ الریاض اس بیدردی کے ساتھ منہدم کرایا کہ لوگ گھروں میں پڑے سوتے ہی رہے اور اُس کی ظالم سپاہ نے عمارتوں کو کھود کر گرانا شروع کر دیا۔ سیاہ بخت باشندے جو بیدار ہو کر جان بچا کے بھاگ نکلے وہ تو بچ رہے اور جنہوں نے کچھ مال اسباب کا لالچ کیا وہ ملبہ کے اندر دب کر فنا ہو گئے۔ تمام شہر اُجاڑ ہو گیا اور دو دن کے بعد ایک ملبہ کا ڈھیر وہاں نظر آنے لگا۔ صرف شہر پناہ کی دیواریں کھڑی رہ گئی تھیں اور باقی عمارتیں ساری منہدم ہو گئی تھیں۔

یہ بےرحمیاں مشاہدہ کر کے رعایا کو اُس کی طرف سے قطعی نفرت ہو گئی تھی۔ اور طرہ بریں اُس نے اپنی فوج کو حکم دیکر شہر فاس میں قتل عام مچوا دیا جس سے سارا شہر مَردوں سے خالی ہو گیا۔ اور صرف عورتیں اور بچے یا چند بوڑھے مَرد باقی رہ گئے۔ یہ کارروائیاں دیکھ کر اہل دیوان بھی کانپ اُٹھے اور اُنہوں نے اس کے معزول کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ۱۱۴۵ھ میں جبکہ قبائل نے عام بغاوت برپا کی۔ ان دنوں اس کی فوج بھی اس سے برگشتہ ہو گئی کیونکہ یہ ظالم بادشاہ افسران سپاہ کو بھی قتل کراتا جاتا تھا اور دس ہزار کے قریب نامور سپاہیوں اور سرداروں کا خون بہا چکا تھا۔ باقی ماندہ سپاہ نے یہ سمجھ کر کہ اب ہمیں بھی اسکا ہدف ہونا ہوگا بغاوت کر دی اور عبداللہ کو قتل کرنے کا تہیہ کر لیا لیکن وہ بھاگ کر راتوں رات سرزمین سوس میں چلا گیا اور وہاں تین سال کے قریب ۱۱۴۷ھ تک مقیم رہا۔

مولے عبداللہ مکناسہ سے بھاگ کر چلا گیا تو غلاموں کی جماعت نے باتفاق رائے مولے الحسن بن اسماعیل معروف بہ اعرج سے بیعت کر لی اور ۱۱۴۷ھ میں اسے سجلماسہ سے طلب کر کے اپنا حکمران بنایا۔ اہل فاس اور اہل مکناسہ نے بھی اس سے بیعت کر لی اور ہر گوشۂ ملک سے تہنیت دینے والے وفود اطاعت نامے لیکر آنے لگے۔ انعام پاشی شروع ہوئی۔ فوج و سپاہ کے مشاہرے بڑھ گئے۔ علماء اور شرفاء پہ بھی دولت برس گئے۔ یا یوں کہئے کہ روپیوں کی زمین پہ چلے کیونکہ ان بزرگوں کے زیر قدم [illegible]

بچایا جاتا تھا۔ اہل فاس بعد میں کچھ بگڑ بھی چلے تھے مگر علماء کی وساطت نے ۱۱۴۹ھ میں بات کو
بگڑنے نہ دیا اور اسی سال مولے عبد اللہ معزول نے ملک کی طلبگاری میں پھر سر اُٹھایا۔ فوج کا
ایک گروہ اُسکا یاور بنگیا۔ اور مولے ابو الحسن یہ رنگ دیکھکر فاس سے بھاگ کر بعض عرب
قبائل کے یہاں چلاگیا جنھوں نے اُسے اعزاز واکرام کے ساتھ اپنا مہمان بنایا۔ مولی ابو الحسن
ملک وحکومت کے چلانیکا ایسا تلخ تجربہ کرچکا تھا کہ پھر اُسے ہوس سلطنت باقی نہ رہی
اور کچھ عرصہ بعد وہ مکناسہ میں آکر اپنے بھائی کے حکم سے اقامت گزین ہوگیا ۱۱۵۰ھ میں
غلاموں کی شریر جماعت نے بیگناہ ابو الحسن کو خواہ مخواہ گرفتار کرکے مولے عبد اللہ کے
پاس بھیجدیا کہ یہ تو بغاوت کا سامان کرتا ہے مگر عبد اللہ نے اُسکو رہا کرکے سجلماسہ میں رہنے کا
حکم دیا۔ اس کے بعد مولے عبد اللہ سے عام بیعت ہوگئی اور وہ حکمرانی کرنے لگا لیکن
اہل فاس کی بدسلوکی کا خیال اُس کے پیش نظر رہتا تھا۔ لہذا اس نے مکناسہ اور فاس
دونوں شہروں کے نامور امیروں اور معزز لوگوں کو قتل کرکے اپنی عداوت نکالی اور اس
بات سے پھر برہمی پیدا ہوگئی۔ لوگ اُس کی اطاعت سے سبکدوش ہو بیٹھے اور بغاوت
کرکے راستوں اور گلیوں میں لوٹ مار مچادی۔ آخر ۱۱۵۱ھ میں اُنھوں نے مولی عبد اللہ کو
دوبارہ معزول کردیا اور بجائے اُس کے۔

مولے محمد بن العربیہ

سے بیعت کی جو کہ شہر فاس ہی میں روپوش تھا اور اُس سے عہد وپیمان لیکر اُسکے
لئے سامان سلطنت مہیا کردیا۔ پھر اہل دیوان نے بھی اُس سے بیعت کرلی اور مولے عبد اللہ
بلاد بربر کی طرف بھاگ گیا +

مولے محمد بن العربیہ نے جسقدر مال وخزانہ تھا وہ سب نوجوان اور مبارکباد
کہنے آنے والے وفود پر تقسیم کرنا شروع کیا لیکن غلاموں کی سپاہ جس کی حالت عباسی
حکومت کی ترکمانی فوج کے مشابہ ہوگئی تھی اور جو باوجود کثیر انعام ملنے کے پھر بھی ھل من مزید
کی صدا لگاتی تھی۔ مولے محمد بن العربیہ سے زائد انعام کی خواہاں رہی اور اُس کو مجبور کیا کہ

جس طرح بنے رقم زائد جلد فراہم کرے۔ خزانہ خالی اور ملکی آمدنی پر زوال تھا حکمران سے کوئی تدبیر نہ بن آئی تو اُس نے مالداروں اور ساہوکاروں پر زبردستی کرکے اُنکا مال اور غلہ لٹوانا شروع کردیا اور اس طرح بھی کام نہ چلا تو امرائے شہر کی باری آئی اُنکے نام قرقیاں اور ضبطیاں صادر ہونے لگیں۔ گلی کوچوں تک میں بدمعاش سپاہی لوٹ مار کرنے لگے اور تمام شہر میں ہلچل مچ گئی۔ شہروالوں کا گھروں سے باہر نکلنا دشوار تھا۔ جان کی خیر مناتے اور دروازے بند کرکے گھروں میں پڑے رہتے تھے۔ بہت سے لوگ مبتلائے آفت ہوکر ہلاک ہوگئے اور اس حکمران کا عہد سراپا مصیبت ثابت ہوا کیونکہ غلاموں نے آفت ڈھا رکھی تھی۔ ملک میں قحط شدید پڑ گیا۔ اور اگر فرانس اور پرتگال کے تاجر غلہ لیکر اس ملک میں نہ آتے تو تمام باشندے بھوکوں مرجاتے اور آخر میں غلاموں نے مولے محمد سے بھی سرکشی کی۔ اُسے گرفتار کرکے ایک اکیلے گھر میں بند کردیا۔ پھر اُس کے بھائی مولے مستضی بن اسمٰعیل کو سجلماسہ سے طلب کرکے سنہ ۱۱۵۱ھ میں اُسکو تخت پر بٹھا دیا۔

مولے مستضی بن اسمٰعیل

کی بیعت کے فرمانات اقطار مملکت میں ارسال کیے گئے اور اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے مقید بھائی محمد بن العربیہ کو سجلماسہ کی طرف جلاوطن بنایا اور وہاں کے شاہی محبس میں مقید کردیا۔ مگر ملک کی حالت بدامنی اور آمدنی مسدود ہونے کے لحاظ سے بدستور تھی۔ سلطنت فقیر ہورہی تھی اور سلطان کو غلاموں کی نذر پیش کرنے کیواسطے روپیہ کی اشد ضرورت تھی مگر وہ رعایا پر سختگیری کرنے سے نفرت رکھتا تھا۔ اور زائد ٹیکس عائد کرنا اُس کی طبیعت کے خلاف تھا لہذا اُس نے سلاطین سلف کی قیمتی یادگاروں اور ذخائر قصر سلطانی کو بہت ہی ارزاں داموں بیچنا شروع کردیا اور قصر کے دروازوں اور تانبے پیتل کے جنگلوں تک کو فروخت کردیا۔ اور مستضی نے قتل اور ظلم پر اسقدر کمر باندھی کہ لوگ اُس سے متنفر ہوگئے اور سنہ ۱۱۵۲ھ میں غلاموں کی رگ شرارت پھڑکی تو وہ بھی اس سے پھر بیٹھے۔ اور مستضی بھاگ کر مراکش چلا گیا اور وہاں کے لوگوں کی ایک جمعیت لیکر فاس پر حملہ کرنے کو

چلا لیکن اُس کے ساتھیوں نے غدّاری کی اور بہت سے لوگ ساتھ دینے سے الگ ہو گئے لہذا وہ مراکش ہی میں مقیم رہا اور ۱۱۵۵ھ تک وہیں رہتا چلا آیا جبکہ اُس سے اہل فاس نے دوبارہ بیعت کی تھی؛

مولے مستضی بھاگ گیا تو سنہ ۱۱۵۳ھ میں مکناسہ کے غلام سپاہیوں نے پھر مولے عبد اللہ سے بیعت کی اور اعیان دولت بھی اُس کے زمرہ بیعت میں داخل ہو گئے لیکن عبد اللہ شہر مکناسہ میں داخل نہیں ہوا کیونکہ اُسکو غلاموں کی طرف سے بغاوت اور سرتابی کا خوف تھا - غلام امراہی کے ہاتھوں میں انتظام مملکت کی باگ تھی اور یہ وحشی خصال لوٹ مار کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے - ہر طرف بازار قتل وغارت گرم اور رعایا کو جان سے تنگ دیکھکر لوگوں کے دل خوف سے کانپ رہے تھے؛

سنہ ۱۱۵۳ھ میں سلطان عبد اللہ مکناسہ میں آیا ہی تو اُس نے حسب عادت بیگناہوں کا خون بہانا شروع کر دیا اور خلق کثیر کو جان سے مار دیا - غلاموں کی باگ اسقدر ڈھیلی چھوڑ دی کہ وہ شہر میں شرمناک افعال کرتے پھرتے تھے اور جو شکایت لاتا اُسے قیدخانہ میں جانا پڑتا تھا؛

سلطان عبد اللہ کو اسبات کا علم تھا کہ غلاموں نے سلطنت پر جیسا قبضہ کر رکھا ہے اسکا انجام اچھا نہیں ہو سکتا - لہذا وہ خود شہر میں داخل ہونے سے گریز کرتا رہا اور سنہ ۱۱۵۴ھ میں غلاموں نے پھر اُس سے سرکشی ہی کر دی چنانچہ پہلے فاس اور پھر بلاد بربر کیطرف بھاگ گیا - مولے عبد اللہ بھاگ نکلا تو دیوان کے غلام امیروں نے مولے زین العابدین کو طنجہ سے بلاکر سنہ ۱۱۵۵ھ میں اُس سے بیعت کی اور اس سلطان نے رعایا کا ستانا ناپسند کرکے اُنکا مال زبردستی چھین لینے کی جگہ پر غلاموں کی تنخواہیں کسی قدر گھٹا دیں اسلئے غلام اُس سے بگڑ بیٹھے اور سرتابی کرنے لگے - مولے عبد اللہ پہاڑی علاقہ میں اقامت گزین ہو کر دارالملک کی خبریں منگاتا رہتا تھا - مولے زین العابدین کی پریشانیوں کا اُسکو علم ہوتا تھا کہ وہ پہاڑ سے اُترکر فوراً فاس میں آ داخل ہوا - زین العابدین اسی خبر کو سنکر بھاگ نکلا - اور پھر اُسے سلطنت ہی نہ ملی؛

مولے زین العابدین یوں بھاگ گیا تو غلاموں نے پھر مولے عبداللہ کی طرف رجوع کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ پایا اور اپنے سرداروں کی ایک جماعت اُس کے بلانے کے لئے ارسال کی۔ عبداللہ نے غلام سرداروں کے آنے پر اظہار مسرت کیا اور از سرنو اپنی سلطنت کی بیعت لیلی۔ مگر غلاموں کی شرارت نے پھر اُس کو دارالملک سے بھگایا اور وہ اس مرتبہ بربرا اور عرب قبائل کے علاقوں میں چلا گیا۔ غلاموں نے مولے مستضئی کو مراکش سے بلواکر سلطان بنانا چاہا جو کہ ۱۱۵۵ھ میں مکناسہ کو چلا آیا مگر اُس کے بعد ہی مولے عبداللہ بربرا اور عرب کی بے شمار فوجیں لئے ہوئے اُس کے سر پر آگیا مستضئی کی سپاہ کم تھی اور غلاموں نے یہ دیکھا کہ مولے عبداللہ سے اسوقت مقابلہ کرنا غیر ممکن ہے تو انہوں نے رات کے وقت خفیہ مولے مستضئی کا ساتھ ترک کردیا اور بھاگ نکلے۔ مولے مستضئی بھی مفرور ہوگیا اور ایک سال تک اُسکا کوئی سراغ نہیں ملا۔ لوگ غلاموں کی بلا ٹلنے سے خوش اور خدا کا شکر ادا کرنے میں مصروف تھے کہ سال پلٹتے ہی مولے مستضئی عبداللہ پاشا ریفی سے فوجی کمک لیکر بالشکر گران ملک و تخت حاصل کرنے کیواسطے آپہنچا مولے عبداللہ نے بھی بربرا اور عرب قبائل سے کمک مانگی اور دونوں بھائی معرکہ آرا ہوئے مستضئی نے ہزیمت اٹھائی اور بہت کچھ سامان غنیمت فاتح گروہ کے لئے چھوڑ گیا۔ بہت سی توپیں اور نفیس ذخائر اور بارود وغیرہ مولے عبداللہ کے ہاتھ لگی۔ اسکے بعد غلاموں کی ایک جماعت پھر مولے عبداللہ کے زیر اطاعت آگئی اور ہر طرف سے مفرور غلام آکر اُس کے زیر نشان جمع ہونے لگے۔ عبداللہ بھی اُن سے آشتی اور مروّت کے ساتھ پیش آیا اور اُن کی خطا سے درگزر کرتا رہا۔

اسکے بعد احمد ریفی اور مستضئی دونوں ملکر بالشکر کثیر عبداللہ کے مقابلہ میں آئے اور اب بھی اُنہوں نے ہزیمت اُٹھائی۔ احمد ریفی میدان جنگ میں مارا گیا اور مستضئی بچکر نکل گیا۔ ریفی نہایت عالی ہمت سردار تھا۔ طنجہ میں اُس کی بہت کچھ شاندار یادگاریں موجود ہیں اور اُسکا تمام سامان اس مرتبہ بھی مولے عبداللہ کے ہاتھ آیا۔ یہ فتح حاصل کرکے عبداللہ نے طنجہ پر حملہ کیا اور اُسپر تسلط کرلیا۔ وہ طنجہ سے واپس آرہا تھا کہ راستہ میں اُسکی

بھائی مستضئی نے تیس ہزار سپاہ کے ساتھ پھر اُس پر حملہ کیا اور اب بھی اُسے شکست
اُٹھاتے بن آئی - یہ ہزیمت ۱۱۵۶ھ میں ہوئی تھی اور اِس شکست کے بعد مراکش
والوں نے بھی مستضئی کو اپنے یہاں سے نکال دیا اور مولا عبد اللہ کے طرفدار بن گئے
اِس لئے وہ ۱۱۵۸ھ میں وہاں سے نکلکر عرصہ تک مارا مارا پھرتا رہا اور پھر جان بچی
ہزاروں پائے کی مثل پر عمل کر کے اُس نے طنجہ میں قیام اختیار کر لیا ؂

مولے عبد اللہ نے میدان صاف پایا اور اب کوئی رقیب یا مد مقابل اُس کی
سلطنت پر دانت جمانے والا باقی نہ رہا تو اُس نے پھر اپنی سرشت کے مطابق قتل و
ظلم پر کمر باندھی اور ایسے افعال کئے جنکی وجہ سے بربر لوگ جو اُسکے ممد و معاون تھے اُس
سے متنفر ہو گئے چنانچہ ۱۱۵۹ھ میں اُنہوں نے مکناسہ پر چڑھائی کر دی اور اہل فاس اور
مولیٰ عبد اللہ کے مابین بہت سی لڑائیاں ہوتی رہیں - ازاں بعد سرکشوں نے پھر اُسکی
اطاعت چھوڑ دی یعنی سرکشوں نے سرکشی دکہا کر ۱۱۶۲ھ میں مولے عبد اللہ کے بیٹے
شریف محمد سے بیعت کرنی چاہی - شریف محمد مراکش میں مقیم تھا، غلاموں کا پیام اُسکے
پاس پہونچا تو نہایت برہم ہو کر اُس نے پیام آوروں کو واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ میں
اپنے بزرگ باپ کا خادم ہوں اُنکے ہوتے ہوئے ہرگز مجھ سے یہ امید نہ رکھو کہ میں
اُنکے خلاف کرونگا اور اُن لوگوں کو بہت کچھ ملامت کر کے اور کسی قدر انعام بھی دیکر واپس
کر دیا - تا کہ وہ اُس کے باپ کی دوبارہ اطاعت کریں - پھر شہزادہ محمد خود مکناسہ
میں آیا اور یہ دیکھکر غلاموں پر سخت ناراض ہوا کہ وہ اُسکے نام کا خطبہ پڑھتے ہیں چنانچہ
خطبہ موقوف کرا دیا اور سلطان عبد اللہ سے اُنکی از سرِ نو بیعت کرا دی - اور یہ ساتویں
بیعت تھی جو ۱۱۶۳ھ میں غلاموں نے اُس سے کی کیونکہ اِسکے قبل غلام اُسے چھ بار معزول
بنا چکے تھے مگر اب بھی وہ اُس سے منحرف ہو گئے تو مولے عبد اللہ نے اپنے فرزند محمد
کی معرفت اُن سے صلح کر لی - مولے عبد اللہ نے ۱۱۷۱ھ میں دنیا سے رحلت کی اور
وہ فاس میں دفن کیا گیا - اور اُنکا بھائی سلطان مستضئی اُس سے معافی لیکر ۱۱۶۴ھ
میں بمقام اصیلا سکونت پذیر ہو گیا - وہ عرصہ تک وہاں تجارت کرتا رہا اور پہلے اُس

میں آکر رہنا شروع کیا۔ یہانتک کہ ۱۱۷۱ھ میں اُس نے وہیں وفات پائی ٭ مولے عبداللہ نے شاہ ڈنیمارک سے معاہدہ کرکے اُسے اجازت دی تھی کہ وہ مغرب اقصیٰ کے بعض شہروں میں اپنے کانسل رکھ سکے اور دونوں حکومتوں میں دوستانہ تعلقات قائم کئے تھے۔ اُس کی سختی اور ظلم وستم سے لوگ سخت ناخوش رہتے تھے اور رعایا اور فوج دونوں اُس سے راضی نہ تھے ٭

سیّدی محمد بن عبداللہ

۱۱۷۱ھ میں باپ کی وفات کے بعد اس سے عام بیعت کی گئی۔ مولے عبداللہ کے باپ کے عہد میں جو بدامنی اور افراتفری رہی تھی اُس سے لوگ سخت پریشان ہوگئے تھے اور اب وہ امن وامان کی زندگی بسر کرنے کے خواہاں تھے۔ مولے محمد کی لیاقت اور کفایت لوگوں پر اُس کے والد ہی کے زمانہ میں روشن ہوگئی تھی اور سب اُس سے دلی محبت رکھتے تھے اور اُس کے سریر آرائے سلطنت ہونے سے بہت کچھ امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ اسی واسطے مولے عبداللہ کے فوت ہوتے ہی لوگ اُس کی طرف دوڑ پڑے اور فوراً اُس سے بیعت کر لی۔ سب سے پہلے اہل مراکش نے اُس سے بیعت کی جہاں وہ مقیم تھا اور پھر وہ مکناسہ ہوتا اور وہاں کا انتظام کرتا ہوا شہر فاس میں نہایت تزک واحتشام سے داخل ہوا۔ مولے محمد نے تمام لوگوں کو حسب مراتب خلعت وانعام تقسیم کرکے سب کو راضی بنایا اور انتظام مملکت پر متوجہ ہوا۔ دفاتر اور محاکم مملکت کی کل درستی کرکے اُس نے بحری مقامات کی سیر کا عزم اور اُنکی درستی کا خیال کیا۔ اُس نے سفر ۱۱۷۳ھ میں آغاز کیا۔ اور پہلے تطاوین میں قیام کرکے ایک مستحکم برج بنوایا۔ پھر وہ طنجہ کی طرف سبتہ ہوتا ہوا گیا۔ سبتہ اسپین والوں کے قبضہ میں تھا اور مولے محمد نے اُس کو نہایت غور کی نظر سے معائنہ کیا۔ تمام قلعے اور برجوں کو بغور تاڑ کر اُس نے معلوم کر لیا کہ یہ جگہ نہایت سخت کوشش کے بعد فتح ہو سکیگی تو وہاں سے عرائش پہنچا اور طنجہ کی حالت مشاہدہ کی۔ وہاں محافظ سپاہ متعین فرمائی۔ اور پھر سلا میں جاکر دریا کے کنارہ پر ایک مستحکم

برج تعمیر کرایا۔ اُس نے تاجروں کو حکم دیا کہ اُس کے واسطے بحری قزاقوں کے جہازات تیار کرنیکا مواد مہیا کریں اور جسقدر سامان ایسے جہازوں کے لئے درکار ہے وہ سب جس ملک سے بھی عمدہ قسم کا مل سکے وہاں سے لائیں۔ ملک سوڈان سے اُس نے جہاز سازی کی ضروری چیزیں اور بارود کا ذخیرہ منگوایا۔ انگلستان سے کئی ایک جہاز اور جہازوں کے پرزے وغیرہ اور توپیں منگوائیں اور چونکہ اُسکو بحری جنگ کا بہت شوق تھا اس لیئے اُس نے متعدد جنگی جہاز تیار کرائے جو بیشتر وقتوں میں عدوتین اور عرائش کی بندرگاہوں میں موجود رہا کرتے تھے۔ وہ سال میں صرف دو ماہ بحری سفر کیا کرتا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ اتنی ہی مدت تک اُس کے مقبوضہ بندرگاہوں کی حالت ٹھیک رہتی تھی اور اسکے بعد انمیں طوفانی ہوا کا خطرہ پیدا ہوجاتا تھا اسواسطے اُس نے ایسا طریقہ سوچنا شروع کیا۔ جس سے اثنائے سال میں جب چاہے بحری سفر کر سکے چنانچہ اُس نے بندرگاہ صویرہ کو اُس کی تجارتی اہمیت اور نیز محفوظ ہونے کے لحاظ سے درست طور پہ بنوایا اور اسکو توپیں وغیرہ چڑھا کر خوب قلعہ بند کرلیا۔ اس بندرگاہ میں دریا کے اندر اُبھری ہوئی چٹانوں پر کئی مستحکم برج تیار کئے گئے اور انمیں آلات ضرب و حرب اور فوجوں کو رکھکر ہر طرح ایسا مقام بنا دیا کہ بندرگاہ میں آنے اور اس سے باہر جانے والے جہازوں کو توپوں ہی کی زد میں گذرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے۔ یہ شہر بہت ہی کم عرصہ میں خوب آباد ہوگیا۔ اور چونکہ اس سلطان کو بحری حملوں کا بیحد شوق تھا لہذا اسکے جنگی جہازات اکثر فرنگستان کے سواحل پہ حملے کیا کرتے اور لوٹ مار مچاتے رہتے تھے۔ آخر اسکے حملوں سے تنگ آکر بہت سی یورپین قوموں نے اس سے صلح کرنے کی سعی شروع کردی۔ سلطان سولے محمد کے جنگی جہازوں نے بارہا فرانس والوں کے تجارتی اور جنگی جہازوں پر بھی پُر زور حملے کئے اور انہیں لوٹ لیا اور کئی جہازات گرفتار بھی کر لائے۔ اسواسطے فرانس والوں کو بھی جوش آیا اور انہوں نے ۱۷۶۵ء میں بندرگاہ سلا پر حملہ کرکے گولہ باری شروع کردی۔ شہر کے بہت سے مکانات فرنچ گولہ باری سے برباد ہوگئے اور سلطان کو مجبوراً شہر سے باہر نکلجانا پڑا لیکن سلا کے بحری قلعوں نے آتشباری کرکے

فرنچ جنگی جہازوں کو سخت ضرر پہنچایا اور انکو شہر پر قبضہ کرنیکا موقع نہیں دیا۔ غرضکہ
فرانس کے حملہ آور نقصان اٹھا کر سلا سے چلے گئے اور اب انہوں نے بندرگاہ مراکش
پر حملہ کیا۔ یہ حملہ ۱۱۷۹ھ میں ہوا تھا اور اسمیں فرنچ گولہ باری نے شہر عرائش کی شاندار
مسجد اور بہت سے مکانات کو مسمار کر ڈالا۔ پھر اہل فرانس نے پندرہ بڑی کشتیوں پر
تین ہزار کے قریب سپاہی سوار کر کے بندرگاہ میں داخلہ کیا اور دریا کے بہاؤ پر
چڑھتے چلے آئے یہانتک کہ وہ سلطانی جہازوں کے قریب پہنچ گئے اور خاص سلطان
کے جہاز میں انہوں نے آگ لگا دی۔ یہ جہاز سلطان نے فرانس والوں ہی سے چھینا تھا
اس کے بعد فرانس والوں نے دوسرے جہاز کو توڑنے میں ہاتھ لگایا اور اسپر ہتھوڑے
لیکر جھپٹ گئے لیکن اہل شہر اور مسلمان سپاہیوں کو غنیم کی ان چیرہ دستیوں کے مشاہدہ
سے کچھ ایسا جوش آگیا کہ وہ جان پر کھیلکر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور جنگ دست بدست
شروع کر دی۔ اہل فرانس کو اب بھاگتے ہی بن آئی لیکن مشکل یہ تھی کہ انکی واپسی کا راستہ
اہل عرب نے دہانہ بندرگاہ بند کر کے مسدود کر دیا تھا کیونکہ وہ لوگ دہانہ کے دونوں
سمت کی چٹانوں پر استادہ تھے۔ طرہ بریں تند ہوا کے چلنے سے کھاڑی میں اتنا
تلاطم برپا ہو رہا تھا کہ اگر اہل فرانس وسط وادی میں پہنچکر دونوں طرف کے حملوں سے
محفوظ مقام میں چلے جانے کی جد وجہد کرتے تھے تو موجوں کے تھپیڑے اور ہوا کے
جھونکے ان کی تمام کوششیں خاک میں ملا دیتے اور کناروں پر ایک طرف اہل شہر اور
دوسری جانب سپاہ کی آتشباری انہیں فنا کر رہی تھی۔ آخر اسی کشمکش میں ان کی بیشتر
فوج قتل ہو گئی اور شہر عرائش کے باشندوں نے دریا میں کود کود کر اور تیر کے گیارہ فرنچ
جہاز پکڑ لئے اور صرف چار فرنچ جہاز جان بچا کر بھاگ نکلے۔ فرانسیسی اسیران جنگ کے
معاملہ میں شاہ اسپین نے متوسط بنکر بھاری رقم فدیہ پر انہیں آزاد کرا دیا اور ۱۱۷۹ھ
میں سلطان مولے محمد سے فرانسیسی حکومت نے بھی معاہدہ صلح کر لیا۔ یہ معاہدہ صلح
رئیس ابی الحسن علی ماریسل رباطی کے ہاتھوں مکمل ہوا تھا اور اس افسر کو سلطان مولی محمد
نے بدیں غرض دار الملک فرانس میں بھیجا تھا کہ وہ عرائش کے اسیران جنگ کا زر فدیہ

بھی لے آئے اور معاہدہ بھی لکھکر مکمل کر آئے +

مولیٰ محمد کی بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ سلطان اعظم سلطان آلِ عثمان سے دوستی اور ارتباط پیدا کرے۔ چنانچہ اس نے دو زبردست علماء سید طاہر سلاوی اور سید طاہر رباطی کو سفیر بناکر قسطنطنیہ ارسال کیا اور انکی معرفت بیش قیمت اور نادر تحائف کی کثیر مقدار روانہ کی جنمیں اصیل گھوڑے، مرصع ساز و براق اور مرصع تلواریں، اور ملک مغرب کے بنے ہوئے نفیس زیورات وغیرہ چیزیں شامل تھیں۔ اسوقت آلِ عثمان کے تخت پر سلطان مصطفےٰ خان کا جلوس تہا۔ سلطان مذکور نے مولےٰ محمد کے قاصدوں کا بہت کچھ اعزاز و اکرام کیا اور خود بھی نفیس تحائف اُسکو بھیجے۔ سلطان اعظم کے تحائف میں ایک نہائت اعلےٰ درجہ کا جنگی جہاز تمام آلات سے درست اور چست کیا ہوا تھا۔ اور اس کے علاوہ بحری قزاقی کے جہازوں کی بہت کچھ ضروری چیزیں بھی اس تحفہ میں شامل تہیں +

مولےٰ محمد کو خوف تہا کہ بندرگاہ عرائش پر فرانس والے ضرور دوبارہ حملہ کرینگے اور اپنی شکست کا انتقام لینے میں ساعی ہونگے لہٰذا اُس نے پیشبندی کے طور پر اس بندرگاہ کو نہائت مستحکم طور سے قلعہ بند کر دیا اور وہاں بہت کچھ جنگی آلات اور سامان کا ذخیرہ رکھنے کے علاوہ اعلےٰ درجہ کے بحری افسروں اور قادر انداز توپچیوں کا تقرر بھی وہاں کر دیا۔ اور بہت سے مورچے اور دمدمے بھی بحری کناروں اور بندرگاہوں کے دہانوں پر موقع مناسب سے تعمیر کئے +

اس سلطان نے اپنی مہارت سے کام لیکر ایک زبردست فوج مختلف فرقوں کی مرتب کرلی تہی اور غلاموں کی سپاہ جسکا شیرازہ عرصہ سے بالکل ابتر ہورہا تھا اُس کو بھی اس نے ازسرنو منتظم اور باقاعدہ سپاہ بنا دیا تھا۔ مولےٰ محمد نے یہ تمام اعلیٰ جنگی تیاریاں اقوام یورپ کے رنگ ڈھنگ دیکھکر کی تھیں۔ کیونکہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ یہ اُٹھتی ہوئی قومیں ایک دن ممالک اسلام پر ہاتھ ڈالنے کے بغیر نہ رہینگی اور خاصکر ممالک مغرب سب سے پہلے اُن کی زد میں آئینگے۔ اور فرانس والوں سے اُس کی پوری

طرح صفائی نہیں ہوئی تھیں اسواسطے اُس نے سنہ ۱۸۱۱ھ میں ایک نیا معاہدہ نئیں شرطوں سے ترتیب دیکر فرانس کے ساتھ منعقد کیا۔ ازانجملہ چند باتیں یہ تھیں کہ دونوں ملکوں کی لوگ تجارتی مبادلہ کرنے اور باہم میل جول رکھنے کے مستحق رہینگے اور ہر ایک دوسری کی عزت و مرتبت کا خیال رکھیگا۔

جسوقت سلطان آل عثمان کا ہدیہ اُس کے پاس پہنچا تو وہ خوشی سے اُچھل پڑا اور چونکہ یہ سلطانی تحفہ مولے محمد کے شوق اور ذوق کے مطابق تھا لہذا اُسے بیحد مسرت ہوئی اور فوراً اُس نے اپنے معتمد خادم رئیس عبدالکریم ٹیٹوانی کی معرفت دوسرے بہت گراں بہا تحائف سلطان مصطفےٰ خاں کی خدمت میں ارسال کئے۔ اس مرتبہ حکومت مغربیۃ کا سفیر قسطنطنیہ سے واپس آیا تو سلطان آل عثمان کی طرف سے اپنے سلطان کے لئے پہلے سے بدرجہا بڑھکر قیمتی تحائف لایا۔ اور وہ ہدایا تھے۔ ایک جنگی جہاز جسپر تانبے کی توپیں چڑھی تھیں اور وہ ہر طرح جنگی آلات سے مکمل تھا۔ بہت سے آلات بحری قزاق لوگوں کے جہازوں میں کام آنے والے اور جنگی جہازوں کی تیاری میں استعمال کئے جانے والے اور اُن کے ماسوا بہت سے بحری آلات ارسال کئے تھے۔ اور سب سے بڑھکر قابل قدر ہدیہ یہ تھا کہ عثمانی سلطان نے تیس نہایت ماہر دستکار بحری سامان بنانے والے اور فنون حرب کے ماہر بھی مغربی سفیر کے ساتھ ارسال کئے تھے اور اُنہیں ایک اُستاد بہت اعلےٰ درجہ کا گولہ انداز تھا۔

اس تحفہ سے مولے محمد بیحد خوش ہوا اور اب اُس کے دل میں یہ شوق پیدا ہو گیا کہ بندرگاہ سلا کے مُردہ کارخانہ جہاز سازی کو دوبارہ زندہ کرے۔ چنانچہ اُس نے سردست ترکی کاریگروں کو بحری مقامات میں کام سکھلانے کیلئے بھیجدیا اور اُن اُستادوں کی تعلیم نے بہت سے قابل اور ماہر شاگرد پیدا کئے جنہوں نے مغرب کے بحری کارناموں میں جان ڈالدی اور ابتک اُنکی نسل مراکو میں بحری فنون کی مہارت رکھنے میں مشہور ہے۔

مولے محمد نے جن اقوام یورپ کے ساتھ معاہدات صلح کئے تھے منجملہ اُنکے

دو قومیں یہ ہیں۔ اوّل مملکت ڈنمارک کے بادشاہ نے سلطان مغرب کو سالانہ پچیس برنجی توپیں جنہیں ۱۸ سے ۲۴ پونڈ تک کے وزنی گولے ڈالے جاسکیں۔ مع دیگر آلات جہازات اور زر نقد کے نذر دینا منظور کیا تھا۔ اور سویڈن کے بادشاہ نے بھی اسی قدر توپیں اور آلات جہازات دینے کا عہد کیا تھا۔ بس صرف فرق اس قدر تھا کہ سویڈن کے حکمران سے نقد رقم کم لیگئی تھی۔ یہ معاہدات ۱۱۸۱ھ میں ہوئے تھے اور بمقابلہ اس نذرانہ کے سلطان مغرب نے اُن اقوام کو بنادر مغرب میں تجارت کرنیکی اجازت عطا کی تھی +

چونکہ سلطان مولے محمد کو فخر و اعزاز اور ناموری حاصل کرنیکا شوق بدرجہ غائت بڑھا ہوا تھا۔ لہذا اُس نے شریف مکہ شریف سرور اپنا داماد بنایا اور اپنی بیٹی کو مع سامان جہیز مغربی حاجیوں کے قافلہ کے سرزمین حجاز کیطرف روانہ کردیا۔ اُسکے دونوں فرزند مولے علی ولیعہد سلطنت، اور مولی عبدالسلام بھی بہن کے ساتھ گئے تھے۔ اسی قافلہ کے ہمراہ اُس نے والی طرابلس اور امیر مصر اور حاکم شام کیواسطے الگ الگ تحائف اور حرمین شریفین کے علماء، شیوخ، اور اہل خدمت کے لئے عطیات کی رقمیں بھی ارسال کی تھیں۔ بیٹی کے جہیز میں ایک لاکھ دینار سے زائد قیمت کے زیورات اور سامان دیئے تھے۔ اور جسدن مغربی قافلہ شہر مکہ میں داخل ہوا ہے وہ ایک قابل دید دن تھا۔ تمام حاجی لوگ جلوس دیکھنے میں شریک تھے +

سلطان مولے محمد کی غیرت و جوانمردی کو ہرگز پسند نہ تھی کہ اُس کی مملکت کے ضروری بحری مقامات یورپ کی غیر اقوام کے قابو میں رہیں اور خاصکر بندرگاہ جدیدہ (۱) کا اہل پرتگال کے قابو میں رہنا اُسے بیحد شاق ہو رہا تھا۔ لہذا اُسنے اپنے مشیروں سے صلاح لیکر ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۷۶۸ء میں اس مقام کا نہایت سخت محاصرہ کرلیا اور گولہ باری کرکے شہر کی بہت سی عمارتوں کو برباد کر ڈالا۔ پرتگالی لوگ محاصرہ سے تنگ آئے تو انہوں نے اپنے بادشاہ کو اپنی حالت سے بذریعہ

(۱) اہل یورپ اس مقام کو "مازغان" کے نام سے موسوم کرتے ہیں +

تحریرا اطلاع دی اور کچھ دنوں بعد ایک پرتگیزی جہاز وہاں پہنچا جسکو پرتگیزی فوج نے
اپنی کمک تصور کیا لیکن جب وہ جہاز بندرگاہ میں آیا تو اُس نے قلعہ کی پرتگیزی سپاہ
کو شاہی حکم دیا کہ قلعہ مسلمانوں کے لئے خالی کردیں اور شہر سے نکلکر اپنے ملک کو چلے
آئیں سلطان نے شرط لگادی کہ یہ لوگ نکل تو جائیں لیکن صرف وہ کپڑے جو اُنکے
بدن پر ہیں اُنکے علاوہ اور کوئی چیز اپنے ساتھ نہ لیجائیں چنانچہ پرتگالی فوج اسی طرح
قلعہ اور شہر سے نکل گئی لیکن دشمنوں نے نکلنے سے قبل شہر میں ایک سُرنگ لگا کر اُسکے
اندر بارود بچھادی تھی اور اُنہیں سے ایک آدمی قوم پر فدا ہونے کے لئے بارود میں آگ
دینے کی نیت سے وہیں چُھپ رہا تھا۔ لہذا جیسے ہی سلطان شہر میں داخل ہوا اُس نے
بارود کو فتیلہ دکھایا اور سُرنگ کے پھٹنے سے پانچہزار مسلمان سپاہ ضائع ہوگئی اور
شہر پناہ کا بھی ایک حصّہ منہدم ہوگیا۔ بندرگاہ جدیدہ کی فتح میں تُرک گولہ انداز اُستاد
حاجی محمد سلیمان کی کاردانی کا بہت بڑا حصّہ شریک تھا اور یہ بھی منجملہ اُنہی لوگوں کے
تھا جنکو سلطان مصطفےٰ خان نے بطور ہدیہ سلطان مغرب کی خدمت میں ارسال کیا تھا ؛

سنہ ۱۱۸۲ھ میں شاہ اسپین نے الجزائر کے بائی سے اپنے ملکی قیدیوں کی
رہائی اور اُن کے مبادلہ میں الجزائری اسیروں کے واپس دینے کا معاملہ سلطان
مولےٰ محمد کے وسیلہ سے طے کیا۔ اور سنہ ۱۱۸۵ھ میں سلطان مولیٰ محمد نے شہر ملیلا
پر محاصرہ قائم کیا جو کہ اسپین والوں کے قبضہ میں تھا۔ اس سے قبل سلطان نے شاہ
اسپین کے ساتھ ایک معاہدہ صلح کرلیا تھا چنانچہ اسپین کے فرمانروا نے اُس سے
ملیلا پر دست درازی کرنے کے متعلق جواب طلب کیا اور سلطان نے کہلا بھیجا کہ وہ
معاہدہ بحری جنگ اور حملوں کے متعلق ہے نہ کہ اُن مقاموں کی نسبت جو ہمارے ملک میں
واقع ہیں اور تمنے اُن پر قابو کر رکھا ہے لیکن جواب الجواب میں شاہ اسپین نے معاہدہ کی نقل
بھیجدی تو اُس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ بحر و بر دونوں میں عام ہے لہذا سلطان نے
محاصرہ اٹھا لیا اور اب اُسکو معلوم ہوا کہ معاہدہ کرنے والے مراکشی سفیر سیدی غزال کو
اہل فرنگ نے پولیٹکل امور میں مہارت نہ رکھنے کے سبب سے دھوکا دیکر اُس سے اپنا

مطلب نکال لیا - اور سلطان نے میر منشی سیدی غزال کو اس بے خبری پر سخت سرزنش بھی کی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا - اور سلطان نے شاہ اسپین کو لکھا کہ گو معاہدہ میں ہمارے سفیر نے دھوکا کھایا ہے اور ہمنے نادانستگی میں ملیلا کا محاصرہ کیا ہے - تاہم اب ہم اس شرط سے محاصرہ اٹھاتے ہیں کہ ہمارے جنگی آلاتِ حصار تم بحری راستہ سے ہمارے بندرگاہوں تک پہنچا دو اور اسپین والوں نے یہ شرط قبول کر لی +

سنہ ۱۱۹۰ھ میں غلاموں کی سپاہ نے اپنی قدیم عادت کے مطابق جوہر دکھائے اور سلطان محمد سے برگشتہ ہو کر اُس کے فرزند مولے یزید سے بیعت کر لی - مگر سلطان محمد نے سرکشوں کو سزا دی اور اپنے بیٹے کو معاف کر دیا - سلطان محمد کو اس واقعہ سے غلاموں کی سرکشی کا خیال پیدا ہو گیا اور اُس نے اب اس سپاہ کی جمعیت منتشر کرنیکا عزم کر لیا - اور اُس نے تمام بحری مقاموں میں اُنکی تعیناتی کر کے اُنکے شیرازہ جمعیت کو منتشر کر ڈالا لیکن بدمعاش اور بدطینت غلاموں نے جہاں جہاں وہ پہنچیا وہاں بھی شرارت مچائی اور رعایا کو ستانے پر کمر باندھی اس لئے سلطان کو مجبور ہو کر یہ سرکش فرقہ بالکل برباد کر دینا پڑا اور اُس نے اس کی یہ مناسب تدبیر نکالی کہ مراکش سے باہر نکلکر ایک مقررہ مقام میں اکثر غلاموں کو جمع کیا اور قبائل کے سرداروں کو بھی بلوایا - جسوقت دونوں گروہ کا اجتماع مکمل ہو گیا تو سلطان نے سرداران قبائل سے ارشاد کیا کہ "میں اِن تمام غلاموں کو مع اُن کے سازوسامان اور اسلحہ و اسپ وغیرہ کے تمہیں عطا کرتا ہوں - اب تم اپنے حسب ضرورت اور پسند کے موافق انکو آپس میں بانٹ لو" یہ حکم سُننا تھا کہ سرداران قبائل ایکبارگی غلاموں کی سپاہ پر ٹوٹ پڑے اور چشم زدن میں اُنکو باہم بانٹ کر لیگئے - اور اس طرح سے ملک مغرب کو ایک بڑی آفت سے بغیر کسی خونریزی یا تباہی کے نجات ملگئی - غلاموں کی شرارت و سرکشی کا اثر ملک کے ہر حصہ پر کم و بیش پڑا تھا اور عرب و بربر قبائل نے بھی عصیان و طغیان پر کمر باندھ رکھی تھی لہذا جب غلاموں کا شریر فرقہ اس طرح تباہ کر کے دوسروں کے لئے نمونۂ عبرت بنا دیا گیا تو پھر سب لوگوں کے حوصلے پست ہو گئے اور ملک میں بغاوت و سرکشی کا خاتمہ

ہوگیا۔ اس کے بعد سلطان محمد نے ملک کا دورہ فرما کر تمام عمّال اور حکّام کے کاموں کو بذات خاص جانچ و پڑتال کی اور رعایا کی شکایتیں سُننے کا سلسلہ شروع کردیا۔ اس دورہ میں اُسے نہایت کامیابی ہوئی اور رعایا کی نظروں میں اُس کی وقعت بہت ترقی کرگئی +

مولے محمد کا ہمیشہ یہی خیال رہا کہ حکومت عثمانیہ سے اُس کی یگانگت بڑھتی رہے اور اسی واسطے وہ برابر عثمانی سلطان کے پاس تحائف ارسال کرتا رہتا تھا سنہ ۱۱۹۷ھ میں اُس نے قافلہ حجاج مغرب کے ساتھ رقم کثیر حرمین شریفین والوں کے واسطے ارسال کی اور اپنے معتقدین کو حکم دیا کہ پہلے قسطنطنیہ جاکر وہاں سے صُرّۂ سلطانیہ کے ہمراہ بیت اللہ کیطرف روانہ ہونا۔ مگر یہ جماعت قسطنطنیہ میں دیر کرکے پہنچی اور سلطانی صُرّہ لیجانے والی جماعت وہاں سے روانہ ہوچکی تھی۔ لہذا اہل مغرب کو ایک سال تک قسطنطنیہ ہی میں ٹھہرنا پڑا۔ اور اسی عرصہ میں سلطان عبد الحمید خان اوّل نے مولے محمد کے خط کا جواب مع گرانبہا تحائف کے ارسال کیا۔ مولے محمد نے جو قافلہ مکہ مکرمہ کی طرف رقم کثیر دیکر ارسال کیا تھا اُس کے متعلق اُسے یہ خوف تھا کہ مبادا اُسکا سرکش بیٹا یزید حرمین کی رقم پر کچھہ دست درازی کرے اور اسکا یہ خیال ٹھیک اُترا کیونکہ مولے یزید امیر قافلہ کے پیچھے پڑگیا تھا۔ اور آخر اُس نے جدہ میں اُسے آلیا اور زبردستی جسقدر مال چھین سکا چھین لیگیا لیکن شریف مکہ سیدی سرور نے جو سلطان محمد کا داماد بھی تھا اپنے سالے مولی یزید کو دھمکا کر کسی قدر رقم اُس سے اگلوالی اور کچھہ وہ ہضم کرگیا۔ یوں کہ اُس نے شریف سے انکار کردیا اور کہا میں نے اتنی ہی رقم لی ہے۔ سلطان محمد کو یہ خبر ملی تو اُسے سخت جوش آیا اور اُس نے بیٹے کی حرکت سے ناخوش ہوکر اُسکو عاق کردیا اور چار اطلاعی تحریریں اس امر کے متعلق قسطنطنیہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، اور مصر میں ارسال کردیں جوکہ مقامات مقدسہ میں آویزاں کردی گئیں اور سلطان عثمانی کو لکھا کہ اگر سرکش یزید آپ کے حضور میں التجا لینا چاہے تو براہ کرم اُسکو پناہ نہ دیجئے گا +

سنہ ۱۷۷۷ء مطابق سنہ ۱۲۰۲ھ میں سلطان محمد نے فرنچ سفیر مراکش کونٹ "دو ڈی بونیوٹ" کی کوششوں سے حکومت فرانس کے ساتھہ ایک تجارتی معاہدہ کیا - مولی یزید باغی فرزند نے دیکھا کہ اُسکی کوئی آرزو اُس سرکشی سے بر نہیں آئی - تو وہ سجلماسہ میں واپس آکر شیخ عبدالسلام بن مشیش رح کے مقبرہ میں پناہ گزین ہوگیا - اور باپ سے عذر خواہی کرنے لگا - ہنوز کوئی بات باپ بیٹوں میں طے نہیں ہو پائی تھی کہ یکایک سنہ ۱۲۰۴ھ میں مولے محمد نے عرصہ تک باجاہ و جلال حکومت کرکے دنیا سے رحلت کی ٭

یہ فرمانروا ذہی اور علم دوست تھا - اسنے ممالک یورپ اور اسلام سے تلاش کراکے نہایت نفیس علمی کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا تھا بچپن میں اسکو فن تاریخ کا بیحد شوق رہا اور حصول سلطنت کے بعد حدیث شریف کی خدمت میں مصروف ہوگیا - حیرت ہوتی ہے کہ باوجود سلطنت کے اسقدر کثیر مشاغل رکھنے کے وہ حدیث شریف کی ترتیب اور تحصیل میں اپنا ایک خاص وقت نہایت التزام کے ساتھہ صرف کیا کرتا تھا - بہت سی رفاہ عام کی عمارتیں، مدرسے، خانقاہیں، شفاخانے، دار الیتامی، اور محتاج خانے اُس کی یادگار ہیں - وہ فیاضی میں لاثانی تھا اور نہایت جری و دلیر جنگجو بھی میدان جنگ میں اُس کی جرأت دیکھکر بڑے بڑے من چلے لوگ دنگ رہجاتے تھے - حرمین شریفین والوں کو اُس نے برابر عطیات ارسال کرنیکا التزام کر لیا تھا - اور بحری جنگ کا شوق اُسے اپنے ملک کی بحری قوت بڑھا دینے پر ابھارتا رہتا تھا اُسکی بحری طاقت تیس بڑے اور بیس چھوٹے جہازوں سے مرکب ہوتی تھی - بحری افسروں کی مجموعی تعداد ساٹھہ افسروں کی تھی اور وہ سب اپنے اپنے جہازوں اور بحری سپاہ پر کمان افسر مقرر تھے - سلطان مولی محمد کے عہد میں مغرب کی سپاہ بحری ایک ہزار ایشیائی اور دو ہزار مغربی سپاہیوں، اور دو ہزار ماہر گولہ اندازوں سے مرکب تھی - شاہان یورپ اُسکا رعب مانتے اور برابر تحائف وغیرہ ارسال کرکے بحری راستہ میں اُس سے صلح و امن کے طلبگار رہا کرتے تھے - مولے محمد ہی نے اپنے ملک میں عثمانی سلطان

عبدالحمید خان اوّل کا خطبہ پڑھوانا شروع کیا تھا۔ اور کاش اگر اُس کے جانشین اس دور اندیشی کو ہاتھ سے دیکر سلاطین آل عثمان کا خطبہ ترک نہ کر دیتے تو آج مملکت مغرب کا تعلق سلطنت عثمانیہ کے ساتھ کیسا اعلےٰ درجہ کا ہوتا اور شیرازہ خلافت اسلامی کیسا مستحکم رہتا؟ خدا مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کے وسائل مہیا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین ٭

مولیٰ یزید :- بن سلطان مولےٰ محمّد

کو باپ کی وفات کی خبر مشیشی روضہ ہی میں پہنچی اور اعیان مملکت اور ارکان حکومت نے اُس سے بیعت کرکے اُسے تخت نشین بنایا۔ مولےٰ یزید تمام شہروں کی قائم مقام جماعتوں سے بیعت سلطنت لیکر دارالملک فاس میں داخل ہُوا اور تخت سلطنت پر متمکن ہوگیا۔ حکومت و سلطنت کی باگ پر بخوبی قابض ہو جانے کے بعد اُس نے سب سے زیادہ توجّہ اس طرف مبذول کی کہ شہر سبتہ کو اسپین والوں کے تصرّف سے نکال لے مگر مشکل یہ تھی کہ اس طرح معاہدۂ صلح کا یکایک توڑ دینا خلاف اصول تھا لہٰذا اُس نے اظہار عداوت کے طریقے اختیار کئے اور اسپین والوں نے اُسکی نگاہ پھری دیکھی تو وہ سخت گھبرائے۔ شاہ اسپین نے اپنا ایک معزز وزیر اُس کے پاس پیام مبارکباد دینے کو بھیجا اور بہت کچھ چاپلوسی کا اظہار کیا۔ مگر مولےٰ یزید نے وزیر مذکور کو بے نیل مرام پھیر دیا اور اپنے ارادہ پر جما رہا۔ اُس نے تمام اسپین کے رہنے والے تاجروں کو جو اُس کے ملک میں کاروبار کرتے تھے گرفتار اور قید کرلیا۔ اسپین والوں نے بھی اس حرکت کے جواب میں مراکش کا ایک جہاز مع تمام لوگوں اور اموال کے جو اُس میں تھے گرفتار کرلیا۔ چنانچہ اس طریقہ پر دونوں حکومتوں میں اسیروں کا مبادلہ ہوگیا اور اسکے بعد مولےٰ یزید نے سبتہ پر حملہ کرکے اسکا محاصرہ کرلیا۔ قریب تھا کہ وہ اس شہر کو فتح کرلے لیکن اسی اثنا میں اُسے خبر ملی کہ بلاد حوز کے قبائل نے سرکشی کرکے اُس کے بھائی مولےٰ ہشام کے

زیریلنشان نے خروج کیا اور یزید کو فوراً محاصرہ چھوڑ کر اُس طرف چلا جانا پڑا۔ اُس نے مولے ہشام کو شکست دیکر اُس کی سپاہ کا تعاقب دُور تک جاری رکھا اور اسی اثنا میں اُس کے رخسار پر ایک گولی آلگی لہذا وہ مراکش کو واپس چلا آیا اور اسی زخم کے صدمہ میں چند روز بعد ۱۲۰۶ھ میں فوت ہوگیا۔ مولے یزید فیاض منش اور دلیر شخص تھا۔

مولی سلیمان بن محمد

یزید کی وفات کے بعد تمام اعیان مملکت اور ارکان دولت نے باتفاق رائے اُس کے بھائی مولے سلیمان کو تخت نشین کیا۔ اس شہزادہ کی دانائی اور فضیلت علمی کے علاوہ اسکے اوصاف حمیدہ نے لوگوں کو اسکا پہلے ہی سے گرویدہ بنا دیا تھا۔ اُسنے تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک فوجی مہم شہر رباط الفتح کے سرکشوں کے مقابلہ میں ارسال کی۔ رباط کے لوگوں نے مولے مسلمۃ بن محمد کی دعوت شائع کرنے پر سر اٹھایا تھا۔ سلیمان کی مرسلہ سپاہ ہزیمت اٹھا کر بھاگی اور اُسکا کمان افسر قتل ہوگیا اسوجہ سے مولے مسلمہ کا زور بڑھگیا اور اُس نے مولے سلیمان کے علاقوں پر چھاپے مارنے کا تار باندھ دیا۔ سلیمان نے یہ دیکھا کہ مسلمۃ بیگناہ رعایا کو ہلاک کر رہا ہے تو وہ مجبوراً خود اُٹھا اور بالشکر گراں نافرمان قبائل اور بھائی کے قلع قمع کرنے پر متوجہ ہوا۔ دریائے سبو پر دونوں فوجوں کا سامنا ہوا اور سخت لڑائی کے بعد مسلمہ نے ہزیمت اُٹھائی اُس کے نامور سردار سب اسی میدان میں کام آگئے اور باقیماندہ لشکر ٹوٹ کر مولے سلیمان سے ملگیا۔ لہذا مسلمہ کو بھاگتے ہی بن آئی اور سلیمان نے اُسکا تعاقب کیا۔ یہانتک کہ مسلمہ مراکش میں نہ ٹھیر سکا اور تلمسان کو چلا گیا وہ الجزائر جانے کا عزم رکھتا تھا مگر اسکا موقع نہ ملا تو وہ سجلماسہ کو چلا آیا۔ اور مولی سلیمان نے اُس کی خطا معاف کردی۔ مسلمہ کو اس حالت میں رہنا بھی پسند نہ آیا اور وہ بائی تونس حمودہ بن علی پاشا کے پاس چلا گیا اور پھر دنیا میں مارا مارا پھرتا رہا یہانتک کہ

اِس آوارہ گردی کی آفت سے موت نے اُسکو نجات دلادی ۔

مولےسلیمان نے باغی بہائی کیطرف سے اطمینان کرکے باغی مقامات کو مطیع بنانے پر توجہ کی اور اسمیں اُسے تہوڑی سی کامیابی بہی ہوگئی۔ طنجہ کو تسخیر کرکے اُسنے وہاں اپنے بہائی مولے طیب کو حاکم مقرر کیا۔ پہلے اِن مقامات پر مولے ہشام بن محمد نے تسلط کر رکھا تھا اور اب سنہ ۱۲۰۸ھ میں مولے طیب نے مولیٰ سلیمان کی طرف سے یہاں کی نیابت ہاتھ میں لی تو اُس نے تمام متصل علاقوں میں سلیمان کا خطبہ رائج کرکے ان جگہوں کو مطیع بنا لیا اور ہشام بہاگ کر اپنے ایک وزیر کی یہاں چلا گیا جس نے اُس کی بہت کچھ تعظیم وتکریم کی اور اُسے اپنی جاگیر میں باکرام تمام رکھا۔ شہر مراکش کے لوگوں نے اسی سال سرکشی دکھا کر مولے حسین بن محمد سے بیعت کی اور اب مراکش کے صوبہ میں دو بادشاہ مولیٰ ہشام اور مولیٰ حسین باہم معرکہ آرائیاں کرتے رہے۔ ہر طرف فتنہ و فساد کی گرم بازاری تھی اور ملک غارت ہوتا جاتا تھا۔ مولیٰ سلیمان خاموشی کے ساتھ شہر فاس میں بیٹھا ہؤا اِن سب تماشوں کو دیکھتا رہا اور آخر میں انقلاب پسند اور مفسدوں نے خود ہی ہرج و مرج سے تنگ آکر اُس کی طرف رجوع لائے۔ اور پھر اُس نے دونوں بہائیوں کی خبر لیکر ان سرکش شہروں کو سنہ ۱۲۱۱ھ میں رام کرلیا اور مولے حسین وہاں سے بہاگ گیا۔ ازاں بعد مولیٰ سلیمان نے باقی سرکش علاقوں میں سے بیشتر مقاموں کو مطیع بنانے میں کامیابی حاصل کی اور ملک کو پاک وصاف بنالیا ۔

مولے سلیمان نے مغرب کے بحری مقامات پر تسلط کرکے بحری قزاقی کا سدباب کردیا اور دول یورپ سے خوشگوار تعلقات پیدا کرلئے۔ فرانس کے حکمران نپولین اوّل کے پاس اُس نے ایک خاص سفارت بہیجکر اُس سے مراسم ارتباط بڑہائے اور ایسے ہی دیگر فرمانروایان یورپ سے مصالحت کی پالیسی اختیار کی۔ سنہ ۱۲۲۰ھ میں الجزائر کے عرب بادیہ نشین قبائل نے ترک حکام وہاں کے سے سرکشی کرکے شہر تلمسان پر حملہ کیا اور ترک سپاہیوں کو یہاں پایا قتل کرنا شروع کردیا

الجزائر کے بائی نے وہران کے حاکم کو حکم بھیجا کہ ایک فوج عرب باغیوں کی سرکوبی پر مامور کرے مگروہ سپاہ ہزیمت اٹھا کر پسپا ہوگئی تو الجزائر کے بائی نے مولے سلیمان کو لکھا کہ تم اہل عرب کے شیخ اکبر ابو عبداللہ محمد العربی کو ارسال کر کر باغیوں کی نصیحت وہدایت کی خدمت پر مامور کرو۔ مولے سلیمان نے شیخ مذکور کو مع چند دیگر علماء کے سرکش قبائل عرب کے پاس ارسال کیا۔ مگروہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے بلکہ اور تیز ہوئے اسوجہ سے بائی الجزائر کو شک پیدا ہوگیا کہ مولی سلیمان خفیہ طور سے باغیوں کو اشتعال دیتا ہے۔ غرضیکہ والیٔ الجزائر نے دیکھا کہ سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکل سکتا تو وہ بالشکر گراں باغیوں کے مقابلہ پر اٹھا اور انکو نہائیت فاش ہزیمت دیکر منتشر کردیا۔ لیکن اہل عرب نے پھر اپنی طاقت فراہم کی اور جوابی جنگ کی تیاری کر کے تلمسان کو فتح کرلیا۔ تلمسان کے لوگوں نے اقصائے مغرب کے سلطان کی اطاعت منظور کرلی اور ایک وفد پیام اطاعت دیکر اس کے پاس ارسال کیا مگر مولی سلیمان نے انکا وفد واپس کردیا اور اپنے طرز عمل سے الجزائر کے بائی کو اطمینان دلادیا کہ بغاوت میں اسکا کوئی اشارہ تک نہ تھا اور اس نے بائی کو تمام باتیں تحریر کرکے طرفین میں صلح کرادینے کی کوشش کا ذمہ لیا چنانچہ والیٔ تلمسان اور ترکوں کے مابین اسنے صلح کرا بھی دی۔ لیکن ترک اس شہر کو بخوبی زیر نہ بنا سکے کیونکہ اس علاقہ میں عام قحط کی بلا نازل ہوگئی تھی اور وہاں کے باشندے سرزمین اقصائے مغرب میں بھاگ آئے تھے۔ مولی سلیمان سے الجزائر کے والی نے درخواست کی کہ مفرور رعایائے الجزائر اور تلمسان کو واپس کردو۔ مگر مولی سلیمان نے لکھا کہ تمہاری رعایا واپس جانے سے انکار کرتی ہے میں مجبور ہوں۔ اور اس نے الجزائر کے قحط زدہ لوگوں کی امداد میں بہت ہی توجہ فرمائی۔ آخر خداوند کریم کا فضل ہوا اور بلائے قحط دفع ہوگئی تو الجزائر والے اپنے وطن کی طرف سدھارے اور ممالک مغرب میں فراخ سالی اور امن وامان کا دور دورہ ہوگیا۔ کچھ دنوں تک بہت ہی چین چان رہا اور سوائے مسرت وانبساط کے کوئی رنجیدہ امر نظر ہی نہیں آتا تھا۔ لیکن زمانہ کی گردش کب

چین لینے دیتی ہی - یہ عہد مسرت زیادہ عرصہ تک ممتد نہ رہ سکا اور پھر فتنہ و فساد کی بم پھوٹ نکلی - اس مرتبہ ہنگاموں کی ابتدا ۱۲۲۶ھ سے ہوئی جبکہ وہابیوں کا فتنہ اُٹھا - اور اس فرقہ کے لوگوں نے مکہ مکرمہ پر قبضہ کرلیا - راستے قتل و غارت کیوجہ سے مسدود ہوگئے اور ابن مسعود وہابی نے حرمین پر تسلط کرکے تمام بلاد اسلام میں اپنے ہدایت نامے اور فتوے ارسال کئے اور سب کو اپنے مذہب کی دعوت دی - فاس کے علماء نے صورت سوال کے مطابق جواب لکھدیا جو وہابیوں کو بہت پسند آیا اور اسی وجہ سے اُنہوں نے مغربی قافلہ حجاج کے ساتھ کوئی سختی نہیں کی بلکہ شہزادہ مولی ابراہیم ابن مولے سلیمان کو نہایت خاطرداری سے مہمان رکھا اور مغربی لوگوں نے بآرام تمام ارکان حج ادا کرکے ۱۲۲۶ھ میں مع الخیر وطن کی طرف معاودت کی۔

سلطان سلیمان نے یہ دیکھکر کہ بحری لوٹ مار سے یورپ کی سلطنتوں کا خیال مراکش کیطرف بُرا ہو رہا ہے تو اُس نے بحری جنگ اور قزاقی کا سلسلہ بند کردیا اور ۱۲۳۳ھ میں اپنے تمام جہازات اور قزاقوں کی کشتیاں طرابلس اور الجزائر کے ممالک میں تقسیم کردیں اور جو چند جہاز باقی رکھے اُنکو بھی غیر مسلح کرکے صرف تجارتی اور بحری سفر کے اغراض سے مخصوص بنادیا - مگر یہ کارروائی اُنکے حق میں مضر ثابت ہوئی کیونکہ بربر قبائل جنگلی بحری لوٹ مار کے کارنامے بہت مشہور تھے - اب ملک میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگے - اور سلطان نے اُنکی سرکوبی کرنی چاہی تو اُس کی فوجیں زک اُٹھاکر اُنکے مقابلہ سے پسپا ہوئیں - سلطان کا رعب شکست اُٹھانے کے بعد اتنا گھٹ گیا کہ شہر فاس اور دیگر مشہور شہروں میں ایک تہلکہ عظیم مچگیا - سلطان سلیمان مکناسہ میں مقیم تہا - اور ان حالتوں کو دیکھکر سخت پیچ و تاب کھایا کرتا تہا - آخر میں اُس نے اہل فاس کے نام ایک نصیحت آمیز خط لکہا اور اُنہیں خرابی اور شرارت سے باز آنے کی ہدایت فرمائی جسکا اثر اچھا ہوا اور وہ باز آگئے مگر بربر کی شرارت کا خاتمہ نہو سکا کیونکہ اُن لوگوں نے باہم معاہدہ کرلیا تہا کہ سرزمین اقصائے مغرب سے عرب نسل کو بالکل معدوم کرکے دم لینگے اور سلطان کو خود

اُن کیطرف سے سخت خطرہ رہتا تھا۔ چنانچہ ۱۲۳۵ھ میں سلطان سلیمان نے مکناسہ کا قیام ترک کر کے فاس میں اقامت اختیار کی اور یہاں بھی اُسکو چین نہ ملا تو مراکش چلا گیا۔

فساد و ہنگاموں کی بلا ہر جگہ عام تھی۔ فوجی سپاہی اور بربر لوٹ مار کے اور بیگناہوں کی جان لینے کے درپے تھے۔ فاس کے لوگوں نے بھی بغاوت کر دی اور ۱۲۳۶ھ میں سلیمان کے فرزند مولے ابراہیم سے بیعت کر لی۔ مگر یہ بیعت اُنہوں نے مجبوراً کی تھی کیونکہ ابراہیم نے زبردستی اُن سے اپنی سلطنت منوانے کی کوشش کی تھی۔ تاہم اسکو زیادہ عرصہ تک حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا اور وہ فوت ہو گیا۔ مولی ابراہیم نے شہر ٹیٹوان میں وفات پائی تھی اور اُس کی موافق پارٹی نے اُس کے مرنے کا راز مخفی رکھکر یہ کوشش آغاز کی کہ مولی سعید بن مولے یزید سے بیعت کر لیں جو کہ مولے سلیمان کا برادر زادہ تھا۔ مگر اُن کے باہم نفاق اور اختلاف پیدا ہو گیا اور ہنوز کوئی رائے قرار نہیں پائی تھی کہ اُنکو مولی سلیمان کے مراکش سے آنے کی اطلاع ملی اور وہ لوگ ڈر کر فاس کی طرف بھاگ گئے اور اب اُنکا زور بالکل ٹوٹ گیا۔

مولے سلیمان ان ناگوار حالتوں کو دیکھتے دیکھتے زندگی سے تنگ آگیا تھا اور اُس نے اپنے سامنے ہی اپنے بھتیجے مولے عبدالرحمن بن ہشام کو ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ کیونکہ اُس کے نزدیک یہ شہزادہ سلطنت و ریاست کے لائق اور علم و ادب میں فائق تھا۔ عبدالرحمان کی خوش خصالی اور اُس کے فضل و کمال کا شہرہ تمام ملک میں ہو چکا تھا اور جب مولی سلیمان نے اپنا حال زیادہ ابتر ہوتے دیکھا تو دوبارہ مولے عبدالرحمن کی ولیعہدی کا فرمان صادر کر دیا۔ اور خود چند روز کے بعد ۱۲۳۸ھ میں ملک کی ردّی حالت کی کوفت میں بیمار ہو کر دنیا سے چل بسا۔

مولے سلیمان بڑی خوبیوں کا فرمانروا تھا۔ عدل و رحم اور غربا پر شفقت کرنا اُسکا شیوہ تھا۔ خود بھی ذی علم اور دیندار تھا اور علماء اور دینداروں کی صحبت اُسکی زندگی کا بڑا کارنامہ تھا۔ اُس نے اپنے عہد میں بہت سے ٹیکس معاف کر دیئے۔ رعایا کی رفاہ و فلاح میں کوشاں رہا۔ قدیم عمارتوں کی اصلاح اور بقا کا بھی اُسکو بہت

خیال رہتا تھا - اور ملکی نظم و نسق میں بھی اس نے بہت کچھ قابلیت دکھائی - اور اپنی زندگی کا خاتمہ ایک ایسے مبارک کام پر کیا - جو بڑے سے بڑے بادشاہوں کو لئے بھی نہیں ہو سکتا یعنی یہ کہ اس نے اپنے ہونہار اور لائق بھتیجے عبدالرحمان بن ہشام کو ولیعہد مقرر کر دیا - جو ہر طرح ریاست و حکومت کا اہل تھا - اور اس کے مقابلہ میں خود اپنے بیٹوں اور بھائیوں کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی ◆

مولے عبدالرحمن بن ہشام

مولے سلیمان کے بعد عام رائے کی اعانت اور اپنے پیشرو کا ولی عہد ہونیکے سبب سے تخت نشین ہوا - مولے سلیمان نے اس شہزادہ کی لیاقت و مہارت اور اس کی نجابت کو فرمانروائی کے قابل دیکھکر تمام شاہی خاندان کے افراد میں اس کو پیش پیش رکھا تھا اور یہ شریف زادہ علم و دینداری، ذہانت و طباعی - اور کام کے سوا فضولیات سے روگردان رہنے کے اوصاف میں خاص طور پر ممتاز مانا جاتا تھا - ۱۲۳۸ھ میں وفات سے پہلے مولے سلیمان نے اس کے لئے از سر نو ولیعہدی کا فرمان صادر کیا تو اسوقت یہ شہزادہ شہر فاس میں مولے سلیمان کی نیابت کی خدمت انجام دے رہا تھا - فرمان سلطانی کے موصول ہوتے ہی تمام اعیان مملکت اور علماء نے فاس میں اس سے بیعت کر لی اور پھر یہ خوشخبری ممالک اقصائے مغرب کے تمام شہروں میں پہنچی تھی کہ ہر طرف سے گروہ در گروہ وفود آنے اور مولے عبدالرحمن سے بیعت کرنے لگے - تمام ملک مغرب نے تہ دل سے اس کی اطاعت پسند کی اور بربر کے قبائل جنہوں نے مولے سلیمان کو ناکوں چنے چبوائے تھے اور جو سرزمین مغرب سے عربی نسل کو معدوم کرنیکا عہد کر چکے تھے وہ بھی مولے عبدالرحمن کے پاس تحائف لیکر بغرض اظہار اطاعت حاضر ہوگئے - مولے عبدالرحمن نے بربر سرداروں کی نہایت معقول خاطر مدارات فرمائی اور ان سے نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آیا - غرضکہ ان تمہیدی کاموں سے فراغت حاصل کر کے مولے عبدالرحمن نے ممالک اقصائے مغرب کی تنظیم اور اس کے مختلف پیدا امور کی درستی پر

توجہ مبذول کی اور بربر کے فتنوں سے مولے سلیمان کے اواخر عہد حکومت میں جو بلائیں ملک پر نازل ہوئیں تھیں انہوں نے مغرب کے مشہور شہروں میں ویرانی ڈالدی تھی اسلئے مولے عبدالرحمان بالشکر جرار شہر فاس سے نکلا اور قدرہ کر کے ہر ایک شہر کی مرمت اور آبادی کا انصرام کرتا ہوا سنہ ۱۲۳۸ھ میں رباط الفتح پہنچگیا اور اسی طرح مراکش اور مکناسہ کا معائنہ کرتا ہوا پھر بحری مقاموں کیطرف متوجہ ہوا اور انکی شکست و ریخت کا انتظام فرمایا اسی اثناء میں وہ سرکش اور نا فرمان قبائل کو زیر اور مطیع بھی بناتا جاتا تھا۔ یہانتک کہ بہت جلد اس نے تمام ملک مغرب کو اپنا فرمانبردار بنالیا۔

سنہ ۱۲۴۳ھ میں مولے عبدالرحمٰن نے مملکت مغرب کے بندرگاہوں اور بحری گھاٹوں کا معائنہ کر کے یہ رائے قائم کی کہ وہ اپنے مرحوم دادا مولی محمد کی بحری جنگ کی سنت کو از سر نو زندہ کرے تو مناسب ہوگا۔ مولی سلیمان نے یہ لڑائیاں مضر مصلحت خیال کر کے بند کر دی تھیں اور مولے عبدالرحمان کی رائے ہوئی کہ ان حملوں میں سلطنت مراکش کو قوت حاصل ہوگی۔ اور بحری طاقتوں کے حلقہ میں مراکش کی بلند نامی ہو جائیگی۔ لہذا اس نے نئے جہازوں کی تیاری کا حکم دیا اور اپنے دادا مولی محمد کے زمانہ کے باقیماندہ جہازوں کو بھی از سر نو آراستہ اور مرمت کر کے بحری طاقت میں کر لئے جانے کا فرمان صادر فرمایا اور جب یہ انتظام ہوگیا تو اپنے بحری افسروں کو مغرب کے بندرگاہوں اور سواحل پر گشت لگانے کا حکم دیا چنانچہ وہ لوگ روانہ ہوئے اور اس گشت میں انہوں نے چند آسٹریا کے تجارتی جہازوں کو اسوجہ سے گرفتار کر لیا کہ ان جہازوں کے کپتانوں کے پاس "پاسپورٹ" (رہدۃ التصریح) نہیں تھے۔ حالانکہ اہل مراکش اور دول یورپ کے مابین پروانہ راہداری کی شرطیں قرار پا گئی تہیں۔ مغربی بیڑہ نے ان جہازوں کو گرفتار کر کے عرائش اور طنجہ کے بندرگاہوں میں بانٹ دیا اور حکومت آسٹریا کو اس بات کی خبر ملی تو اس نے سلطنت مراکش کی اس حرکت سے ناراض ہو کر چند جنگی جہاز بلاد مغرب پر حملہ کرنے کیلئے سنہ ۱۲۴۵ھ میں ارسال کئے۔ آسٹریا کی جہازوں نے بندرگاہ عرائش پر گولہ باری شروع کردی اور تمام دن گولے برسا کر شہر

کی فصیل اور مکانات کو نقصان عظیم پہنچایا۔ پھر اسکے بعد انہوں نے پانچسو سپاہی اپنے جہازوں کی گولہ باری کے زیر سایہ خشکی میں اُتار دیئے اور بندرگاہ میں داخل ہو کر چند سلطانی کشتیوں کو آگ لگادی جو کہ وہاں لنگر انداز تھیں اگرچہ آسٹروی سپاہ کے لوگ اپنے جنگی جہازوں کی گولہ باری کے زیر سایہ خشکی پر آگئے تھے تاہم مغرب کی فوجوں اور شہر عرائش کے باشندوں نے بے باکانہ حملہ کرکے غنیم کی سپاہ کا بہت سا حصہ کاٹ ڈالا اور باقی ماندہ دشمن بھاگ کر اپنے جہازوں پر چلے گئے۔

مگر اس واقعہ نے مولی عبدالرحمن کو یہ سبق دیدیا کہ بحری جنگ کا ارادہ کوئی آسان کام نہیں اور کہ اب وہ دریاؤں میں اہل فرنگ کی شوکت سے ہمسری کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا بلکہ بحری لوٹ مار سے یہ خوف ہے کہ دول یورپ اُس کی قطعی دشمن بنجائینگی اور پھر ان سے لڑائیاں ٹھن جائینگی۔ اسکے علاوہ اُس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ الجزائر کا ایسا مستحکم اور ناممکن الفتح بحری شہر فرانس والوں نے فتح کرلیا ہے اور انگریزوں اور فرانس والوں کی نگاہیں مراکش پر بے ڈھب پڑ رہی ہیں لہذا وہ اپنے بحری جنگ کو قائم رکھنے کے ارادہ اور نیوی پاور کو بڑھانے کے عزم سے باز آگیا اور اُس نے حکومت آسٹریا سے بہت جلد صفائی پیدا کرکے تجارتی معاہدہ کرلیا یہ مصالحت گورنمنٹ انگلشیہ کے وسیلہ سے ہوئی تھی اور اس مصالحت کے بعد سے آسٹروی سفیر مراکش میں متعین ہوگیا چنانچہ پہلا آسٹروی سفیر سنہ ۱۲۴۶ھ انگلش سفیر کے ہمراہ مکناسہ میں داخل اور سلطان کی خدمت میں باریاب ہوا سنہ ۱۲۴۶ھ میں اہل فرانس نے الجزائر پر تسلط کرلیا۔ اور وہاں کے باشندوں پر سخت آفت نازل ہوئی۔ جسکا مفصل بیان الجزائر کی تاریخ میں مذکور ہے۔ تو اہل تلمسان نے باہمی اتفاق کے ساتھ مولے عبدالرحمن کے زیر اطاعت رہنے کا عزم کرلیا اور مراکشی شہر "وجدہ" کے عامل سے ملکر اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ اسی کے وسیلہ سے اہل تلمسان کا وفد مولے عبدالرحمن کی خدمت میں پہنچا اپنے مدعا کا عرض پیرا ہوا اور مولے عبدالرحمن نے اس بارہ میں علما سے دریافت فرمایا

مانگا۔ علماء کا فتویٰ ایسے مقصود کے خلاف صادر ہوا کیونکہ انہوں نے لکھا تھا کہ "یہ لوگ خلیفۂ آل عثمان کے مطیع ہیں اور اس لئے آپ انکی اطاعت کو قبول نہیں کر سکتے"۔ مگر اہل تلمسان نے اپنے خیال پر اصرار کیا اور مولی عبدالرحمٰن کو چارناچار انکی درخواست ماننی پڑی چنانچہ اس نے اپنے چچازاد بھائی مولی علی بن سلیمان کو اہل تلمسان کا حاکم بااختیار بنا کر مع ایک معقول تعداد سپاہ کے اُدھر روانہ کر دیا اور بعدہٗ ایک فوج بندوقچیوں کی بھی اس کے ساتھ رہنے کی غرض سے ارسال کی۔ مولی علی تلمسان میں داخل ہوا تو وہاں کے لوگ نہایت مسرور ہوئے اور ہزاروں وفود اس سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہونے لگے علی نے تلمسان کی قلعہ بندی اور وہاں توپوں اور گولہ بارود کا ذخیرہ جمع کرنے میں بہت کوشش کی اور ہر طرح حفاظت کا اہتمام کر لیا لیکن باوجود اسکے وہاں کو عرب باشندوں میں اختلاف اور نفاق کا زور اسقدر بڑھا کہ وہ ہمت ہار کر فرانس والوں کے ماتحت رہنے پر رضامند ہو گئے اور محض یہ دیکھکر کہ شہر وہران کو فرانسیسیوں نے فتح کر لیا ہے انہوں نے خود بخود ہتھیار ڈالدئے اور غنیم کی اطاعت مان گئے۔ پھر اسی کے ساتھ سلطان عبدالرحمٰن کی رسالہ فوج کے افسروں میں بھی باہم اختلاف پیدا ہو گیا اور ایک دوسرے سے حسد وعناد رکھنے لگا۔ سلطان عبدالرحمٰن کو ان باتوں کی خبر پہنچی تو اسنے تلمسان سے اپنی فوجوں کو واپس بلا لینا مصلحت دیکھا۔

تلمسان کی فوجیں واپس آگئیں تو اسکے بعد اندرون ملک میں بغاوت پھوٹ پڑی اور سلطان نے شہر فاس کا محاصرہ کر کے وہاں کے باغیوں کو زیر بنایا۔ لیکن اس نے انہیں سزا نہیں دی بلکہ انکو معاف کر دیا۔ ادھر اہل مغرب اوسط نے فقیہ مرابط محی الدین عبدالقادر مختاری کو اپنا امیر بنا کر فرانس والوں سے معرکہ آرا ہونا چاہا مگر فقیہ مذکور نے پیرانہ سالی کا عذر کیا اور اپنے فرزند حاجی عبدالقادر کو اس خدمت کے لئے پیش کیا جسکو الجزائر والوں نے اپنا سردار بنایا اور اس نوجوان امیر نے بہت خوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دئے۔ چنانچہ اس نے متعدد مقاموں کو اہل فرانس سے واپس لے لیا۔ اور چند سال کے لئے ایک خود مختار حکومت قائم کر لی۔ مگر آخر میں اسپر زوال آیا اور وہ

فرانس والوں کے ہاتھوں سے بھاگا بھاگا پھرنے لگا - اُس کے وقائع کا مفصل ذکر الجزائر کی تاریخ میں بیان ہوگا - مگر یہاں اُسکا تعلق صرف اتنا ہے کہ جسوقت ۱۲۵۹ھ میں فرانس والوں نے تمام مملکت الجزائر کو اپنا مطیع بنالیا تو حاجی عبد القادر اس ملک کے دور ترین گوشوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتا پھرنے لگا - کبھی وہ صحرائی علاقوں کی خاک چھانتا تھا اور کبھی بنی یزناسن کے قبائل اور گاہے وجدہ اور ریف (سواحل) کے علاقوں میں جو حدود مراکش میں ملحق ہیں بھاگتا ہوا چلا آتا - اس تگ و دو کے اثنا میں اکثر مراکشی رعایا اُس کے ساتھ ہو کر اہل فرانس کی مقبوضہ اراضی پر چھاپے مارتی اور تاخت و تاراج مچاتی رہتی تھی - فرانس والوں کو اسوجہ سے مراکش پر بھی غصہ آیا اور اُنہوں نے یہ سمجھکر کہ مولے عبد الرحمن امیر عبد القادر کو مال و سپاہ سے کمک دیتا ہے مراکشی حدود پر بھی حملے کر دیئے اور اکثر مراکش کے بحری مقاموں پر سخت گولہ باری کر کے قلعوں اور شہروں کو منہدم کر ڈالا - مولی عبد الرحمن اس ناگہانی آفت کو نازل ہوتے دیکھکر پہلے تو حیران رہگیا کہ کیا کرے مگر آخر میں اُس نے دیکھا تو اپنی رعایا میں جہاد کا جوش شائع پایا اور انکو اپنے دینی بھائیوں باشندگان الجزائر کی امداد کا شائق معائنہ کیا - لہذا اُس نے اپنی سرحدوں کو جو بلاد الجزائر سے ملحق تھیں زیادہ مستحکم بنانے پر کمر باندہ لی اور شریف ماموں اپنے چچا زاد بھائی کو ایک معقول تعداد فوجکی دیکر وجدہ کیطرف ارسال کر دیا اور اُس کے روانہ ہونے کے بعد ایک اور کمکی دستہ بھی اُس طرف بھیجا - ثاں بعد اُس نے اور فوجیں جمع کرنا شروع کیا اور تیس ہزار سوار کا جرار لشکر فراہم کر کے زیر کمان اپنے فرزند اور ولی عہد مولی محمد کے وجدہ کی جانب ارسال کر دیا - مولی محمد علاقہ وجدہ میں وادی اسلی نامی ایک ندی کے کنارہ جاکر فروکش ہوگیا - اور وہیں امیر عبد القادر بھی اُس کے پاس آگیا - امیر عبد القادر کی قوت اب بالکل برباد ہو گئی تھی اور وہ بہت تھوڑی سی سپاہ اپنے ساتھ رکھتا تھا - امیر عبد القادر نے سلطان کے فرزند امیر مولے محمد سے ملکر اُسے اہل فرانس کے انداز جنگ کے نشیب و فراز سمجھائے اور اُسے چند بہت مفید طریقے جنگی نظام

وترتیب کے متعلق بتائے۔ کاش اگر ناتجربہ کار شہزادہ اُس جنگ آزما امیر کی صلاح مانتا تو اُسے نہایت فائدہ ہوتا لیکن وہاں تو ناعاقبت اندیشوں اور خودسروں کا مجمع تھا۔ مولی محمد کے درباریوں میں سے چند احمق اور بے ادب لوگوں نے سخت الفاظ میں امیر عبدالقادر کی باتیں رد کردیں اور خود مولی محمد بھی غرور و نخوت کی وجہ سے اُن نصائح پر عمل پیرا ہونے کو عار سمجھا۔ اسواسطے عبدالقادر وہاں سے چلا گیا۔ اور اسکے بعد فرانس والے مراکشی فوج کے مقابلہ پر آگئے۔ میدان کارزار گرم ہوا اور مراکش کی بے ترتیب اور غیر منتظم سپاہ جس میں نہ تو کارروان افسر تھے اور سپاہی مشاق جنگ ہزیمت اٹھا کر اور بہت کچھ جانیں گنوا کر پراگندہ ہوگئی۔ اہل فرانس نے فتح عظیم کے ساتھ مراکشی کیمپ اور تمام ذخائر جنگ کو غنیمت میں حاصل کیا اور بڑے مالدار ہوگئے۔ یہ ہزیمت سنہ ۱۲۶۰ھ مطابق سنہ ۱۸۴۴ء میں ہوئی تھی۔ سلطان کا بیٹا محمد بھاگ کر شہر تازا میں جا ٹھیرا تاکہ وہاں اپنی مفرور سپاہ کو پھر فراہم کرے۔ مولی عبدالرحمان کو یہ منحوس خبر ملی تو اُسکو سخت صدمہ ہوا اور وہ اُسوقت رباط الفتح میں تھا۔ وہاں سے شہر فاس کی طرف چلا گیا۔ مولی عبدالرحمان کو ہنوز یہ ایک ہزیمت کا غم تازہ ہی تھا کہ دوسری منحوس خبر اہل فرانس کے بحری مقامات طنجہ اور صویرہ پر گولہ باری کرنے کی مسموع ہوئی۔ ایک فرنچ مورخ نے اس حملہ اور گولہ باری کے متعلق یہ لکھا ہے کہ حکومت فرانس کو حدود مراکش پر خشکی کی طرف سے حملہ کرتے وقت یہ بھی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ بحری جنگ کی بھی دھمکی دے اور اسلئے اُس نے ایک جنگی بیڑہ زیر کمان پرنس جوائن ویل کے سواحل مراکش پر حملہ آور ہونے کی غرض سے ارسال کیا اور اس جنگی بیڑہ نے پہلے شہر طنجہ پر گولہ باری کی اور وہاں کے قلعجات منہدم کردیئے۔ تاہم معمولی گوشمالی اہل مراکش کی طبیعتوں کو راہ پر نہ لاسکی کیونکہ سلطان مراکش نے پھر نئی فوج کی تیاری کردی۔ فرانس نے چاہا بھی کہ صلح کے ساتھ جھگڑوں کا خاتمہ ہوجائے مگر مراکشی فرمانروا نے ایک نہ سنی اور سلطان کا بیٹا بار دیگر (۲۰۰۰۰) سپاہ لیکر پھر پیشقدمی آغاز کردی۔ فرنچ کمانڈر بیجوڈ نے دیکھا کہ اب دیر و درنگ کرنا فضول ہے ایسا نہو کہ مراکشی فوج کا جاہ و جلال دیکھ کر الجزائر کی رعایا پھر بھڑک اٹھے اور بغاوت کردے

اس لئے وہ آگے بڑھکر (۱۴) اگست ۱۸۴۴ء کو مراکشی فوج کے مقابلہ میں جا ڈٹا۔ مراکشی سپاہ وادی اسلی کے داہنے کنارہ پر جما ہوا تھا۔ اس نے فرانس کی فوج کو عبور دریا سے روکنا چاہا اور پیدل سپاہ نے بڑھکر فرنچ سپاہ کو ٹوکا۔ فرانس والے اُن سے لڑنے کو دوسرے کنارہ پر مستعد ہوئے۔ تو یکایک مراکشی سواروں کی فوج کنائی کاٹکر فرانسیسی سپاہ کے دونوں بازوؤں اور پچھلے حصہ پر حملہ آور ہو گئی اور کچھ دیر کے لئے اہل فرانس کو گڑبڑا دیا مگر وہ پھر سنبھلے اور اس زور شور سے لڑے کہ تھوڑی ہی دیر میں مراکشی بہادر ان کی آتش باری کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر فرار ہو گئے۔ مراکشی فوج اس بے ترتیبی سے بھاگی کہ سب سامان میدان میں چھوڑ گئی اور ہزاروں لاشیں فرنچ گولہ باری کی نذر کر گئی۔ فرنچ سپاہ نے شہزادہ محمد کے کیمپ پر قبضہ کر لیا۔ اور مارشل بوجود فرنچ کمانڈر انچیف نے آگے بڑھکر سخت جنگ کے بعد مراکشی توپیں بھی چھین لیں۔ مارشل بوجود "Bugeaud" کو اس فتح کے صلہ میں پرنس آف ولی کا ممتاز خطاب حکومت فرانس کی طرف سے ملا تھا اور اسی دن جبکہ یہ فتح ہوئی ہے مارشل مذکور نے اپنے جنگی بیڑہ کو بندرگاہ مغادور پر بھی گولہ باری کا حکم دیا تھا جس نے ایک ہی دن میں تمام شہر کو گرد و برد کر دیا اور دوسرے دن شہر مغادور کی عمارتیں ایک ویران ٹیلہ کی شکل میں نظر آنے لگیں۔ اب سلطان عبدالرحمٰن کی آنکھ کھلی اور اسقدر نقصانات اٹھا کر اسنے خود صلح کی درخواست کی چنانچہ ان شرائط پر صلح ہو گئی کہ جسقدر مراکشی فوجیں وسط الجزائر کی حدود پر متعین ہیں وہ سب ہٹا لی جائیں اور وجدہ کے نواح سے بھی سپاہ کو ہٹا لیا جائے۔ اور جن مراکشی لوگوں نے حدود الجزائر میں شرارت کی ہے ان کو سزا دیجائے۔ امیر عبدالقادر کو حدود مراکش سے نکال دیا جائے اور آئندہ کسی قسم کی مدد نہ دیجائے اور دونوں ملکوں کی پیمائش پوری طرح کرکے باقاعدہ سرحد متعین کر لیجائیں۔ یہ معاہدہ صلح ۱۲۶۱ھ یعنی ۱۰ ستمبر ۱۸۴۴ء کو مکمل ہو گیا۔

اس شکست سے حکومت مراکش کو بہت کچھ نقصانات پہنچے۔ مال و جان کا

نقصان جو لڑائیوں میں ہوا اُس کے علاوہ تمام بحری مقامات بھی فرانس والوں کی گولہ باری سے منہدم ہوگئے اور سویڈن اور ڈنمارک کی یورپین ریاستیں جو سالانہ رقم بطور نذرانہ گورنمنٹ مراکش کو دیا کرتی تھیں وہ بھی بند ہوگئی۔ اور اسکے بعد سے یورپین قوموں نے مراکشی بندرگاہوں میں آزادی سے کاروبار تجارت شروع کردیا اور ایسا اسباب جسکا لانا پہلے ممنوع تھا وہ بھی لانے لگے اس لئے دول یورپ کے تعلقات وسیع ہو چلے اور انکی مداخلت کی پالیسی کا زور ہوا جسکے سبب سے رفتہ رفتہ انہوں نے وہ رسوخ پیدا کرلیا جو آج مراکش کے حق میں سامانِ جان بن رہا ہے۔ اور مراکش کا استقلال اور اسکی اجتماعی حیثیت کا اب تک باقی رہجانا بھی کچھ اُس کی خوبی پر مبنی نہیں بلکہ اسکا سبب دول یورپ کا باہمی حسد اور رشک ہے ورنہ اس مملکت کو بھی اور ممالک کیطرح کسی نہ کسی یورپ پاور میں جذب ہوجانا نصیب ہوتا (خدانخواستہ)۔

امیر عبدالقادر الجزائری کو اس بات کا سخت ملال تھا کہ سلطان عبدالرحمان نے باوجود قوت امداد رکھنے کے اُسے کوئی مدد نہیں دی ہے لہذا وہ بھی مراکش کی حکومت سے انتقام کشی کے درپے ہوا اور اپنے جاسوس مقرر کرکے موقع کا منتظر ہو بیٹھا۔ اُسنے اپنے خفیہ ایجنٹوں کی معرفت مراکش میں بغاوت پھیلانے کا سامان شروع کردیا تھا لیکن مولی عبدالرحمن ہوشیار ہوگیا اور وقت پر اُسے اس کی اطلاع ملگئی چنانچہ اُس نے اپنے فرزند مولی محمد کو بالشکر گران امیر عبدالقادر کی سرکوبی پر مامور کیا اور امیر کو شہزادہ محمد کے ہاتھوں عرصہ تک بھاگنا پھرا۔ اسی اثنا میں امیر عبدالقادر کی بڑی بھی فوجی قوت بھی برباد ہوگئی اور آخر میں اُسنے ہر طرف سے مجبور ہوکر فرانس والوں کے پاس چلے جانے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا۔ فرانسیسی اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرنیکا وعدہ کرچکے تھے اور امان دے چکے تھے لہذا وہ اپنا کیمپ مراکشی شہزادہ کیلئے چھوڑ کر فرانس والوں کے پاس چلا گیا اور شہزادہ محمد نے سنہ ۱۲۶۴ھ میں امیر کے کیمپ پر قبضہ کرلیا۔ امیر عبدالقادر کی مختصر سپاہ نے اس جنگ میں جیسے جوہر جرأت دکھائے تھے اُس کی یاد سے اہل مراکش مدت تک [illegible] تھے۔ اور شہزادہ ساختہ جوانان [illegible] ❊

اور ہم امیر عبد القادر مرحوم کے باقی حالات الجزائر کی تاریخ میں بیان کرینگے ۔

سنہ ۱۲۶۸ھ میں اقصائے مغرب کو سخت قحط کا سامنا کرنا پڑا ۔ لوگوں نے مردارخواری تک اختیار کرلی ۔ اور فرنگی سوداگروں نے غلہ اور گیہوں کی کثیر مقدار دیگر ممالک سے لا لا کر فروخت کی ۔ اسی اثناء میں بندرگاہ سلا میں دو فرانسیسی جہاز گیہوں سے بھرے ہوئے آکر لنگرزن ہوئے اور عام خلقت نے اُن کا سامان لوٹ کر جہازوں کو توڑ دیا تو فرانس کے کانسل نے مولے عبد الرحمان سے اسباب کا جواب طلب کیا ۔ سلطان نے کوئی جواب نہیں دیا اور عوام کے فعل کی ذمہ داری سے انکار کردیا ۔ اسپر فرانس نے جھلا کر سلا کو گولہ باری کا نشانہ بنایا اور بہت سی عمارتیں اور قلعے منہدم کردئے جنکو سلطان نے از سرِ نو درست کرایا اور ایک نیا مستحکم قلعہ وہاں بناکر اسپر انگلستان سے چند عمدہ توپیں خرید کر چڑھادیں ۔ یہ قلعہ اتبک باقی ہے ۔

مولے عبد الرحمان بن ہشام نے سنہ ۱۲۷۶ھ میں دنیا سے رحلت کی ۔ وہ شہر مکناسہ میں فوت ہوا تھا ۔ نہایت دیندار عالم اور خوش خصال بادشاہ تھا ۔ بہت سی جنگی اور رفاہِ عام کی بلادِ مغرب میں اُسکی یادگاریں ہیں ۔

مولی محمد بن عبد الرحمان

باپ کا ولیعہد اور اپنے اخلاق اور فضائل کیوجہ سے دوسرے بھائیوں اور ارکان خاندان پر فائق تھا ۔ اسی سبب سے باپ کے زمانہ ہی میں ولیعہد مقرر ہوگیا اور سلطنت کے بہت سے کاموں میں باپ کا ہاتھ بٹاتا تھا ۔ سنہ ۱۲۷۶ھ میں باپ کی وفات کے بعد اس سے عام بیعت کی گئی ۔ صرف چند انقلاب پسند مقاموں کے لوگوں اور قبائل بربر نے مولی عبد الرحمان بن سلیمان سے بیعت کرلی تھی جو ناکس اور ناکام [illegible]

مولی محمد نے اُس کو بہت جلد زیر بنا کر حکومت سے الگ کر دیا ۰

مولے محمد کے عہد میں اُس سے اور اسپین والوں سے جنگ ہوگئی -

اس لڑائی کا سبب یہ تہا کہ شہر سبتہ کی سرحد پر اسپین والے بعض چوبی مکانوں کو سرحدی چوکی کے طور پر بنائے ہوئے تہے اور اُن کے بالمقابل مراکشی سرحدی چوکی پھوس کی جہونپڑیوں میں رہتی تہی - مولی عبد الرحمان کے اخیر عہد میں اسپین والوں نے چوبی مکانوں کی جگہ پختہ عمارت پتھر کی یا قلعہ بنالیا اور اُسپر اپنا ملکی جھنڈا چڑہا دیا - مراکشی رعایا کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اُس نے اہل اسپین سے کہا کہ یہ عمارت بنانا قاعدہ کے خلاف ہے - لہذا اسکو منہدم کرو - اور جب اسپین والوں نے یہ بات نہ مانی - تو مراکشی رعایا نے خود ہی وہ قلعہ کھود پہینکا اور اسپین والوں کے بہت سے آدمی قتل کر دئے - اہل سبتہ نے اپنے سفیر متعینہ طنجہ سے شکایت کی اور سفیر نے گورنمنٹ مراکش سے معاوضہ اور مجرموں کی سزادہی طلب کی - مدت تک ردّوبدل ہوتی رہی اور اسپین کا سفیر اپنی ضد پہ اڑ گیا - سلطان کی طرف سے ثبوت دئے گئے کہ زیادتی تمہاری تہی مگر اُس نے ایک نہیں مانی اور آخر اعلان جنگ کر دیا - اگرچہ سلطان برسر حق تہا مگر اپنی کمزوری کا خیال کرنا اُس کے لئے لازم تہا - تاہم شرم اور غیرت نے اُسے دشمن کی ہٹ دہرمی اور زبردستی ماننے سے روکدیا اور آخر کار دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی - اسپین نے بحری قوت کے ذریعہ سے پیش دستی حاصل کی اور مراکشی فوج کو زک دی - سبتہ سے بیس ہزار اسپین کی سپاہ نے پیش قدمی شروع کی تہی - اور تمام ریف کے قبائل اُس سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے تھے - تاہم مقابلہ سخت تہا - اسپین کی سپاہ جنرل اوڈونیل O'Donnell کے زیر کمان تہی اور سلطانی فوج کا کمانیر مولی عباس سلطان محمد کا بھائی تہا - اسپین کی فوج تو تعداد اور سامان حرب وضرب سے بخوبی آراستہ ہونے کے باعث بمقابلہ اہل مراکش کے کہیں فائق تہی پھر اُس کا جنگی بیڑہ ساتھ ساتھ ذخائر رسد اور کمک وغیرہ پہنچارہا تہا اور موقع بموقع گولہ باری کر کے

انکو غنیم کی زد سے بھی بچانے میں کام دیتا تھا - یہ لڑائی ۱۲۷۶ھ میں شروع ہوئی تھی - اور کبھی مراکش والوں کو غلبہ ملتا تو کبھی مرتبہ اسپین والے غالب آجاتے تھے - دونوں طرف کی بہت سی جانیں ضائع ہوئیں اور آخر میں مراکشی سپاہ کو ہزیمت ملی جسکے بعد ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۶۰ء میں اسپین کی سپاہ نے شہر تطاوین پر قبضہ کرلیا - اسوقت جبکہ اسپین کی فوج داخل ہوئی ہے اس کی تعداد (۲۰۰۰۰) تھی - اور وہ نہایت شان وشوکت کے ساتھ بزور شمشیر شہر پر مسلط ہوگئی تھی - تمام مال و جنس اسپین والوں نے لے لیا اور توپ صرف ایک ہی اُن کے ہاتھ لگی وہ توپ انہوں نے اپنے ملک کو ارسال کردی اور بارود کا ذخیرہ تلف کر ڈالا - شہر کی مسجد کو گرجا بنالیا اور پہلے پہل انہوں نے شہر کی رعایا سے اچھا برتاؤ کیا تاکہ انہیں اپنا مطیع بنالیں اور انپر بخوبی تسلط جماسکیں - اور اثنائے جنگ میں اسپین کے جنگی بیڑے نے بندرگاہ اصیلا پر بھی گولہ باری کرکے بہت نقصان پہنچایا تھا ؛

مولے عباس مراکش سپہ سالار نے غنیم کی اتنی چیرہ دستیاں دیکھیں اور سمجھ لیا کہ ہم اس کے مقابلہ کے قابل نہیں ہیں تو اس نے اسپین کے اعلیٰ کمانیر افواج سے درخواست صلح کی مگر شرطیں اتنی سخت پیش ہوئیں کہ مولے عباس کو جنگ ہی جاری رکھنا مناسب معلوم ہوا - اگرچہ اسکے بعد بہت سے معرکوں میں مراکشی ہی فتحیاب ہوتے رہے تاہم صلح انہی شرائط پر ہوئی جنکو اسپین کے سپہ سالار اوڈونیل نے پہلے پیش کیا تھا صرف برائے نام انہیں تخفیف ہوگئی تھی اور اس طرح ۲۶ - اپریل ۱۸۶۰ء کو معاہدہ صلح مکمل ہوگیا (۴ شوال ۱۲۷۶ھ) اس صلح کی اہم شرطیں یہ تھیں کہ سلطان مراکش ایک سو ملین فرانک تاوان جنگ دے اور سبتہ کے جنوبی سمت کا ایک قطعہ ارضی بھی اسپین کے حوالہ کردے - نیز اسپین والوں نے اطلانٹک اوشن پر ایک بندرگاہ بھی طلب کرلیا جسکا نام "سینٹ کروز" ہے - مراکش میں ایک اسپین کا سفیر مقرر کرنا - اور اسپین کے مشنریوں کو مملکت مراکش میں رہنے اور گرجے بنانے کی اجازت ملنا اور اسپین کو بھی وہی حقوق اور امتیاز ملنا جو کہ دیگر یورپ کی بڑی سلطنتوں کو حاصل ہیں

یہ سب باتیں منوا کر تب اسپین کی سپاہ نے سبتہ اور تطاوین کے مابین کی مفتوحہ اراضی اور شہر تطاوین کو چھوڑا۔ دو سال تین ماہ تک اسپین والوں نے شہر تطاوین پر قابو رکھا تھا۔ اور اس لڑائی نے مراکش کی ہیبت و دبدبہ کو خاک میں ملا دیا جسکے بعد تمام دول یورپ اپنی رعایا کی حمایت کے بہانے سے مراکش کو دبانے اور وہاں بیجا مداخلت کرنے میں چیرہ دست ہو گئیں اور سلطنت کی حالت تباہ ہو چلی۔ جسکا اثر روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے اور خدا ہی ہے جو یہ اسلامی حکومت موجودہ حالت میں کچھ سنبھالا لے سکے؟

اس شکست نے مولی محمد کی آنکھیں کھولدی تھیں اور وہ سمجھ گیا کہ جبتک زمانہ حال کے اصول جنگ اور فنون حرب و ضرب کے مطابق اور یورپین نظام جنگ کی مماثل قاعدہ دان فوج مراکو میں مہیا نہ کیجائیگی اسوقت تک سلطنت کے تحفظ کا ہرگز خیال نہ رکھنا چاہیئے۔ لہذا اس نے جدید قواعد دان فوج یورپین سپاہ کے نمونہ پر تیار کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ یہ کام دراصل اس نے اسی وقت شروع کر دیا تھا جبکہ دریائے اسلی کے کنارہ فرنچ سپاہ نے ہزیمت اٹھائی تھی اور دیکھا تھا کہ فرنچ فوج کا نظام اور اس کی ترتیب کتنی اعلےٰ ہے۔ اور اب اپنے عہد حکومت میں اسکے تکملہ پر مائل ہو گیا۔ جسقدر بار خزانہ اٹھا سکتا تھا اسقدر فوج پہلے خود ترتیب دیکر ازاں بعد تجارتی مال درآمد اور دیگر اشیا پر زائد ٹکس لگا کے نئی آمدنی پیدا کی اور وہ تمام رقم جدید سپاہ کی ترتیب میں لگادی۔ سنہ ۱۲۷۷ھ میں اس نے ایک فرمان تمام مراکش کے شہروں میں بھیجکر حکام ممالک کو اپنی تیاری فوج اور اضافہ ٹیکس کے عزم سے اطلاع دی۔ اس فرمان کی عبارت بہت طویل ہے مگر ہم خلاصہ مطلب ذیل میں درج کرتے ہیں:

"ملکی حفاظت اور نظام امن کو قائم رکھنے کی واضح ضرورت نے ہمکو جدید ترتیب کی فوج تیار کرنے پر آمادہ بنایا۔ اور ہم نے ایک سہ ماہ کے مصارف کا اندازہ لگا کر خزانۂ سلطنت کو اس بوجھ کا غیر متحمل پایا۔ اس لئے حاجت محسوس ہوئی کہ ملک کے اہل سرمایہ اور تاجر اپنے جان و مال کی حفاظت کرنے والی فوج کے لئے کچھ مزید محصول ادا کریں۔ علماء نے بھی اباحت کا فتوےٰ دیدیا ہے۔ اور اب دار الملک کے عالی حوصلہ

"تاجروں نے اُسپر عملدرآمد شروع کردیا۔ لہٰذا تم لوگ حکام مملکت شریفی اپنے اپنے علاقوں میں بھی تاجروں اور مالگزاروں سے یہ مزید ٹکس وصول کرو۔ مگر یہ خیال رہے کہ ظلم و تعدی کو اسمیں ہرگز دخل نہ دیا جائے۔ بلکہ نہایت منصفانہ پہلو سے ٹکس عائد کیا جائے"

سلطان محمد نے دول یورپ کے درباروں میں اپنی جانب سے سفیروں کا بھی تقرر کردیا تاکہ اُن حکومتوں کے ساتھ گفتگو اور رسل رسائل کرنے میں دقت نہ پیش آئے جنگ تطاوین کا ایک بڑا اثر یہ بھی ہوا کہ مراکش کے یہودیوں نے بھی کسی یورپین حکومت کی حمایت حاصل کرنیکا عزم کرلیا۔ کیونکہ مراکش کے باشندے اکثر یہودی تاجروں کو جو بڑے ہی خبیث ہوتے ہیں لوٹ لیا کرتے یا یہودیوں پر تعدی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ مراکش کے یہود نے لندن کے مشہور مالدار تاجر مسیو رالفس چابلڈ کو جو یہودی تھا ایک میموریل کے ذریعہ سے اپنی جانب مائل بنایا اور چاہا کہ وہ حکومت انگلستان کی وساطت سے مراکش کے یہودیوں کو امن کی زندگی بسر کرنے کے وسائل مہیا کردے۔ رالفس چابلڈ نے قومی پاسداری کرکے گورنمنٹ انگلشیہ سے اسبات کی تحریک کردی اور گورنمنٹ مذکور نے اس کی درخواست قبول کرکے اپنے سفیر متعینہ دربار شریفیہ کو لکھا کہ وہ اسبات کی کوشش کرے مگر صلح و آشتی کے طریق سے سفیر انگلستان مراکش میں سلطان کے پاس آیا اور اُس نے بہت سے تحائف پیش کرکے اپنی غرض ظاہر کی اور سلطان نے اُسے بغیر قبل مرام پھیرنے سے پہلوتہی کرکے ایک امان نامہ شرع اسلام کے احکام کے مطابق لکھدیا جسکو اُس نے حرز جان بنالیا(۱)

(۱) امان نامہ کا مضمون یہ تھا کہ: ہم اپنے تمام خدام اور عمال اور رعایا کو اس بات کی ہدایت کرتے ہیں کہ وہ حق و انصاف کے پابند رہیں اور خدا اور رسول کے مقدس احکام کی پابندی کرکے یہودیوں پر کسی طرح کا ظلم و ستم نہ کریں۔ پیشہ ور یہودیوں سے خوش معاملگی کا برتاؤ کریں اور انکی اُجرت میں کمی کرنیکا ہرگز ارادہ نہ کریں۔ ہماری رعایا یا حکام میں سے جو شخص یہودیوں پر ظلم و جبر کریگا ہم اسکو سخت سزا دینگے" مورخہ ۲۶ شعبان ۱۲۸۰ھ

وہ سفیر خود بھی یہودی تھا۔ اور یہودیوں نے اس سلطانی امان نامہ کی بہت سی نقلیں کر کے تمام ممالک مغرب کے یہودیوں میں تقسیم کر دیں۔ مگر اب خرابی یہ پیدا ہوئی کہ یہودی سلطانی امان نامہ پا کر حد سے بڑھ چلے اور انہوں نے خود مختاری کے آثار عیاں کئے۔ مسلمانوں اور حکومت کے عہدہ داروں سے شوخی اور گستاخی کرنا شروع کر دیا۔ لہٰذا سلطان نے اس امان نامہ کے بعد ایک اور فرمان صادر کر کے امان نامہ کی مراد کو اس میں ظاہر کر دیا۔ اور لکھا کہ امان نامہ کے مطابق صرف اُن یہودیوں کے ساتھ برتاؤ ہوگا جو نیک چلن اور با ادب قاعدہ کے اندر رہنے والے ہیں ورنہ شریر اور بدچلن یہودیوں کو برابر انہی طریقوں سے سزا دی جائیگی جس طرح عام ملکی رعایا کو سزا ملتی ہے۔" اگرچہ اسکے بعد یہودیوں کا جوش دبگیا لیکن اُن میں سے اکثر لوگوں نے روپیہ کی قوت سے دول یورپ کے سفیروں کو اپنا حامی بنالیا اور اس طرح وہ دولت اقصائے مغرب کو ایک طرح پریشانی میں ڈالنے کے باعث ہوئے۔ تاہم اتنی خیریت رہی کہ یہ حمایتیں باضابطہ حمایت نہیں سمجھی جاسکتی تھیں۔ پھر بھی حکام مغرب اکثر انتظامی امور میں ان حمایتوں کے سبب سے دقت میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

فرانسیسی سفیر کی گستاخانہ گفتگو اور ادب دربار کی مخالفت نے مولیٰ محمد بن عبدالرحمن کو اس بات پر آمادہ بنایا کہ انہوں نے نپولین بوناپارٹ سوم حکمران فرانس کے پاس اپنے سپہ سالار محمد بن عبدالکریم اور سلا کے عامل محمد بن سعید کو بطور سفارت بھیجکر پیام دیا کہ آئندہ سے مراکشی سفارت کے عہدہ پر فرانس کے عالی خاندان امرا مامور ہوا کریں جو درباری آداب اور شاہوں سے گفتگو کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور وہ درشت مزاج نہ ہوں ورنہ ایسے ناکارہ سفیروں سے سلطنت کے تعلقات برہم ہو جانیکا اندیشہ ہے۔ نپولین نے مراکشی معتمدین کی بہت قابل قدر مدارات فرمائی اور وہ لوگ ایک ماہ کے قریب شہر پیرس میں قیام کر کے ۱۲۸۲ھ میں واپس آئے فرانس کے عام انٹرنیشنل (ما بین الاقوام) نمائش میں بھی حکومت مراکش نے شرکت کی تھی۔ اور مولے محمد نے حکومت فرانس کے حسب الطلب بیش بہا یہاں کے نادر تحائف

نمائش میں ارسال کئے تھے سنہ ۱۲۹۰ھ میں سلطان مولیٰ محمد نے اپنے دارالحکومت واقع شہر مراکش کے باغ "نیل" نامی میں وفات پائی۔ اس سلطان کے آغاز عہد حکومت میں کسی قدر ابتری رہی تھی اور پھر ملک میں ایسا امن و امان قائم ہوا کہ ہر طرف خوشحالی اور فارغبالی کے آثار نظر آنے لگے۔ تمام عرب اور بربر قبائل اس کے مطیع بن گئے اور راستے پر امن ہو گئے اور اسی وقت سے مراکش کے لوگوں میں یورپین تمدن کے آثار نمایاں ہو چلے۔ سلطان محمد اپنے اعمال کی بنیاد احکام شریعت پر رکھتا تھا اور کبھی کوئی کام خلاف شرع نہیں کرتا تھا۔ مملکت مغرب میں اس کے عہد کی بہت سی عظیم الشان یادگاریں موجود ہیں۔ از انجملہ کارخانہ فشکرسازی اور کارخانہ بارود سازی و توپ قابل دید کارخانے ہیں۔ اور اسی بادشاہ نے سب سے اول ساحل دریا پر لائٹ ہوس بنوائے تھے جو طنجہ کے قریب موجود ہیں ۔

مولیٰ الحسن بن مولے محمد

باپ کی وفات کے بعد سنہ ۱۲۹۰ھ میں سریر آرائے حکومت ہوا۔ جس وقت سلطان محمد نے دنیا سے رحلت کی ہے۔ اسوقت یہ شہزادہ دارالملک میں موجود نہ تھا۔ بلکہ کہیں باہر کسی مہم پر گیا تھا ارکان دربار نے اسکو بلوا کر تخت نشین کیا اور تمام ممالک و امصار کے وفود اس سے بیعت کرنے اور مبارکباد تاجپوشی دینے کو حاضر ہوئے۔ اس سلطان نے تخت پر متمکن ہوتے ہی ارکان دولت اور مشیران سلطنت کے ساتھ مع فوج و سپاہ ملک کا دورہ شروع کر دیا تاکہ تمام شہروں اور بحری مقاموں کا معائنہ کر کے ہر جگہ کا انتظامی خلل دور کرے اور بعض سرکش قبیلوں کو جو بادشاہ گردی کے اثر سے متاثر ہو کر آمادۂ شرارت ہو رہے ہیں اور قومی اتحاد اور امن عامہ کا نظام درہم برہم کرنا چاہتے ہیں انکو مناسب سزا دے۔ اس دورہ کے اثناء میں جسوقت وہ شہر مکناسہ میں پہنچا تو وہاں ایک عرصہ تک مقیم رہا اور وہیں سے باغی قبائل کی سرکوبی اور انکے قلع قمع کرنیکا کام انجام دیا۔ پھر اس کے بعد مولے

حسن نے جدید فوج کی ترتیب اور فراہمی میں خاص کوشش آغاز کی اور اپنے
مرحوم باپ کے زمانہ سے بھی اسمیں زیادتی کرلی - مولی حسن کو تو ترتیب فوج کا
اسقدر خیال تھا کہ وہ اس کی دیکھ بھال خود کیا کرتا تھا - ہر روز اُسکا جائزہ لیتا - قواعد دیکھنا
اور سپاہیوں کی وردی وغیرہ کا معائنہ کرنا اُسکا ایک ضروری کام تھا - اسکے علاوہ اُسنے
قلعوں اور فوجی بارکوں کی تیاری میں بھی خاص طور سے کوشش کی - بہت سے جدید
وضع کے آلات جنگ ممالک یورپ سے خرید کر منگوائے اور کئی ایک ہونہار مغربی نوجوانوں کو
فرانس و جرمنی وغیرہ ممالک یورپ میں جنگی تعلیم اور فنون ہندسیہ کی مہارت حاصل کرنے
کیواسطے ارسال کیا - اُسکا خود بھی ارادہ تھا کہ ممالک یورپ کی سیر کرے چنانچہ اس غرض سے
اُس نے ایک وفد فرانس، اٹلی، بلجیم اور انگلستان کے بادشاہوں کے پاس تحائف
دیکر ارسال کیا اور اُس نے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی سعی شروع کی - یہ وفد ۱۲۹۳ھ
میں اپنی مہم کو کامیابی ختم کرکے مراکش میں واپس آگیا۔

مولی حسن نے یہ دیکھکر کہ اُس کی حکومت دول یورپ کے مقابل بالکل حقیر و
ضعیف ہے یہ مناسب تصور کیا کہ اُسکے اور دولت علیہ عثمانیہ کے مابین روابط اتحاد
مستحکم ہوجائیں چنانچہ اُس نے ۱۲۹۳ھ میں سید ابراہیم سنوسی کو سفیر بناکر آستانہ علیہ
روانہ کیا اور دونوں حکومتوں میں ایک معاہدہ تحالف قائم کرنا چاہا - مگر ابھی یہ ارادہ عملی
صورت نہیں اختیار کرنے پایا تھا کہ دولت علیہ عثمانیہ روسی جنگ میں مبتلا ہوگئی اور
اندرونی ریاستوں کی بغاوت نے اُسے پریشان بناڈالا - لہٰذا مراکشی سفیر بے نیل
مرام اپنے ملک کو واپس چلا آیا۔

۱۲۹۶ھ کے اوائل میں مسلمانوں نے مراکش کے بعض مقامات میں یہودیوں کی
سرکشی اور احکام سلطنت کی عدم پابندی دیکھکر اپنی حکومت سے بغاوت کردی اور اُنہی
باغی قبائل میں سے کسی قبیلہ کے لوگوں نے یہودیوں پر دست درازی کی چنانچہ ایک
یہودی کو پکڑ کے زندہ آگ میں جلادیا اور اسپر یہودیوں میں سخت بیچینی پھیل گئی اور انمیں
سے اکثر لوگ ترک وطن کرکے بلاد اسپین میں چلے گئے اور

اور وہاں سے اُن دول یورپ کا حق حاصل کرکے پھر مراکش کے ملک میں واپس آ گئے۔ مگر حکومت مراکش اس قسم کی حمایت کو باضابطہ حمایت تسلیم کرنے سے منکر ہوئی۔ تاہم اسپین کی گورنمنٹ نے یہودیوں کی اعانت کا بہانہ نکالکر حکومت مراکش سے یہودیوں کے نقصان کا معاوضہ طلب کیا اور اُس کو سخت پکڑنے کی آمادگی عیاں کی۔ سلطان مراکش اسپین کی گیدڑ بھبکیوں میں کب آسکتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ گو ہم کمزور ہیں تاہم دول یورپ کی چشمک اسپین کی ایک بھی آگے چلنے نہ دیگی اسواسطے حکومت اسپین اعلان جنگ تو نہ دے سکی لیکن اُس نے دول یورپ سے ایک مابین الاقوام کانفرنس اپنے اور مراکش کے متنازع فیہ معاملات کے تصفیہ کے واسطے اپنے دار الملک شہر مڈریڈ میں قرار دی۔ یہ کانفرنس سنہ ۱۸۸۹ء مطابق سنہ ۱۲۹۷ھ میں جمع ہوئی اور اس میں فرنچ اور انگلش قائم مقاموں نے گورنمنٹ مغربیہ کی ایسی طرفداری کی کہ اسپین کی تمام کوششیں رائگاں ہوگئیں اور اُس نے کانفرنس قائم کرنیکا کچھ نفع نہیں پایا۔ فرانس کو تو یہ خوف تھا کہ مراکش میں بےچینی پھیلنے سے اُس کے ملحقہ الحدود علاقہ الجزائر پر بُرا اثر پڑیگا۔ اور انگلستان کو ہندوستان کے راستہ کے محفوظ قلعہ جبل الطارق کی فکر پڑی تھی کہ مغربی سلطنت کی پامالی سے یہ قابل قدر مقام اُس کے پاس رہنا مشکل ہوا جاتا ہے ٭

مولی حسن نے اپنی حکومت کے روز اوّل سے ملک و حکومت کی شان بڑھانے اور انتظام مملکت میں یورپ کی طرز حکمرانی سے مفید باتیں لیکر داخل کرنے کی بہت کچھ سعی فرمائی مگر چونکہ اُس کی رعایا فرنگی عادات و اطوار سے سخت متنفر تھی اس لئے جتنی کوشش کی گئی تھی اُس کی نسبت سے بہت تھوڑا فائدہ حاصل ہوسکا۔ مولی حسن کی دوراندیشی اور سیاست و تدبیر کا ایک اچھا نمونہ اُسکا بلاد سوس پر دوبارہ تسلط کرنا تھا۔ اُسنے دیکھا کہ صوبہ سوس حکومت مراکش سے کچھ الگ سا ہوگیا ہے اور وہاں کے باشندے گورنمنٹ مراکش کا حکم نہیں مانتے۔ ابتدا اُسنے سنہ ۱۲۹۹ھ میں اس علاقہ پر فوج کشی کردی۔ اور بندرگاہ دار البیضاء اور موگیدہ سے سامان رسد اور ذخائر جنگ اُس طرف بھیجنے کا انتظام فرماکر خود اس صوبہ پر چڑھائی کی۔ سلطان مولی حسن کے خود بذات خاص حملہ آور ہونے کا

بھی ایک سبب تھا وہ یہ کہ اُس نے اہل اسپین کو ملک سوس کے بعض ضروری بحری مقاموں پر تسلط کرنیکا عازم پایا تھا چنانچہ اسپین کے جنگی اور تجارتی جہاز سواحل سوس کی طرف بکثرت جاتے اور وہاں کے باشندوں کو مال و متاع دیکر بغاوت پر آمادہ بنا تے رہتے تھے ۔ مولی حسن نے اسپین کے سفیر مقیم طنجہ سے اس زیادتی کا جواب طلب کیا تو اُس نے جواب دیا کہ تطاوین کی صلح اس شرط پر ہوئی تھی کہ بلاد سوس کے سواحل تجار اسپین کے واسطے کھل جائینگے۔ غرضکہ مولے الحسن کو صوبہ سوس پر چڑھائی کرنا بیحد ضروری تھا اور اس لئے وہ وہاں گیا۔ سرزمین سوس میں پہنچتے ہی مولے الحسن نے وہاں ایک بندرگاہ اپنے جہازوں کے قیام کے لئے تیار کرایا جسکا نام ”آساکا“ تھا اور اس بندرگاہ کا انتظام کر کے وہاں سے صحرا تیلیم کی طرف قدم بڑھایا۔ سلطان کا صحرا میں پہنچنا تھا کہ ”قبائل کے شیوخ جوش مسرت میں سرشار اُس کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اُنکے واسطے سلطان کی تشریف آوری عید کی تقریب ہوگئی اس لئے کہ ابتدائے فتح سے اُس زمانہ تک سلاطین مغرب میں سے کسی سلطان نے اس سرزمین کو اپنے قدم کا شرف نہیں بخشا تھا۔ سلطان اس صحرا کے علاقہ میں یوں گیا تھا کہ وہاں انگریزوں نے ایک بندرگاہ ”طرفایہ“ نامی پر قبضہ کر رکھا تھا۔ سلطان نے وہاں پہنچکر انگریزوں کے آثار محو کرادیئے اور اُنکے تاجروں کو بندر سے باہر نکلوا دیا۔ پھر اُس جگہ ایک مستحکم قلعہ اور جہود کا تعمیر کرا کے فوج وغیرہ متعین کردی اور اس کے بعد اپنے دارالملک کی طرف مع الخیر واپس گیا۔ اور انگریزوں نے اپنی روایا کے نقصانات کا مطالبہ پیش کیا تو سلطان نے حُسن تدبیر سے اُنکو مالی معاوضہ دیکر صاف ٹالدیا اور دونوں فریقوں میں اس طرح بخوبی صفائی ہوگئی ۔

اس فوج کشی کے بعد سلطان مولی الحسن نے اپنے ملک میں علماء سے فتوے لیکر تنباکو کی آمد مسدود کردی۔ صرف ایک بندرگاہ طنجہ میں کسی قدر تنباکو لایا جاتا تھا اور وہ اتنا جو کہ محض اُس جگہ کے غیر ملکی باشندوں کیواسطے کافی ہوسکے ۔

۱۳۰۳ھ میں سلطان مولی الحسن صحرائے تافیلالت میں باغی قبائل سے مصروف جنگ تھا کہ اس طرف ریف (سواحل) کے قبیلہ زناتہ اور اہل اسپین کے مابین جنگ

ہو پڑی - لڑائی کا سبب یہ تہا کہ جبوقت سے معرکہ تطاوین میں اہل اسپین کو مراکش پر فتح اور چیرہ دستی نصیب ہوئی تھی اُس وقت سے ابتک برابر اسپین کے بدمعاش باشندے قبائل ریف کو سخت تنگ کیا کرتے تہے اور اُن سے نہایت دلشکن طور پر پیش آتے - عام اہل اسپین تو عام ہی تھے خواص کی بھی یہ حالت تہی کہ وہ مراکشی رعایا سے بحقارت سلوک کرتے - اور اُنکو دل آزار کلمات سناتے رہتے تہے - سفیروں اور کانسلوں سے اِن کی شکایت کیجاتی تو وہ اپنے لوگوں کو منع کرنے کے بجائے اُلٹا اور لڑنے کو آمادہ ہو بیٹھتے - اور اہل مراکش ہی کو ملزم بنادیا کرتے - ایک وقت میں اہل اسپین نے جو موقع پاکر مراکش کی حکومت کو دبا لینے کے خوگر ہوگئے تہے اپنے مقبوضہ مقام بندرگاہ "ملیلا" کے قرب وجوار میں کچھ ٹکڑہ زناتہ قبیلہ کی اراضی کا سلطان سے طلب کرلیا تھا اور اسوجہ سے جانبین کے مقبوضات کی مشترک حد ولی اللہ وارپاش کے مزار سے قریب آکر ملتی تہی جسکو ملکی باشندے نہایت واجب الاحترام مانتے اور دُور دُور سے اُس کی زیارت کے لئے آیا کرتے تہے اور یہیں اُنکا قبرستان بھی تہا +

اہل اسپین نے اپنی فوجوں کی بارکیں ایک ایسے مقام پر بنالیں جو معمولی سطح سے کچھ بلند تھا اور ولی اللہ کے مزار سے اونچا تہا - اہل ریف نے اسپین والوں سے بہت کچھ کہا کہ تم اسجگہ اپنی فوجی بارکیں نہ بناؤ اور ہم سے دوسرا قطعہ زمین کا اِس سے اچھا بمعاوضہ اِس کے لیلو لیکن وہ ظالم کب مانتے تہے اُنہوں نے حسب عادت بدزبانی اور حقارت سے جواب دیا - اور اُسپر ریف والوں کو جوش آیا تو اُنہوں نے اہل اسپین کی بُری طرح خبر لی - بہت سے سپاہی اُنکے قتل کردئے اور دُور تک اُنکو مارتے بھگاتے چلے گئے +

مولی حسن سفر سے واپس آیا تو سفیر اسپین نے یہ شکایت اُس کے دربار میں پیش کی اور اہل ریف کی تعدی کا شکوہ کیا - شکایت پرغور اور اُسکا تصفیہ کرنا کچھ ایسے کوتاہ اندیش لوگوں کے سپرد ہوا جنہوں نے یا تو واقعی غفلت کی راہ سے اور یا دانستہ غفلت کرکے مولے حسن سے چاہلیں فرلانگ اہل اسپین کو تاوان دلوادیا

اور اس بری طرح دیکر گورنمنٹ مراکش کو اسپین سے صلح کرنا پڑی جس سے اسکی کمزوری اور کارکنان مملکت و سلطنت کا پولیٹکل امور سے ناواقف ہونا دنیا پر آشکار ہوگیا - پھر کیا تھا - حریفوں کے دندان آز تیز ہوگئے اور گورنمنٹ انگلشیہ نے بھی مراکش کے معاملات میں حق مداخلت حاصل کرنے کی نیت سے ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں سر شارل ایوان اسمتھ کو اپنا قائم مقام بنا کر گورنمنٹ مراکش کے پاس بھیجا اور ایک نہایت سخت یادداشت حوالہ کی تاکہ اسے ہو سکے احسن سے منظور کرا لے (۱) سر شارل ایوان سمتھ نہایت زبردست پالیٹشن مانا جاتا تھا لیکن اسے اپنی مہم میں بالکل ناکامی رہی اور گورنمنٹ نے بہت کچھ دھونس دھڑکے دیئے اور

(۱) یادداشت میں حسب ذیل باتیں تھیں (۱) گندم اور جَو کی برآمد پر محصول کی تخفیف (۲) باربرداری اور سواری کے جانوروں مثلاً گھوڑوں، خچروں - اور اونٹوں کی برآمد کی اجازت - (۳) انگریزی تجارتی جہازوں کے لئے تمام مراکشی بندرگاہوں میں جانے کی آزادی (۴) انٹرنیشنل محکموں کا قائم کرنا - (۵) غلامی کا بند کرنا - (۶) ۱۸۵۶ء کے معاہدہ تجارت میں ترمیم اور اس کی دفعہ ۱۱ کو نرم بنانا جس کی رو سے غیر ملکی لوگ قلمرو مراکش میں اراضی خرید سکیں - (۷) شہر فاس میں سفارت خانہ کا قیام اور اس پر برطانوی نشان اڑانے کی آزادی - (۸) طنجہ اور مشقادور کے مابین تاربرقی قائم کرنے کی اجازت جو کہ راہ میں پڑنے والے تمام بحری شہروں کو باہم ملا دے - (۹) انگلش کمپنی کو حکومت مراکش کے نام سے ایک بنک قائم کرنے کی اجازت - (۱۰) شہر طنجہ میں ایسے دفتر کی پولیس کا قائم کرنا جو زیر نگرانی مسٹر آلن انگریز افسر کے ہو - (۱۱) طنجہ کے سمندری [illegible] انگلستان کو خاص حقوق دئے جائیں - (۱۲) طنجہ میں ایک عام بازار اور مذبح قائم کرنا جس کا ٹھیکہ انگریزوں کو ملے - (۱۳) کوہ اطلس کی چوٹی پر انگریزوں کو جنگی تعمیرات بنا لینے کا حق دیا جائے (۱۴) تطاون اور العرائش کے بندرگاہوں میں فلیتوں کے درختوں کے کاٹنے کا ٹھیکہ قائم مقام کی ایک رعایا کو ملے - (۱۵) طنجہ میں ایسا نہیں ہوگا کوئی ایسا ادارہ [illegible] کے لئے انگریزی حکومت کو اس غرض سے دئے جائیں کہ اسپیشل آفس اور مشقادور کی تجارت [illegible] (۱۶) سلطان مراکش اپنی مقبوضہ اس حوالی پر انگریزوں کی سیادت تسلیم کرے [illegible] بہت سی باتیں یاد داشت میں درج تھیں

(المؤید نمبر ۱۶۷۲)

بڑی بدزبانی سے کام لیا اور یادداشت کی شرطوں سے بھی زائد باتیں بطور خود پیش کیں جنکو کوئی مستقل گورنمنٹ کبھی مان ہی نہیں سکتی تھی لہذا مولے الحسن نے یادداشت کو ماننے سے قطعاً انکار کردیا اور سرشارل ایوآن اسمتھ اپنا سامنہ لیکر واپس گیا۔ انگریز سفیر کی ناکامی نے گورنمنٹ مراکش کے دربار میں کونٹ ڈوبینی فرنچ سفیر کی عزت بڑھادی اور اب اُس نے اپنی گورنمنٹ کی پالیسی کو بلاد مراکش میں خوب تقویت پہنچائی +

مولی الحسن نے ۱۳۱۱ھ میں وفات پائی اور اکیس ۲۱ سال حکومت فرمائی۔ یہ فرمانروا شاہان مغرب کے چیدہ افراد میں سے تھا۔ اور اسنے اپنی قابل قدر یادگاریں چھوڑی ہیں +

مولی عبد العزیز بن مولی الحسن

باپ کی وفات کے بعد اسنے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔ اور اس وقت مراکش میں یہی تاجدار فرمانروائی کررہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا اُسکو ملک و حکومت کی اصلاح پر قادر بنائے اور اس کے ہاتھوں سلطنت مراکش کو ترقی کے بام پر چڑھائے +

مولی عبد العزیز نے روز پنجشنبہ تیسری ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ کو تخت مغرب پر جلوس فرمایا۔ اسکے تخت پر متمکن ہوتے ہی انقلاب پسند لوگوں نے اسکے بعض رشتہ داروں کی تحریک سے بغاوت پر کمر باندھی۔ اور کئی ایک دعویداران تخت اُٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ ایسی بدنظمی نے مراکش کو ابتک دول یورپ کی برابری کر سکنے کا موقع نہیں ملنے دیا کہ وہاں کے لوگ بادشاہ گردی کے وقت اندرونی بغاوت برپا کردیتے ہیں۔ مولی عبد العزیز نوجوان ہونے کے ساتھ ہی نہایت تیز طبع اور ذی علم شخص ہیں انہوں نے دیکھا کہ ملک میں بغاوت کی آگ لگتے ہی فرانس، انگلستان، اٹلی، اسپین اور پرتگال کی یورپین حکومتوں نے فوراً اپنے اپنے جنگی جہازات اپنی رعایا کی حفاظت و حمایت کی غرض سے بندرگاہ طنجہ میں ارسال کردئیے ہیں اور اس سے اور زیادہ خرابیاں پھیلنے کا اندیشہ ہے لہذا انہوں نے جلد تر معاملہ کو روبراہ لانیکی

تدبیر فرمائی اور جسقدر عجلت سے ممکن ہوا بغاوت کی تحریک پھیلانے والوں کو گرفتار اور انقلاب پسندوں کو سزائیں دیکر ملک میں امن وامان کو بحال کر دیا۔ اور یورپ نے بھی مولی عبدالعزیز کے فرمانروا ہونے کا باضابطہ اعتراف کرلیا اور اُنکے جنگی جہازات واپس چلے گئے۔ اس کے بعد اسپین کی حکومت نے اُس تاوانِ جنگ کی قسط کا مطالبہ کیا جو کہ ملیلا کی لڑائی کے سبب سے گورنمنٹ مراکش کے ذمہ عائد ہوئی تھی اور مولے الحسن مرحوم نے اسکا ادا کرنا تسلیم کر لیا تھا۔ چنانچہ اسپین کا معتمد کونٹ ڈی تہنا دارالملک فاس میں آیا اور مولی عبدالعزیز نے قسط کی رقم ادا کردی ✤

زاں بعد فرانسیسی حکومت نے شہر فاس میں اپنا ایک سفیر مقرر کرنے پر زور دیا اور یہ درخواست بھی مولے عبدالعزیز نے مان لی حالانکہ اس سے پہلے کسی یورپین حکومت کا سفیر دارالملک فاس میں نہیں رہنے پایا تھا۔ بلکہ سفرائے دول کے رہنے کی جگہ محض شہر طنجہ تھی ✤

مولی عبدالعزیز نے عنانِ حکومت پر بخوبی قابض ہو جانے کے بعد اپنے تعلقات دول یورپ کے ساتھ وسیع کرنے شروع کئے اور ایک قوی فوج سلطنت کیحالت منتظم کرنے کی عرض سے بھرتی کرنیکا کام شروع کر دیا اور رفتہ رفتہ ملکی حالت کے مطابق اور اُس کے برداشت کرنے کے موافق انتظامی درستیاں داخل حکومت کرنے لگے اور مولے عبدالعزیز کو یہ خواہش اُسی وقت سے پیدا ہوئی ہے جبوقت کہ شہر فاس میں دول یورپ کے سفیروں نے اُنکے دربار میں شرف باریابی حاصل کیا تھا۔ خدا اُنکو اپنے ارادوں میں کامیاب فرمائے۔ آمین ✤

گورنمنٹ مراکش کی فوجی قوت حسب ذیل ہے۔

والئی سپاہ میں ایک فرقہ حرش کا ہے۔ اس میں چارسو سوار ہیں جو ورا ثتاً اس خدمت پر مامور رہتے چلے آتے ہیں۔ اور اُنکو مخزنیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے دوسرا لشکر پیدلوں کا ہے یہ عسکر کہلاتا ہے اور ملکی باشندوں سے جبراً بھرتی کیا جاتا ہے

اس کی تعداد (۱۰۰۰) تک پہنچتی ہے اور ایک فرقہ بے قاعدہ سواروں کا ہے جو قریباً دو ہزار کی تعداد رکھتا ہے ؞

اس کے علاوہ والنٹیر سپاہ ہے جسمیں دس ہزار پیدل اور آٹھ ہزار سوار تک فراہم ہو جاتے ہیں۔ اور اس اعتبار پر صلح کی حالت میں تمام مراکشی سپاہ کی تعداد (۴۰۴۰۰) آدمیوں تک ہوتی ہے۔ یہ سپاہی حکومت کو کسی قسم کا لگان یا ٹیکس دینے سے معاف کر دئیے گئے ہیں اور حفاظت تخت و تاج کی خدمت ادا کرنا انکا مقدس فرض ہے۔ اور حکومت انکو راشن اور گھوڑے اور اسلحہ بھی دیتی ہے ؞

اور باقی قبائل زکاۃ اور عشر کی رقوم سے زائد گھوڑوں کی ایک مقررہ تعداد پیش کرتے رہتے ہیں۔ اور بحالت جنگ تمام ملک پر رسد رسانی اور جنگی ذخائر کی بہم رسانی لازم ہوتی ہے۔ مراکشی لوگوں کے اسلحہ تا ہنوز قدیم طرز کے ہیں۔ اور ایسے ہی انکی فوجی حرکات بھی دقیانوسی قاعدہ کے مطابق چلی آتی ہیں۔ البتہ تیس سال کے زمانہ سے گورنمنٹ مراکش نے ایک نئی قاعدہ دان فوج مرتب کرنا آغاز کر دیا تھا جو (۱۶۰۰۰) کی تعداد تک پہنچ چکی تھی۔ اس فوج کے معلم تولس کے فوجی افسر تھے مگر یہ سپاہ لڑائیوں میں ہلاک ہو گئی اور اسکا بیشتر حصہ ضائع ہو گیا ؞ مولی حسن نے اپنے وقت میں ایک نئی اور دوسری فوج جدید قواعد جنگ کے مطابق تیار کرنا شروع کیا تھا اور یہی وہ سپاہ ہے جسکا بیان ہم اس عبارت کے شروع میں کر آئے ہیں ؞

بحری قوت بہت کم ہو گئی یا یوں کہئے کہ بالکل نہیں رہی۔ صرف ایک تارپیڈو گن کروزر فولادی زرہ پوش ہے وہ بھی (۱۲۰۰) ٹن بار اٹھاتا ہے۔ اُس کی اسٹیم پاور (۱۴۰۰) گھوڑوں کی قوت کے معادل ہے اور فی گھنٹہ دس ناٹ کے قریب رفتار رکھتا ہے اسپر چار توپیں (۱۲) سینٹی میٹر قطر کی چڑھی ہیں۔ اور ایک دوسرا جہاز چکر والا (۳۰) میٹر طویل اور (۱۱) میٹر عریض ہے۔ وزن باربرداری (۱۱۶۴۳) ٹن۔ قوت بخاری (۱۴۰۰) گھوڑوں کے معادل اور دس ناٹ فی گھنٹہ رفتار رکھتا ہے۔ اس کا نام اِستانیہ ہے ؞

مراکش کے باشندے تقریباً تمام اطراف دنیا میں تجارت کی غرض سے آمد و رفت رکھتے تھے اور اس لئے اُنھیں سے اکثر لوگوں کے جہازات تجارتی سفروں کے قابل موجود تھے۔ یورپ کے مورخین اور مصنفین نے اہل مراکش کی چستی اور اُن کے بحری سفر میں پوری طرح مستعد ہونے کی نہایت تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ فطری طور پر اس کام کی استعداد رکھتے تھے اور اب بھی اُن کے بحری سفروں کی حالت بہت اچھی ہے۔ اور اہل مراکش نے یہ صفت اپنے آباو اجداد سے بطور وراثت حاصل کی ہے جنہوں نے گزشتہ زمانوں میں بحری سفر اور بحری جنگ و غارتگری میں اعلےٰ درجہ کی شہرت حاصل کی تھی اور کاش اگر یہ ملک آج بھی توفیق الٰہی کی دستیاری سے اپنی بحری حالت کے درست کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اتنی کافی قوت بہم پہنچا سکتا ہے جو کسی دوسری حکومت کے لئے ممکن نہیں کیونکہ اوّل تو یہ ملک روئے زمین کے دو بڑے سمندروں کے کنارہ پر واقع ہے اور دوم اسکے جنگلوں اور معدنوں میں جہاز سازی کی لکڑی اور معدنی چیزیں نہایت افراط سے ملتی ہیں اور بارزانی میسّر آسکتی ہیں اور مراکش میں عظیم الشان بندرگاہیں اور گھاٹ موجود ہیں جنہیں بکثرت جہازات لنگر زن رہ سکتے ہیں ؛

تمت بالخیر

تمام شد

پیسہ اخبار

جسمیں ہر ہفتہ ملک کے تمام ضروری معاملات پر اعلےٰ درجہ کی لیڈنگ نویسی کیجاتی ہے اور عربی ترکی وغیرہ اخبارات کے مفید مضامین درج ہوا کرتے ہیں اور جسکو تمام اردو اخبارات سے زیادہ اور تازہ خبریں بہم پہنچانیکا فخر حاصل ہے جو بوجہ اپنی نہایت ارزان قیمت ہر دلعزیز پالیسی کے ہندوستان بھر کے تمام اردو اخبارات سے زیادہ چھپتا ہے قیمت مع محصول ڈاک فقط اڑھائی روپیہ (۲۸) پیشگی قیمت کی وصولی پر یا چند نادر کتابیں ہر ایک خریدار کو مفت ملتی ہیں۔

انتخاب لاجواب

دنیا کے تمام نہایت دلچسپ اخباروں مفید کتابوں اور تحریروں کا عطر مجموعہ جسمیں ہزارہا ایسے قیمتی علمی دلکش مضامین دل بہلاؤ اور تعلیم کیلئے درج ہوتے ہیں کہ جو اور کسی ذریعے اور زبان میں مل نہیں سکتے۔ ہندوستان میں کسی بھی زبان میں اس قسم کی کوئی کتاب یا رسالہ نہیں چھپتا اردو زبان میں بےنظیر چیز ہے۔ ناظرین میں کئی قسم کے انعام تقسیم ہوتے ہیں اور نامہ نگاروں کو معاوضہ دیا جاتا ہے۔

ہفتہ وار حجم ۲۴ صفحہ کلاں تقطیع پیسہ اخبار لاہور۔

روزانہ پیسہ اخبار

روزمرہ تازہ بتازہ تار برقیات نہایت عمدہ رائٹر تازہ ترین خبر دیتا ہے۔ ہر روز علاوہ دیگر تصاویر کے ایک نہایت دلچسپ کارٹون ہے۔ جو کسی روزانہ اخبار میں نہیں ہوتا۔ اسکو تمام اردو اخبارات میں مسلم لیڈر ہے۔

قیمت سالانہ پندرہ روپیہ۔ سہ ماہی پونے چار روپیہ۔

پھول

انگلستان اور امریکہ میں کم از کم ایک اخبار بچوں کی تعلیم و تربیت کو متعلق شائع ہوتے ہونگے مگر اردو زبان میں تمام ہندوستان میں ایسا ایک اخبار یا رسالہ بھی شائع نہیں ہوتا۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے بچوں کا اخبار بڑی آب و تاب کے ساتھ کارخانہ پیسہ اخبار سے ہر ہفتہ شائع ہوتا ہے اور اسے ملک کے تمام اخبارات اور اہل الرائے لوگوں اور محکمہ تعلیم کے افسروں نے بچوں کے اخلاق و آداب اور تعلیم و تربیت کیلئے نہایت مفید تسلیم کیا ہے۔ کوئی بات خلاف اخلاق نہیں ہوتی۔ قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ایک روپیہ (۱۲) چھ آنے۔ نمونہ مفت۔ مینیجر پیسہ اخبار لاہور

Date	No.	Date	No.